الْبُرهان المؤيد

اردو ترجمہ

ملفوظات رفاعیہ

امام العارفین

سید احمد کبیر رفاعی

ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری

رفاعی فاؤنڈیشن لاہور

ملفوظات رفاعیہ

اردو ترجمہ

البرہان المؤید

تصنیف : امام العارفین سید احمد کبیر رفاعی رحمہ اللہ

ترجمہ : ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی ازہری

رفاعی فاؤنڈیشن ، پاکستان

نام کتاب ---------- البرھان المؤید

اردو ترجمہ---------- ملفوظات رفاعیہ

تصنیف ---------- امام العارفین سید احمد کبیر رفاعی رحمہ اللہ

ترجمہ ---------- ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی ازہری

طباعت ---------- 2007ء لاہور

ناشر ---------- رفاعی فاؤنڈیشن، پاکستان

باہتمام ---------- حافظ نثار احمد قادری

قیمت ----------

ملنے کے پتا:

رفاعی فاؤنڈیشن، پاکستان

488-X Block, Defense

Lahore, Pakistan 0425725492

مقدمۂ مترجم

البرھان المؤید تصوف کی ان کتب میں سے ہے جن میں قرآن وحدیث کی روح کو واضح طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے، ایسی کتب کے ذریعے مخلوق کا اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹوٹا ہوا تعلق دوبارہ جڑ جاتا ہے، اور تعلق والوں کو یقین اور محبت کی نئی منزلیں نصیب ہوتی ہیں، امید ہے کہ البرھان المؤید کا پیش نظر ترجمہ تشنگان محبت ومعرفت کے لیے آب زلال کا ایک گھونٹ ہوگا۔

اس کتاب کے مؤلف سیدی احمد کبیر رفاعی رضی اللہ عنہ کی شخصیت میں علم وعمل اور تقویٰ کا جو امتزاج دیکھنے کو ملتا ہے یہ خاصان خدا کا ہی خاصہ ہے، آپ کے نفس گرم کی برکت سے ہزاروں گمراہوں کے دل ھدایت کے نور سے روشن ہوئے، آپ کی تعلیمات کا مطالعہ آج بھی دلوں کو ایمان کی حلاوت اور تقویٰ کے نور سے آباد کرتا ہے۔

سیدی احمد کبیر رفاعی رضی اللہ عنہ کی کرامات بے شمار ہیں لیکن آپ کی سب سے بڑی کرامت آپ کا بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر سلام اور محبت کے بے تاب جذبات عرض کرنے پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک قبر انور سے باہر آنا ہے، سیدی احمد کبیر رفاعی رضی اللہ عنہ نے مواجہہ شریف میں حاضر ہو کر انتہائی عجز و نیاز اور سوز و گداز کے ساتھ دست بوسی کی خواہش عرض کی تو رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک قبر انور سے برآمد ہوا جسے سیدی احمد رفاعی نے چوما اور آنکھوں سے لگایا۔

البرھان المؤید کا یہ اردو ترجمہ مفکر اسلام، عالمی مبلغ، پیر طریقت حضرت علامہ سید یوسف بن سید ھاشم رفاعی محدث کویتی حفظہ اللہ تعالیٰ کی خواہش پر کیا گیا، آپ دنیا بھر میں تبلیغی اور روحانی دوروں پر تشریف لے جاتے ہیں اور دنیا بھر میں آپ کے

مریدین کا ایک وسیع حلقہ آپ کی رہنمائی میں اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے ذکر کے ساتھ ساتھ اس کی اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے اپنے دلوں کو آباد کیے ہوئے ہے، علامہ رفاعی 1963ء سے 1974ء تک کویتی پالیمنٹ کے ممبر رہے، اس دوران آپ نے وزارت کا منصب بھی سنبھالا لیکن آپ کا بے داغ کردار آج بھی واضح طور پر یہ اعلان کرتا ہے:

"میرا طریق وزیری نہیں فقیری ہے"

آپ سے ملنے والے شخص کے دل میں ہر ملاقات کے بعد آپ سے محبت میں اضافہ ہو جاتا ہے، اور آپ کی مجلس میں بیٹھنے والوں کو اپنے دلوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی یاد کی چاشنی محسوس ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ صحت وعافیت کے ساتھ اھل اسلام کے سروں پر تادیر قائم رکھے، اور آپ کی دینی خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

پاکستان میں البرھان المؤید کا یہ ترجمہ چھاپنے کا انتظام آپ کے مریدین نے کیا اور اس سلسلے میں [illegible] خصوصی دلچسپی کا اظہار کیا، اللہ تبارک وتعالیٰ اس کتاب کے ترجمہ اور اس کی اشاعت کو ہمارے لئے ذخیرہ، آخرت بنائے اور سیدی احمد کبیر رفاعی رضی اللہ عنہ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، نیز ہمیں سیدی احمد کبیر رفاعی اور ان جیسے اولیائے کرام کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا اور وہ لوگ نہ تو گمراہی کا شکار ہوئے اور نہ ہی ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا۔

ممتاز احمد سدیدی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ کے لئے ایسی حمد ہے جسے اس نے اپنے لئے خاص کر لیا ہو اور اس کی مخلوقات کے سردار پر صلاۃ وسلام ہو اور اللہ تعالیٰ سرور کائنات کے صحابہ، آپ کی آل اور ان سب کے اہل شریعت اور اصحاب حال پیروکاروں سے راضی ہو، ہم پر اللہ تعالیٰ کے صالح بندوں پر سلامتی نازل ہو۔

سالک کی ابتداء

محترم قارئین کرام! اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ کا ارادہ کرنے والوں کا پہلا قدم زھد ہے جس کی بنیاد تقوی ہے اور تقوی اللہ تعالیٰ کا خوف اور دانائی کی انتہا ہے اور یہ سب کچھ ارواح واجسام کے امام سید مکرم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دل وجان سے اتباع میں پوشیدہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع آپ کے فرمان: [انما الأعمال بالنیات (اعمال کا دار ومدار نیتوں پر ہے) کو اچھے طریقے سے اپنانا ہے، کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو کیا جواب دیا جس نے آپ سے پوچھا تھا: "ایک شخص دنیاوی مال کے لئے جہاد کا ارادہ رکھتا ہے" (آپ اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟) آپ نے ارشاد فرمایا: "ایسے شخص کے لئے کوئی اجر نہیں" لوگوں کو اس بات سے بہت تعجب ہوا اور انہوں نے اس صحابی سے کہا: "شاید آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات اچھی طرح سمجھ نہ آئی ہو، جاؤ اور دوبارہ وہی سوال پوچھو" وہ صحابی بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض گذار ہوئے: "ایک شخص دنیاوی مال کے لئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہے" آپ نے فرمایا ایسے شخص کے لئے کوئی اجر نہیں" لوگوں کو بہت

تعجب ہوا، انہوں نے صحابی سے کہا: "جاؤ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری دو اور اپنا سوال عرض کرو" اس صحابی نے بارگاہ رسالت میں تیسری دفعہ اپنا وہی سوال دہرایا تو آپ نے ارشاد فرمایا: "ایسے شخص کے لئے کوئی اجر نہیں۔" اس حدیث کو ثقہ لوگوں نے روایت کیا اور اسے صحیح قرار دیا۔

اس حدیث اور ایسی دیگر احادیث سے معلوم ہوا کہ عمل کے نتائج نیت کی وجہ سے اچھے اور برے ہوتے ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھی نیتوں کے ساتھ معاملہ کرو اور تمام حرکات وسکنات میں اس سے ڈرو اور قرآن وحدیث میں سے متشابہات کے ظاہر کو تھامنے سے بچو، کیونکہ یہ بات کفر کی بنیادوں میں سے ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

فأما الذين في قلوبهم زيغ فيتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة و ابتغاء تأويله (سورہ آل عمران، 7)

وہ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اشتباہ والی کے پیچھے پڑتے ہیں گمراہی چاہنے اور اس کا پہلو ڈھونڈنے کو۔

آپ اور ہر مکلف پر لازم ہے کہ آیات متشابہات پر ایمان رکھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہیں، اس نے یہ آیات اپنے بندہ، خاص ہمارے آقا ومولی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی ہیں اور ہم میں سے ہر آدمی کو آیات متشابہات کی تاویل وتفسیر کے علم کی فضیلت عطا نہیں فرمائی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

و ما يعلم تأويله إلا الله و الراسخون في العلم يقولون

آمنا به كل من عند ربنا (سورہ آل عمران، 7)

اور اس کا ٹھیک پہلو اللہ ہی کو معلوم ہے اور پختہ علم والے کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔

آیات متشابہات کے حوالے سے سلف صالح میں سے اہل تقوی کا موقف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آیات متشابہات کے ظاہر سے منزہ ہے اور ان کا مرادی معنی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اسی میں دین کی سلامتی ہے۔

بعض اولیائے کرام سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: اگر تو اس کی ذات کے بارے میں پوچھتا ہے تو اس جیسا کوئی نہیں اور اگر اس کی صفات کے بارے میں جاننا چاہتا ہے تو سنو! وہ یکتا ہے، نہ اس نے کسی کو جنم دیا نہ اسے کسی نے جنا اور کوئی اس کا ہم پلہ نہیں اور اگر تو اس کا نام جاننے کا خواہشمند ہے تو جان لے کہ وہ اللہ ہے جس کے علاوہ کوئی برحق معبود نہیں، وہ (ہماری) نظروں سے اوجھل اور سامنے کی چیزوں کا جاننے والا ہے، وہ رحمتیں نازل فرمانے والا اور انتہائی رحم فرمانے والا ہے۔

اور امام شافعی نے ایک ایسی جامع بات فرمادی جس نے توحید کے بارے میں کہی گئی ہر بات کو اپنی آغوش میں لے لیا، آپ نے فرمایا: جو اپنے خالق کو پہچاننے کی کوشش کرتے ہوئے ایسے موجود تک پہنچا جس تک اس کی فکر کو رسائی حاصل ہوئی تو وہ تشبیہ دینے والا ہے اور جو اپنے خالق کی تلاش میں کسی موجود تک نہیں پہنچا وہ اللہ تعالیٰ کو معطل ماننے والوں میں سے ہے اور جو ایسے موجود تک پہنچا جس کے ادراک سے عقل وخرد عاجز ہے ایسا شخص موحد ہے۔

قارئین ذی وقار! اللہ تعالیٰ کو حادث اور مخلوق کی صفات سے پاک مانو اور اللہ تعالیٰ کے حق میں لفظ "استواء" کی توضیح ایسے استقرار کے ساتھ کرنے سے بچو جیسے اجسام کا اجسام پر ٹھہرنا، کیونکہ ایسی توضیح سے اللہ تعالیٰ کے لئے (جسم اور پھر اسکا) حلول کرنا لازم آئے گا۔ اور اللہ تعالیٰ (جسم سے پاک ہے اور) حلول سے بہت بالا ہے اور ہاں اللہ تعالیٰ کے بارے میں اوپر اور نیچے، مکان، ہاتھ اور آنکھ کی بات کہنے سے بچو، نیز نزول کی تفسیر آنے اور منتقل ہونے کے ساتھ نہ کرو۔ بظاہر مندرجہ بالا امور اور اشیا پر دلالت کرنے والی قرآنی آیات اور احادیث موجود ہیں لیکن قرآن وحدیث میں ان متشابہ آیات واحادیث کا حقیقی معنی اور مفہوم بیان کرنے والی کو بھی اجاگر کیا گیا ہے (جس تک صرف راسخ علم والوں کی رسائی ہے) صحیح بات وہی ہے جو سلف صالحین نے فرمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ متشابہات کے ظاہر پر ایمان لانا اور ان سے مقصود اور مراد کے علم کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹانے کے ساتھ ساتھ باری تعالیٰ کو کیف اور حدث کی صفات سے بالا ماننا یہی ائمہ کرام کا منہج تھا، اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے بارے میں جو کچھ فرمایا اس کی تفسیر اور توضیح اس کا پڑھنا اور خاموشی اختیار کرنا ہے۔ اور اس کی تفسیر و توضیح کا حق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کو نہیں، البتہ ہم متشابہ کی ایسی توضیح کرسکتے ہیں جو کسی محکم آیت کے مطابق ہو کیونکہ محکم آیات کو ہی قرآن کی اصل قرار دیا گیا ہے۔

ایک آدمی نے امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے فرمان "الرحمن علی العرش استوٰی" کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا:

استواء تو معلوم ہے اور اس کی کیفیت عقل میں آنے کی نہیں اور اس پر ایمان واجب ہے اور اس کے بارے میں سوال بدعت ہے۔ اور اے سوال کرنے والے! میرے خیال میں تو بدعتی ہے، پھر آپ نے اس شخص کو مجلس سے نکالنے کا حکم فرمایا۔

اور جب ہمارے امام، امام شافعی سے بھی سوال پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: میں تشبیہ کے راستے پر چلے بغیر ایمان لایا اور میں نے متشابہ آیات کی تمثیل کے بغیر ان کی تصدیق کی۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص نے یہ کہا: میں نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے یا زمین میں تو اس نے کفر کیا، کیونکہ یہ قول اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے مکان کا احتمال رکھتا ہے اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کیلئے مکان ہونے کا شبہ بھی کیا تو وہ اللہ تعالیٰ کو مجسم سے تشبیہ دینے والا بن جائے گا۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے استواء کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: استواء اسی طرح ہے جیسے اسکی خبر دی گئی ہے، اس طرح نہیں جیسے بعض لوگوں کے دلوں میں کھٹکتا ہے۔

امام جعفر صادق کے صاحبزادے امام محمد باقر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ گمان کیا کہ وہ کسی چیز میں ہے یا کسی چیز سے ہے یا کسی چیز پر ہے تو اس نے شرک کیا، اس لئے کہ اگر وہ مجسم ہوتا تو کسی چیز پر ہوتا اور اگر محصور ہوتا تو کسی چیز میں ہوتا اور اگر حادث ہوتا تو کسی چیز سے ہوتا۔

عقیدہ کی بنیادیں

قارئین ذی احتشام! اللہ تعالیٰ کو دلوں کی سچی لگن کے ساتھ تلاش کرو، وہ تمہاری شہ رگ سے زیادہ تمہارے قریب ہے، اسکا علم ہر شیء کو محیط ہے، دین نصیحت کا نام ہے، جب تم لا الہ الا اللہ کہو تو غیریت سے پاک اخلاص کے ساتھ کہو، نیز تشبیہ، کیفیت، تحتیت، فوقیت، بعدیت اور قربیت کے باطل نظریات سے پاک اخلاص کیساتھ کہو، اعمال کے ثمرات خالص نیتوں کے ساتھ حاصل کرو، کائنات کے سید و سرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی، جس کی ہجرت دنیا کے لئے تھی وہ دنیا کو پالے گا اور جس نے کسی عورت کے لئے ہجرت کی وہ اس کے ساتھ رشتہ ازدواج میں بندھ جائے گا۔''

اپنے اعمال کو ان پانچ ارکان پر اچھی طرح استوار کرو جن پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئے: ''اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی برحق معبود نہیں اور (سیدنا و مولانا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوۃ ادا کرنا اور بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔''

دین میں (خلاف شریعت) نئی نئی چیزیں نکالنے سے بچو، اللہ تعالیٰ کے ساتھ خشیت سے آراستہ ہو کر معاملہ کرو اور مخلوق کے ساتھ سچائی اور اچھے اخلاق سے متصف ہو کر معاملہ کرو اور اپنے نفوس کے ساتھ خواہشات کی مخالفت کو اپنا کر معاملہ کرو اور اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود کے پاس رک جاؤ (اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے)

و أوفوا بعهد الله إذا عاهدتم (سورہ نحل:91)

اور اللہ کا عہد پورا کرو جب قول باندھو۔

و ما آتاكم الرسول فخذوه و ما نهاكم عنه فانتهوا

اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

(سورہ حشر: 7)

اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے بارے میں جھوٹ سے بچو، دعوی کرنا اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے بارے میں جھوٹ ہے، عبدیت کے مقام کو پہچاننا بندگی ہے، دین احکام کو بجالانے، ممنوعہ امور سے اجتناب کرنے اور ان دونوں امور میں تواضع اور انکساری اختیار کرنے کا نام ہے، احکام پر عمل اللہ تعالیٰ کے قریب کرتا ہے اور ممنوعہ امور سے رکنا اللہ تعالیٰ کا خوف ہے اور بغیر اعمال کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہونا بالکل محال ہے، گناہوں کے ارتکاب کی جرأت کے ساتھ خوف شرمندگی کا باعث ہے، اللہ تعالیٰ کو اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے ساتھ تلاش کرو، اللہ کے راستے پر خواہشات کو ساتھ لیکر مت چلو، جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں نفسانی خواہشات کی ہمراہی میں چلا وہ پہلے قدم پر ہی بھٹک گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہمارا عقیدہ

گرامی قدر حضرات! اپنے نبی کی تعظیم بجالاؤ کیونکہ آپ مخلوق اور خالق کے درمیان وسیلہ ہیں، اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے حبیب ہیں، اللہ تعالیٰ کے رسول اور مخلوقات میں کامل ترین ہیں، اللہ تعالیٰ کے رسولوں میں سب سے افضل و اعلیٰ ہیں، اللہ

تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرنیوالے، اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے، اللہ تعالیٰ کے بارے میں خبر دینے والے، اللہ تعالیٰ سے لینے والے، اللہ تعالیٰ کی رحمتوں والی بارگاہ کی طرف (کھلنے والا) دروازہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ صمدانی کی طرف وسیلہ، جس نے آپ کا دامن تھاما وہ واصل باللہ ہو گیا اور جو آپ سے بے تعلق ہوا وہ اللہ تعالیٰ سے بھی بے تعلق رہا، آپ کا ارشاد گرامی ہے:

لا یؤمن أحدکم حتی یکون هواه تبعا لما جئت به

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (پوری طرح) ایمان والا نہ ہو گا جب تک اس کی خواہشات میری شریعت کے تابع نہ ہو جائیں۔ (مسند الامام احمد بن حنبل)

گرامی قدر حضرات! یہ بات اچھی طرح جان لیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت آپ کے وصال کے بعد بھی اسی طرح باقی ہے جیسے آپ کی ظاہری زندگی میں تھی اور روز قیامت تک باقی رہے گی اور گذشتہ تمام شریعتوں کو منسوخ کرنے والی آپ کی شریعت ہی (قیامت تک) بنی نوع انسان سے مخاطب رہے گی اور قرآن آپ ہی کا باقی رہنے والا معجزہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

قل لئن اجتمعت الإنس والجن علی أن یأتوا بمثل هذا القرآن لا یأتون بمثله (سورہ الاسراء:88)

تم فرما دو! اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لا سکیں گے۔

صحابہ اور اہل بیت کے بارے میں ہمارا عقیدہ

حضرات ذی وقار! جس بدنصیب نے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی احادیث کو جھٹلایا وہ اسی حرماں نصیب شخص کی طرح ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو جھٹلایا، ہم اللہ تعالیٰ اور اسکی نازل کردہ کتاب اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت پر ایمان لائے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

من یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی و یتبع غیر سبیل المومنین نوله ما تولی و نصله جهنم و ساء مصیرا (سورہ النساء:117)

اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی جگہ پلٹنے کی۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے افضل ہیں، پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں، پھر سیدنا علی کرم اللہ وجہہ ورضی عنہ ہیں، تمام صحابہ ہدایت پر ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

أصحابی کالنجوم بأیهم اقتدیتم اهتدیتم

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں (ان میں سے) جس کی بھی اقتداء کرو گے

ہدایت پاؤ گے۔ (امام سیوطی، الجامع الصغیر)

صحابہ کرام کے درمیان پیدا ہونے والی کشیدگیوں سے خاموشی اختیار کرنی چاہئے، ان کی خوبیاں اور ان کی محبت کا ذکر ہونا چاہئے اور ان کا ذکر خیر ہونا چاہیے، اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو، ان سب سے محبت کرو اور ان کا اچھا ذکر کرکے برکتیں سمیٹو اور ان کے اخلاق اپنانے کی کوشش کرو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أوصيكم بتقوى الله و السمع و الطاعة و إن تأمر عليكم عبد، فإنه من يعش منكم فسيرى اختلافا كثيرا، فعليكم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين المهديين، عضوا عليها بالنواجذ، و إياكم و محدثات الأمور فإن كل بدعة ضلالة (امام سیوطی، الجامع الکبیر)

میں تمہیں خوف خدا کی تلقین کرتا ہوں نیز تمہیں اطاعت امیر کی تلقین کرتا ہوں اگرچہ کوئی غلام تمہارا امیر بن جائے، اس لئے کہ تم میں سے جو طویل عرصہ تک زندہ رہا وہ (میرے اور بعد کے دور میں) بہت تبدیلی دیکھے گا، تم پر میری اور میرے رشد وھدایت والے خلفاء کی سنت کی اتباع لازم ہے اور (دین میں بنیاد نہ رکھنے والے) نئے امور سے بچو کیونکہ (ایسی) ہر نئی چیز کا نتیجہ گمراہی ہے۔

اپنے دلوں کو (صحابہ کی محبت کے ساتھ ساتھ) اہل بیت کرام کی محبت سے بھی منور کرو، وہ کائنات کی تابندہ روشنیاں ہیں اور چمکتے دمکتے آفتاب ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قل لاأسئلكم عليه أجرا إلا المودة فى القربى

تم فرماؤ اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا۔ (سورہ الشوریٰ: 23)

اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنے اہل بیت کے بارے میں ارشاد فرمایا:

الله الله فى أهل بيتى

میرے اہل بیت کے معاملے میں اللہ سے ڈرو۔

اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے اپنے نبی کی آل کے بارے میں اپنے نبی کی وصیت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرماتا ہے اور ایسا خوش بخت اہل بیت سے محبت کرتا ہے اور ان کے مرتبہ ومقام کو ملحوظ خاطر رکھتا ہے اور ان کا احترام بجالاتا ہے اور ان کی حرمت کا دفاع کرتا ہے اور ان کا سپاہی بنتا ہے۔

انسان اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس نے محبت کی (1) اور جس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی وہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی محب ہوگا جس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی وہ اہل بیت کرام کی محبت کا بھی دم بھرنے والا ہوگا۔ جو شخص بھی اہل بیت کرام سے محبت کرے گا وہ (قیامت کے دن) ان حضرات کے ساتھ ہوگا اور یہ سب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں گے، ان کے پیچھے چلو، ان سے آگے نہ بڑھو، انکی خدمت اور احترام بجالاؤ اس میں تمہاری بہتری ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ولیوں کے ساتھ محبت کا تعلق جوڑو:

ألا إن أولياء الله لا خوف عليهم و لا هم يحزنون الذين آمنوا و كانوا يتقون (سورہ یونس: 62 ' 63)

---

1. سیدنا امام رفاعی کا فرمایا ہوا یہ جملہ حدیث رسول سے اقتباس ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: المرء مع من أحب.

سن لو بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم وہ جو ایمان لائے اور
پرہیزگاری کرتے ہیں۔

ولی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرے اس پر ایمان لائے اور اس کے خوف کو
اپنے دل ودماغ میں بسائے، اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں کے ساتھ دشمنی اختیار نہ کرو،
حدیث قدسی ہے:

من آذى لى وليا فقد آذنته بالحرب (صحیح بخاری)

جس نے میرے کسی ولی کی دلآزاری کی میرا اسکے خلاف اعلان جنگ ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے ولیوں کی اہانت پر ناراض ہوتا ہے اور ان کی دلآزاری کرنے
والوں کو سزا دیتا ہے اور اپنے ولیوں کی عزت افزائی یوں فرماتا ہے کہ ان سے محبت کرنے
والوں کو حفظ وامان عطا فرماتا ہے اور انہیں وسیلہ بنانے والوں کی مدد فرماتا ہے اور انہی
لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں خصوصی طور پر مخاطب کیا گیا ہے:

نحن أولياؤكم فى الحياة الدنيا و فى الآخرة (سورہ الجادلہ:22)

ہم تمہارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

آپ سب پر اولیائے کرام کی محبت اور ان کی قربت لازم ہے تاکہ آپ کو ان
کے صدقے برکت حاصل ہو اور سنو ان قدسی نفس حضرات کے ساتھ ہو جاؤ (ان کے
بارے میں ارشاد ربانی ہے)

أولئك حزب الله ألا إن حزب الله هم المفلحون

یہ اللہ کی جماعت ہے سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے (سورہ الجادلہ:22)

حضرات ذی وقار! مراتب کا خیال کرو اور غلو سے بچتے ہوئے لوگوں کو ان کے
مقام پر رکھو، بنی نوع انسان میں سب سے اعلیٰ مرتبہ انبیاء کا ہے اور انبیاء میں سب سے اعلیٰ
مرتبہ کے مالک ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کے بعد سب لوگوں
سے اعلیٰ مرتبہ آپ کے اہل بیت اور صحابہ کا ہے اور انکے بعد سب لوگوں سے اعلیٰ مرتبہ
تابعین کا ہے جو خیر القرون کے لوگ ہیں، یہ مراتب کا اجمالی بیان ہے۔

اور سنو! اپنی رائے ٹھونسنے سے بچو، اس امر نے بہت لوگوں کو ہلاکت
میں ڈالا، اسلام میں فقط ذاتی رائے پر فیصلہ نہیں کیا جاتا، علمی تحقیقات میں اپنی رائے دو،
اولیائے کرام کا ذکر اچھے لفظوں میں کرو، تم ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت نہ دو، اللہ
تعالیٰ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے لیکن اس فضیلت کو اس کے علاوہ کوئی
نہیں جانتا، دعوی کی خصلت چھوڑ کر اولیا کے گروہ کی تائید کرو، سنت کو زندہ اور بدعت کو فنا
کر کے محمدی طریقت کی بنیادیں مضبوط کرو۔

صوفی نام رکھنے کی وجہ

حضرات گرامی قدر! جب تک درویش سنت پر عمل پیرا ہے وہ طریقت کی راہ پر
(درست سمت میں) چل رہا ہے لیکن جونہی اس کے ہاتھ سے سنت کا دامن چھوٹ گیا وہ
طریقت کی راہ سے بھی محروم ہو جائے گا، طریقت کی راہ پر چلنے والوں کو صوفی کہا گیا ہے
لوگوں نے اس گروہ کا نام صوفی رکھنے کی وجہ بیان کرنے میں بہت اختلاف کیا اور اس کا
سبب ایک غیر معروف واقعہ ہے جسے درویشوں میں سے بھی بہت سے لوگ نہیں جانتے،
واقعہ کچھ یوں ہے کہ قبیلہ بنو مضر میں غوث بن مر بن اُد بن طابخۃ الربیط کی سربراہی میں ایک

گروہ جو صوفیہ کہلاتا تھا، ان لوگوں کے ہاں بیٹا زندہ نہیں رہتا تھا، تب ان لوگوں نے نذر مانی کہ اگر بچے زندہ رہنے لگے تو ان بچوں کے سروں پر اون باندھ کر انہیں خانہ کعبہ لے جائیں گے یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسلام کو ظاہر فرما کر (انسانیت پر) احسان فرمایا تب یہ لوگ بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے اور یہ لوگ انتہائی عبادت گزار تھے اور ان میں سے بعض نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بھی روایت کی، جس شخص نے ان کی صحبت اٹھائی ہو یا ان حضرات کی صحبت میں بیٹھنے والوں کی صحبت اٹھائی ہو اسے صوفی کہا گیا، پھر جس شخص نے بھی بھرپور عبادت کا راستہ اختیار کیا یا ان لوگوں کی طرح اونی لباس پہنتے ہوئے اپنے آپ کو ان کی طرف منسوب کیا اسے بھی صوفی کہا گیا اور درویشوں نے صوفی نام رکھنے کے مختلف اسباب ذکر فرمائے ہیں، کسی نے کہا: تصوف صفاء (پاکیزگی) کا نام ہے، کسی نے کہا: تصوف مصافاۃ (ایک دوسرے کو پاکیزگی سے آشنا کرنے) کا نام ہے، معنوی اعتبار سے صوفی نام رکھنے کے یہ دونوں سبب بھی درست ہیں، اس لئے کہ اون پہننے والے درویشوں نے اپنی ذات کے لئے پاکیزگی کے حصول اور دوسروں کو بھی اس نعمت سے آشنا کرانے اور ظاہری آداب (شریعت) کو اپنانے کی روش اختیار کی ہے اور ان حضرات کا فرمان ہے: "ظاہری آداب (شریعت) کو اپنانا ہی باطنی آداب (طریقت) کی دلیل ہے" صوفیہ کرام نے یہ بھی فرمایا ہے: "ظاہری آداب کو اچھی طرح اپنالو یہ باطنی آداب کا پتہ دیتے ہیں" اور انہوں نے یہ بھی فرمایا: "جس شخص کی ظاہری ادب تک دسترس نہیں ہوئی اسے باطنی ادب کی دولت بھی نصیب نہیں ہوتی، تمام باطنی آداب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قول وفعل، حال اور اخلاق میں پیروی پر منحصر ہیں۔"

کسی بھی صوفی کا مرتبہ ومقام اس کے ظاہری آداب سے ہی جھلکتا ہے، اس کے اقوال، افعال، احوال اور اخلاق کو شریعت کے پیمانے سے پرکھو، تمہارے سامنے اس شخص کی خوبیوں کی حقیقت کھل جائے گی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق قرآن کی عملی تفسیر تھے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

ما فرطنا فی الکتاب من شیء، (سورہ الانعام:38)

ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا۔

جس شخص نے بھی ظاہری آداب کو اپنایا وہ اہل طریقت میں داخل ہو جائے گا اور انہی میں سے شمار ہو گا اور جس نے ظاہری آداب کو نہ اپنایا اس کا حال اہل طریقت کی نظروں سے اوجھل نہیں رہے گا کیونکہ ظاہری آداب کا اپنانا ہی صوفیہ میں سے ہونے کی دلیل ہے بلکہ ان کے گروہ میں شامل ہونے کا ذریعہ ہے، حضرت رویم فرماتے ہیں: "تصوف سارے کا سارا ادب ہے" اور اس ادب سے مراد شریعت ہے، تم شریعت کو اپنالو اور تمہارا حاسد تم پر جو الزام لگاتا ہے لگانے دو

ولست أبالي من رماني بريبة
إذا كنت عند الله غير مريب
إذا كان سري عند ربي منزها
فما ضرني واش أتى بغريب

اگر میں اللہ تعالیٰ کے ہاں بے گناہ ہوں تو مجھے الزام لگانے والے کے الزامات کی پرواہ نہیں اور اگر میرا باطن اللہ تعالیٰ کے ہاں پاک ہے تو مجھے چغلخور کی چغلی کا کچھ نقصان نہیں۔

نفس کی ریاضت

طریقت کی راہ پر چلنے والے! خود پسندی، غرور اور تکبر سے بچو، اس لئے کہ یہ سب کچھ انتہائی مہلک ہے، قرب الٰہی کی منزل کبھی ایسے انسان کو نصیب نہ ہوئی جس نے لوگوں کو حقیر جانا اور خود کو بڑا سمجھا، میں کون ہوں اور تو کون ہے؟!!

اے میرے بھائی! ہم میں سے ہر کوئی مسکین ہے، اس کی ابتداء لوتھڑا ہے اور انتہا بے جان لاشہ ہے، اس فانی جسم کو عقل کی وجہ سے عزت حاصل ہوئی ہے اور عقل وہی ہے جو نفس کو لگام ڈالے، نفس کو اس کی حد کے پاس روک دے، اگر انسان کی عقل اپنے نفس کو لگام ڈالنے والی نہیں تو وہ عقل کہلانے کی حقدار نہیں اور اگر انسان عقل سے محروم کر دیا گیا ہے تو اس کی عزت وکرامت بھی جاتی رہی اور پھر ایک بھاری اور بوجھل جسم رہ گیا جو کسی باعزت مرتبہ ومقام اور عمدہ منصب کے قابل نہیں اور جب عقل پختہ اور کامل ہو جاتی ہے تو اس کے جسم پر عقل کا جوہر حکمران ہو جاتا ہے اور اس کا سر تاج شاہی کا حقدار ہو جاتا ہے اور عقل کے مراتب میں پہلا مرتبہ جھوٹی انانیت اور باطل دعوے سے نکلنا ہے۔

تو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے خاکی آغاز اور انجام کو جانے اور اس ابتداء اور انتہا کے درمیانی عرصہ ایسے قول وفعل کے ساتھ گزارے جو اس ابتداء اور انتہا کا تقاضا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا عطا فرمایا ہوا واعظ ہر مسلمان کے دل میں ہے اور جس کا دل اسے وعظ و نصیحت نہیں کرتا اسے کسی واعظ کا وعظ فائدہ نہیں دیتا اور جس شخص کا دل غافل ہو وہ وعظ و نصیحت سے خاک فائدہ اٹھائے گا؟!! حضرت سہل فرماتے ہیں: غفلت دل کی سیاہی ہے

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ألا و إن في الجسد مضغة إذا صلحت صلح الجسد كله، و إذا فسدت فسد الجسد كله، ألا و هي القلب.

سنو جسم میں ایک لوتھڑا ہے اگر وہ سنور گیا تو سارا جسم سنور گیا اور اگر وہ بگڑ گیا تو سارا جسم بگڑ گیا اور سنو وہ دل ہے۔

اے میرے بھائی! اگر ہم دونوں نے اخلاص کا راستہ اپنایا تو ہم دونوں ایک دوسرے کے وعظ سے نفع حاصل کر سکتے ہیں، تم مجھ سے بہتر ہو کہ تم نے سیکھنے کی زحمت (جس میں جھکنا پڑتا ہے) برداشت کی ہے اور مجھ پر اس بات کا نشہ طاری ہو گیا کہ میں سکھانے والا ہوں، برادرم! اگر میں اپنے مسکین نفس پر غلبہ پا لوں اور اسے کہوں: اللہ تعالیٰ نے ہی تجھے علم عطا فرمایا ہے اور تجھے برادران طریقت کو تعلیم دینے کی ذمہ داری سونپی ہے اور علم کو چھپانے والے کو آگ کی لگام پہنائی جائے گی اور تمہاری تعلیم دینے میں محنت و مشقت تمہارے ہی لئے ہے، اے نفس! اپنی حد کے پاس رک جا، شاید تعلیم حاصل کرنے والوں میں کوئی ایسا بھی ہو جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تم سے کہیں زیادہ بڑا ہو اور اسے اللہ تعالیٰ نے تمہارا امتحان لینے کے لئے تمہاری نظروں سے اوجھل رکھا ہو، اس طریقے سے نفس پر غلبہ پا لینے کے بعد ہی اس کی جھوٹی سرکشی ماند پڑ جائے گی اور وہ اپنی حیثیت کو جان لے گا اور اپنی حد کے پاس رک جائے گا اور اسے (اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور باطنی نعمتوں سے) بہت زیادہ حصہ نصیب ہوگا اور (میرے بھائی!) تم بھی اسی طرح نفس پر غلبہ پا کر (اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور باطنی نعمتوں سے) وافر حصہ حاصل کر سکتے ہو۔

اے میرے بھائی! اگر تو اپنے نفس پر غلبہ حاصل کر لے اور اسے تعلیم حاصل

کرنے پر مجبور کردے اور خواہشات کو اتباع شریعت کی چھری سے ذبح کردے اور اپنی عزت، اپنے علم، اپنے حسب ونسب، اپنی دولت اور اپنی روحانی کیفیات کو نظر انداز کر کے حکمت حاصل کرلے تو بہت بڑی کامیابی حاصل کرے گا اور جس نے اپنی ہر ہر سانس پر اپنے نفس کا سختی سے محاسبہ نہ کیا وہ ہمارے ہاں مردوں میں شمار نہیں ہوگا۔

حضرات گرامی قدر! میں کوئی نامی گرامی پیر نہیں ہوں، میں امت مسلمہ کا رہنما نہیں ہوں، میں نہ تو شیریں بیان خطیب ہوں اور نہ ہی بہت بڑا معلم، میرا حشر فرعون کے ساتھ ہوگا اگر میرے دل میں ایک لمحہ بھی یہ خیال آئے کہ میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کسی کا پیر ہوں، ہاں اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت کے ساتھ ڈھانپ لے تو میں کسی عام سے مسلمان جیسا ہوسکتا ہوں، اسلام کی حالت میں دنیا سے جاؤ تو بے فکر ہو کر جاؤ، اسلام ہی اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کا ذریعہ ہے، اگر کوئی غیر مسلم دونوں جہان کی عبادت کے برابر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرلے تب بھی وہ اللہ تعالیٰ سے دور اور اس کی ناراضگی کا شکار رہے گا اور اگر بندہ مسلم رب کریم کی بارگاہ میں دو جہان کے گناہ لیکر بھی حاضر ہو تو اس کے لئے اپنے رب کی بارگاہ میں بندگی کا حصہ پھر بھی ہوگا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

قل یا عبادی الذین أسرفوا علی أنفسهم لا تقنطوا من رحمة الله إن الله یغفر الذنوب جمیعا (سورہ الزمر: 53)

تم فرماؤ! اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بیشک اللہ سب گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کو اسلامی شرائط پر مضبوط کرو، ''مسلمان وہ ہے جس کے

ہاتھ اور اس کی زبان سے مسلمان محفوظ رہیں'' (1) وہ سچے لوگ کہاں ہیں جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے اور خود بھی اس پر عمل کرتے ہیں؟!! کامل ایمان والے کہاں ہیں جو حکمت کو تلاش کرتے ہوئے اس بات کی طرف توجہ نہیں دیتے کہ حکمت کہاں سے حاصل ہو رہی ہے، سچائی اور ایمان کا کمال یہ ہے کہ اپنے آپ کو خود نصیحت کرو اور دوسروں کو فائدہ دو اور جہاں سے دانائی اور حکمت کی بات ملے اسے لے لو (اور اپنے ذھن میں یہ بات راسخ کرلو کہ) تمام اہل طریقت اور درویش مجھ سے بہتر ہیں، میں کچھ بھی نہیں ہوں، صوفی وہ ہے جو اپنے باطن کو کائنات کی تمام کدورتوں سے پاک کرلے اور اپنے آپ کو دوسروں سے منفرد نہ سمجھے، یہی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے ایسے بندے بھی پیدا فرمائے ہیں جنہیں اس نے غیر اللہ کی طرف دیکھنے سے بھی پاک فرمایا ہے، اے میرے بھائی! تو غیر ہے، تیرا نفس غیر ہے اور تیرا غیر بھی غیر ہے، جب بھی اس غیر پر تیری نظر پڑے اور تیرے دل ودماغ میں اس کی شکل اور کیفیت آئے تو یہ بات اچھی طرح ذھن نشین کرلے کہ وہ ہمارے اس رب کا غیر ہے جسے آنکھیں (اس دنیا میں) دیکھ نہیں سکتیں اور عقلیں اس تک دسترس حاصل نہیں کرسکتیں۔

استقامت ھی کرامت ھے

اے میرے برادر طریقت! مجھے تمہارے بارے میں کرامت پر خوش ہونے اور اس کا اظہار کرنے کے حوالے سے خوف ہے، اللہ کے ولی کرامت کو یوں چھپاتے ہیں جیسے عورت حیض کے خون کو چھپاتی ہے۔ برادرم! کرامت عزت عطا فرمانے والے کی

(1) یہ حدیث پاک سے اقتباس ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''المسلم من سلم المسلمون من یدہ ولسانہ'' (صحیح مسلم)

طرف نسبت سے تو عزت والی ہے لیکن ہماری طرف نسبت سے کچھ بھی نہیں ہے، اس لئے کہ جب عزت اور تکریم کو اس زاویئے سے دیکھا جائے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ہے تو یہ امر عظمت والا ہو جاتا ہے اور جب اسی عزت اور تکریم کو حاصل کرنے والے بندے کی نسبت کے زاویئے سے دیکھا جائے تو یہ امر سطحیت اختیار کر جاتا ہے، کامل درویش کرامت کو دوسرے زاویئے سے دیکھتے ہوئے اسے چھپاتا ہے اور اسے اس پہلو سے قبول کرنا قاتل زہر ہے، ہم سب سراپا عار ہیں، ہم سب بھوکے ہیں مگر جسے اللہ تعالیٰ کھلائے، ہم سب راہ گم کردہ ہیں مگر جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے، عقلمند ہر حال میں تنگی اور آسانی میں کریم رب کا دروازہ کھٹکھٹائے، مخلوق اپنے خالق کی بارگاہ میں سراپا کمزوری، عجز، فقر، احتیاج اور فانی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ متقی بندوں کی عزت افزائی یوں فرمائی کہ ان کے ہاتھوں خلاف عادت امور ظاہر فرمائے اور اپنے پاس سے روح الامین کے ذریعے انکی مدد فرمائی اور کائنات میں ان کا چرچا کیا، لیکن وہ ان ساری چیزوں کی بجائے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکر میں مشغول ہو گئے، وہ دنیاوی زندگی میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے اللہ تعالیٰ انہیں اخروی زندگی میں اپنے قرب کی جنت میں ٹھہرائے گا اور جب وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے تو انہیں اپنے کریم چہرے کی طرف دیکھنے کا اعزاز عطا فرمائے گا (رب کریم کا ارشاد ہے)

و أما من خاف مقام ربه و نهى النفس عن الهوى فإن الجنة هي المأوى (سورہ نازعات:40)

اور وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا تو

بیشک جنت ہی ٹھکانا ہے۔

بدترین خواہش اللہ تعالیٰ کے غیروں کو دیکھنا ہے اور خالق کو چھوڑ کر مخلوق کے ساتھ مشغول ہونا ہے۔ کسی بھی چیز میں غیر اللہ کی تھوڑی یا زیادہ، کلی یا جزوی تاثیر کا عقیدہ رکھنا شرک ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا:

يا غلام إني أعلمك كلمات، احفظ الله يحفظك، احفظ الله تجده تجاهك، إذا سألت فاسئل الله، و إذا استعنت فاستعن بالله، و اعلم أن الأمة لو اجتمعن على أن ينفعوك بشيء لم ينفعوك بشيء قد كتبه الله لك و إن اجتمعوا على أن يضروك بشيء لم يضروك إلا بشيء قد كتبه الله عليك رفعت الأقلام و جفت الصحف.

(الجامع الصغير)

اے بچے! اللہ تعالیٰ کو یاد رکھو، اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائے گا، اللہ تعالیٰ کو یاد رکھو، تم اس (کی رحمت) کو اپنی طرف متوجہ پاؤ گے، اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگو اور جان لو کہ اگر سب لوگ تمہیں نفع پہنچانا چاہیں تو وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے لکھے ہوئے (تقدیر) کے علاوہ کچھ نفع نہیں پہنچا سکتے اور اگر وہ سب تمہیں نقصان پہنچانا چاہیں تو وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے لکھے ہوئے (تقدیر) کے علاوہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے، قلم اٹھا لئے گئے اور صحیفے خشک ہو گئے۔

حلاج کا قول

مختلف لوگ مختلف گروہوں میں بٹ گئے اور ایک ایسا شخص جس کی تعریف کم ہی ہوتی ہے(1) ان لوگوں کے ساتھ ہی رہ گیا جو ذلت، ٹوٹ پھوٹ، مسکنت اور بے چینی کا شکار ہیں، اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنے سے بچو، ''اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے؟؟!!''(2) لوگ حلاج سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ''أنا الحق'' کہا اور حلاج کے ایسے شعر بھی ذکر کرتے ہیں جن سے وحدت الوجود کا گمان ہوتا ہے، یہ سب کچھ اور ایسا ہر کلام باطل ہے، میں حلاج کو واصل نہیں جانتا اور میرا خیال ہے کہ وہ (أنا الحق کہتے ہوئے اور مشتبہ شعر کہتے وقت) پہنچے ہوئے نہیں تھے، میرے خیال میں حلاج واصل تھا نہ اسے (بارگاہ رب العزت میں) حضوری حاصل تھی، میرے خیال میں حلاج نے فقط ایک سنی تو اسے خوش گمانی کہیں سے کہیں لے گئی، جو شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب حاصل کرے اور اس کے دل میں خوف خدا کا اضافہ نہ ہو تو وہ آزمائش کا شکار ہے (تصوف کی راہ پہ چلنے والو!) تم ایسی باتیں کہنے سے دور رہو، ایسی باتیں سراسر باطل ہیں، سلف صالحین نے ایسی حدود کا تعین کر رکھا تھا جن سے وہ تجاوز نہیں کرتے تھے، میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا جاہل کے علاوہ کوئی حد سے تجاوز کرتا ہے؟! کیا محبت میں اندھے کے علاوہ کوئی اندھا دھند چلتا ہے؟ یہ کیا سرکشی ہے؟ یہ سرکشی اپنی بھوک، پیاس، نیند، درد، فاقے، بڑھاپے اور ٹوٹ پھوٹ کی وجہ سے (وحدت کے دعوے میں) جھوٹا

(1) حضرت اپنے آپ کی طرف انتہائی عاجزی اور انکساری سے اشارہ فرما رہے ہیں۔

(2) یہ قرآن سے اقتباس ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: و من أظلم ممن افترى على الله كذبا (سورہ ہود:18)

ہے، اس سرکشی کو موت کی خبر نہیں (جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا:)

لمن الملک الیوم (سورہ غافر:16)

آج کس کی بادشاہی ہے۔

بندہ جب اپنے برادران طریقت کے ساتھ ذکر کی مجلس میں حد سے تجاوز کرتا ہے تو اسے ناقص شمار کیا جاتا ہے، حد سے تجاوز کرنا ادھورے پن کی علامت ہے جو ادھورے انسان کے سر پر لٹکتی رہتی ہے اور اس کے خلاف اپنی حیثیت سے بڑھ کر دعوی کرنے، غافل متکبر اور محجوب ہونے کی گواہی دیتی ہے، یہ شخص لوگوں کے سامنے (اپنے آپ پر) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار کرے لیکن شرعی حدود کو سامنے رکھے اور قول و فعل میں اللہ تعالیٰ کے حقوق کو پیش نظر رکھے، ولایت فرعونیت یا نمرودیت نہیں، فرعون نے اپنی رعیت سے کہا تھا:

أنا ربکم الأعلى (سورہ نازعات:24)

میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں۔

سیدالانبیاء کا ارشاد گرامی ہے:

لست بملک

میں بادشاہ نہیں ہوں۔

نبیوں کے سردار نے اپنے اس فرمان کے ساتھ برتری، امارت اور فوقیت کو پاش پاش کر دیا ہے، صوفی اور ولی کہلانے والے لوگ برتری امارت اور فوقیت کی نہ جانے کیسے جرأت کرتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

و امتازوا الیوم أیها المجرمون (سورہ یسین:59)

اور آج الگ پھٹ جاؤ اے مجرمو۔

یہ تو کفار کو ارشاد فرمائے گا جبکہ اہل ایمان کو اللہ تبارک وتعالی نے اپنی بارگاہ کے فقیر قرار دیا ہے، اس کا ارشاد گرامی ہے:

یا أیها الناس أنتم الفقراء إلی الله (سورہ فاطر:15)

اے لوگو تم سب اللہ کے محتاج ہو۔

میں جو کچھ آپ کو کہہ رہا ہوں یہ تصوف کا علم ہے، لوگو یہ علم سیکھو، اس لئے کہ اللہ تعالی کی طرف کھینچنے اور بلانے کے اسباب ہمارے زمانے میں کم پڑ گئے ہیں، ہر تکلیف کی شکایت صرف اللہ تعالی کی بارگاہ میں عرض کرو، عقل مند کسی بادشاہ یا حکمران کے سامنے اپنی تکلیفیں بیان نہیں کرتا، اس کے سارے کام اللہ تعالی کی رضا کے لئے ہوتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت

شکر اور زھد

حضرات گرامی قدر! میں نے آپ کو جو کچھ کہا اس پر خود بھی عمل کیا اور اسے اپنایا، اس لئے (میرا کہا ہوا) میرے خلاف دلیل نہیں ہے۔ اگر تم کسی واعظ، قصہ گو یا معلم کو دیکھو تو اس سے اللہ تعالی، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دین کے ائمہ کی بات سنو جو عدل کے ساتھ فیصلہ کرتے ہیں اور حق بات کہتے ہیں اور اگر کوئی واعظ قصہ گو یا معلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے خلاف کوئی بات کہے تو ایسی بات اسکے منہ پر دے مارو، عظمت والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کرنے سے اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

فلیحذر الذین یخالفون عن أمره أن تصیبهم فتنة أو

فلیحذر الذین یخالفون عن أمره أن تصیبهم فتنة أو یصیبهم عذاب ألیم (سورہ نور:63)

وہ جو رسول کے حکم کے خلاف کرتے ہیں کہ انہیں کوئی فتنہ پہنچے یا ان پر دردناک عذاب پڑے۔

ملک عراق مشائخ کا عقیدت مند اور اولیاء کا پیروکار تھا، بڑے بڑے لوگ چلے گئے، میں تمہیں اللہ تعالی کی یاد دلاتے ہوئے ان بزرگوں کی اتباع کے لئے کہتا ہوں، ان کے بعد اچھے اخلاق اپناؤ اور ان کے بعد سچ کی صحبت اختیار کرو اور اللہ تبارک وتعالی کے اس فرمان کے مظہر نہ ہو:

فخلف من بعدهم قوم أضاعوا الصلوة و اتبعوا الشهوات (سورہ مریم:59)

تو ان کے بعد ان کی جگہ وہ ناخلف آئے جنہوں نے نمازیں گنوائیں اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے۔

اے میرے برادران طریقت! کل مجھے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں شرمندہ نہ کرنا میں نے تمہیں نیک اعمال پر چھوڑا ہے، فقیر کا ہر سانس قیمتی ہے، اوقات کو ضائع کرنے سے بچو، اس لئے کہ وقت ایسی تلوار ہے کہ اگر فقیر اسے نہ کاٹے تو وہ تلوار اس فقیر کو دولخت کر دیتی ہے، اللہ تبارک وتعالی نے ارشاد فرمایا:

ومن یعش عن ذکر الرحمن نقیض له شیطانا

(سورہ زخرف:36)

اور جسے رتوند آئے رحمٰن کے ذکر سے ہم اس پر ایک شیطان تعینات کریں۔

ادب کا راستہ اختیار کرو، اسلئے کہ ادب دروازہ ہے، حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: جس نے اپنے ذمے اللہ تعالیٰ کے آداب کو نہیں پہچانا وہ اللہ تعالیٰ کے امر ونہی کا ادب بجا نہیں لایا اور وہ ادب سے محروم ہوگا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

إنما يخشى الله من عباده العلماء (سورہ فاطر:28)

اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ نفع دینے والے ادب کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''دین کی سمجھ حاصل کرنا، دنیا سے بے رغبت ہونا، اپنے بندے پر اللہ تعالیٰ کے حقوق کو جاننا۔''

حضرت سھل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے اپنے نفس کو ادب کے ذریعے قابو میں کیا وہ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گا۔''

مشائخ کے ساتھ باادب ہونا بھی ادب کا حصہ ہے، جو شخص مشائخ کی دعائیں نہیں لیتا بلکہ ان کی دلآزاری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر ایسے کتے مسلط کر دیتا ہے جو اسے اذیت دیتے ہیں، اپنے سے بڑے کے ساتھ ادب اس کی خدمت ہے، اپنے برابر والے کے ساتھ ادب اس کے لئے ایثار ہے، اپنے آپ سے چھوٹے کے ساتھ ادب شفقت، تربیت اور نصیحت ہے اور اللہ کے ولی کے ساتھ ادب موافقت ہے اور مخلوق کے ساتھ ایک دوسرے کو نصیحت کرنا ہے اور نفس کے ساتھ ادب اس کی مخالفت ہے اور شیطان کے ساتھ

عداوت ہے، بندے کا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو ٹھکرانا نعمتوں کے چھن جانے کے اسباب میں سے ہے، ہم ان لوگوں میں سے ہیں جن پر نہ تو خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے، اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو نعمت عطا فرماتا ہے اسے واپس نہیں لیتا، نعمت کا شکر یہ اسکی قدر و قیمت پہچاننا ہے اور جو شخص چاہتا ہے کہ اس پر نعمت ہمیشہ رہے تو وہ نعمت کی قدر و قیمت پہچانے اور جو شخص نعمت کی قدر و قیمت جاننا چاہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے مطابق یہ ہے کہ: شکر، یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اس کی نافرمانی میں استعمال نہ کرے، دل کا نعمت عطا فرمانے والے کے ادب کی راہ میں کھڑے ہونا شکر ہے، شکر، یہ ہے کہ انسان اپنے رب سے ایسے ڈرے جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے اور وہ اس طرح کہ رب کی اطاعت پوری کی جائے کہ اس کی نافرمانی نہ کی جائے اور اس کو یوں یاد کیا جائے کہ اسے بھلایا نہ جائے، نعمتیں عطا فرمانے والے رب کو ناراض کرنے والے امور کو چھوڑنا شکر ہے، نعمت کی طرف نہیں نعمتیں عطا فرمانے والے رب کی طرف متوجہ ہونا ہے شکر ہے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک رات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے پھر آپ میرے ساتھ میرے لحاف میں داخل ہوئے یہاں تک کہ میری جلد نے آپ کی مبارک جلد کو چھوا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر کی بیٹی مجھے اپنے رب کی عبادت کرنے کی اجازت دو، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے آپ کا قرب پسند ہے اور پھر میں نے آپ کو اجازت عرض کی پھر آپ پانی کی ایک مشکیزے کے طرف بڑھے اور آپ نے اچھی طرح وضو کیا پھر

آپ کھڑے ہو کر نماز میں مشغول ہو گئے، تب آپ اتنا روئے کہ آپ کے سینے پر آپ کے آنسو بہنے لگے پھر آپ نے رکوع کیا تب پھر آپ اتنا روئے پھر آپ نے سجدہ کیا تب پھر آپ روئے پھر آپ نے سر اٹھایا تب بھی روئے، آپ اسی طرح نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ بلال آئے اور انہوں نے آپ کو نماز باجماعت کی تیاری کی خبر کی، اس وقت میں نے آپ سے عرض کی: یارسول اللہ آپ کو کس بات نے اس قدر رلایا؟ حالانکہ آپ کے رب نے آپ (کی امت) کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے ہیں تب آپ نے فرمایا: کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

حضرت داؤد علیہ السلام اپنے رب کی بارگاہ میں یوں عرض گذار ہوئے: "اے رب میں تیرا شکر کیسے ادا کروں اس حال میں کہ میری طرف سے تیرا شکر بجالانا بھی تیری ہی ایک نعمت ہے" اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی: "اے داؤد اب تو نے شکر ادا کیا ہے۔"

نعمتیں عطا فرمانے والے کی تلاش اور دنیا و مافیہا کو ٹھوکر مار دینا شکر ہے، نعمتوں سے مالامال کرنے والے رب کی تلاش زھد کے ذریعے ممکن ہے اور زاھد وہ ہے جو دنیا کو ترک کر دے اور اسے لیتے ہوئے اس کی پرواہ نہ کرے، امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

دنیا تخادعني كأني   لست أعرف حالها

ذم الإله حرامها   و أنا اجتنبت حلالها

بسطت إلي يمينها   فكففتها و شمالها

و رأيتها محتاجة   فوهبت جملتها لها

☆ دنیا مجھے دھوکا دینا چاہتی ہے کہ میں اس کا حال نہیں جانتا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے حرام کی مذمت فرمائی اور میں نے اس کے حلال سے بھی گریز کیا۔

☆ دنیا نے اپنا دایاں ہاتھ میری طرف بڑھایا تو میں نے اس کے دائیں اور بائیں دونوں کو جھٹک دیا۔

☆ میں نے دنیا کو محتاج سمجھ کر اس کا سارا مال و متاع اسے ہی سونپ دیا۔

پورے قرآن پر ایمان

حضرات ذی وقار! میں آپ کو دنیا سے بچنے اور اغیار کی طرف دیکھنے سے ڈراتا ہوں، معاملہ انتہائی مشکل ہے اور ناقد بہت دور رس نگاہ رکھنے والا ہے، فضول امور، غفلتوں، جہالتوں اور بدعتوں سے بچو، ساری کائنات سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کو تلاش کرو، جو سب کچھ چھوڑ دے گا وہ سب کچھ پالے گا اور جو سب کچھ پانا چاہے گا سب کچھ کھو بیٹھے گا، اپنی جستجو میں وحدت کو پیش نظر رکھو اس وحدت میں ساری مرادیں بر آئیں گی، جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچ گیا اسے سب کچھ مل گیا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک رسائی نصیب نہ ہوئی وہ بے مراد رہا، افسوس، افسوس، تمہیں خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں: اللہ تعالیٰ کی معرفت عبادت وریاضت کا پھل ہے۔

جو شخص اپنی ذات کے خول اور غیر کی تاثیر سے نکل گیا وہ جہالت کی قید سے نکل گیا، تصوف ویسا نہیں ہے جیسا تم نے سمجھ رکھا ہے، اونی جبے اور تاج کا پہننا تصوف نہیں

ہے جس کا ظاہر شریعت کی تابانیوں اور باطن محبت کے شعلوں سے خالی نہ ہو، وہ اس شان سے تصوف کی راہ پر گامزن ہوتا ہے کہ شریعت کا دامن نہیں چھوڑتا حالانکہ اس کا دل محبت کی آگ میں لوٹ رہا ہوتا ہے، صوفی کا ذوق وشوق اس کا ایمان ہے، اس کا ٹھہراؤ یقین ہے:

''احسان (1) یہ ہے کہ تو رب کی عبادت یوں کرے جیسے تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اس معیار کی عبادت نہیں کر سکتا تو پھر وہ تو یقیناً تجھے دیکھ رہا ہے'' (2) سچے اور تصدیق شدہ نبی نے اسی طرح ارشاد فرمایا ہے، آپ نے ہم پر احسان کو لازم فرمایا ہے اور احسان یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں (سراپا ادب واخلاص بن کر) حاضر ہوں جیسے ہم اسے دیکھ رہے ہیں اور اس سے تو کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے، سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا علم ہے پھر اس کا حکم ہے اور پھر امکان ہے (3) پھر تکوین وتخلیق ہے، پھر پابندی ہے، پھر وصل و فرقت (4) ہے، بندگی کی سچائی یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کی بارگاہ میں سر تسلیم خم کر دے، جب درویش اپنی ذات کے لئے انتقام لیتا ہے تو مشقت میں پڑ جاتا ہے اور جب وہ اپنا

(1) احسان کا لفظی معنی ہے کسی کام کو اچھی طرح سرانجام دینا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان کا جو مفہوم بیان فرمایا ہے اسے صوفیہ کرام نے اپنا نصب العین بنایا ہے اور اس حدیث کو حدیث جبریل کے عنوان سے جانا جاتا ہے۔

(2) یہ حدیث نبوی سے اقتباس ہے جسے سیدی رفاعی رحمہ اللہ نے بہت خوبصورتی سے اپنی گفتگو کی زینت بنایا ہے، حدیث پاک کے الفاظ یوں ہیں: الإحسان أن تعبد الله كأنك تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراك (رواه الشيخان)

(3) کسی بھی چیز کا وجود اللہ تعالیٰ کے ارادے اور حکم کے بغیر ممکن نہیں۔

(4) وصل وفرقت سے مراد اللہ تعالیٰ کے دامن سے وابستگی اور اس کے ساتھ تعلق سے محرومی ہے۔

معاملہ اپنے مولا کے سپرد کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے خاندان اور برادری سے ہٹ کر کسی کے ذریعے اس کی مدد فرماتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب بنا کر اپنی بارگاہ کی طرف لوگوں کو بلانے والا پیشوا بنایا ہے، جو ہمارے پیچھے چلا وہ ہدایت پا گیا اور جو ہمارے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے گا نفع پائے گا، سچی بات کہی جاتی ہے، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے ہیں، جو کوئی ہم سے کچھ چھیننا چاہے اپنی پونجی کھو بیٹھے گا اور ہم پر بھونکنے والا کتا خود خارش زدہ ہو جائے گا اور ہمیں مارنے کا ارادہ کرنے والا خود پٹ جائے گا اور ہماری دیوار سے اپنی دیوار اونچی کرنے کی کوشش کرنے والا خود تباہ وبرباد ہو جائے گا۔

إن الله يدافع عن الذين آمنوا (سورہ حج:38)

بیشک اللہ بلائیں ٹالتا ہے مسلمانوں کی۔

النبی أولى بالمؤمنين من أنفسهم (سورہ اعراف:196)

یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے۔

ارواح کی تابانیوں کا انکار اللہ تعالیٰ کی نصرت سے بے خبر ہونے کی علامت ہے:

إن وليي الله الذى نزل الكتاب وهو يتولى الصالحين (سورہ اعراف:196)

بیشک میرا والی اللہ ہے جس نے کتاب اتاری اور وہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اولیائے کرام ان کے معاونین اور ان کی مجالس میں آنے جانے والے

لوگوں کا ان کی زندگی میں اور مرنے کے بعد ان کا خصوصی سرپرست ہوتا ہے' خواہ انہیں
اس کا علم ہو یا نہ ہو' بندہ اگر رحم دل ہو تو وہ سونے والے شخص کا برہنہ جسم ڈھانپ دیتا ہے اور
اس کے جاگنے پر اس سے اپنے اس عمل کا ذکر بھی نہیں کرتا اور اسی طرح ضرورت مند کو
جتلائے بغیر اس تک مال پہنچا دیتا ہے (جب رحم دل بندے کا یہ حال ہے تو) اللہ جو نہایت
مہربان، انتہائی رحم فرمانے والا، عزت وعظمت کا مالک اور بہت کرم فرمانے والا ہے اپنے
ولی اور بندے کا بدلہ ایسے لیتا ہے کہ اس بندے کو بھی خبر نہیں ہوتی اور اسے ایسی جگہ سے
رزق عطا فرماتا ہے جو اسکے وہم وگماں سے بالا ہوتی ہے، اس بندے کو اللہ تعالیٰ کا فضل و
کرم قوت اور کدورت کے پانی میں ڈوبنے سے بچاتا ہے۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی پناہ لی وہ
بچ گیا اور جو غیروں کے ساتھ ہوا وہ پشیمانی کا شکار ہوا۔

سیدی حضرت منصور ربانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی پناہ اس پر
بھروسہ کرنے اور اپنے خیالات کو اس کے غیر سے پاک کرنے میں ہے، صوفیہ کرام نے
ہماری رہنمائی فرمادی اور ہمیں سیدھا راستہ بتادیا اور کتاب وسنت کے خزانوں پر پڑے
ابہام کے پردے ہٹادیئے، انہوں نے ہمیں اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
ادب کی حکمت سمجھادی، ''یہی لوگ ہیں جن کا ہمنشیں بدنصیب نہیں رہتا'' (1) اور
ہر ایماندار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو جانتا ہے اور صوفیہ کرام سے محبت کرتا ہے اور ان
کی پیروی کرتا ہے۔

---

(1) سیدی احمد رفاعی کی گفتگو کا یہ حصہ حدیث نبوی سے اقتباس ہے، حدیث کے الفاظ ہیں: ''ھم قوم لا یشقی
جلیسھم'' (رواہ الشیخان)

مجاھدہ میں اخلاص

حضرات گرامی قدر! صوفیہ کرام نے سچی نیتوں، کثیر مجاھدات کے خالص
ارادوں، مراقبات اور اطاعتوں کی پابندی اور تمام ناپسندیدہ امور پر صبر کے ہمراہ اللہ تعالیٰ
کے ساتھ عہد کیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا:

رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه (سورہ احزاب:23)

کچھ وہ مرد ہیں جنہوں نے سچا کردیا جو عہد اللہ سے کیا تھا۔

وہ بلند ہمتی اور دانشمندی کے ساتھ بلند مرتبہ امور بجالائے، وہ نیند کی لذتوں سے
کنارہ کش ہوگئے، انہوں نے کھانا پینا چھوڑ دیا اور رات کی تاریکیوں میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ
میں حاضر ہوگئے، انہوں نے (نفس کی خواہش پر) کھانا پینا چھوڑ دیا، رات کی تاریکیوں
میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہوگئے اور انہوں نے راتوں کو جاگ کر انتہائی عاجزی
کے ساتھ کھڑے ہوکر رکوع میں اور سجدہ ریز ہوکر اللہ کی عبادت کی اور انہوں نے اپنے
مقصد کو حاصل کرنے کیلئے اپنے محرابوں میں اپنے محبوب (جل جلالہ) کو منانے کی اتنی
کوشش کی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے انس اور قرب کے مقام پر فائز ہوگئے اور ان کے لئے اللہ
تعالیٰ کے اس ارشاد کا راز کھلا:

إنا لا نضيع أجر من أحسن عملا (سورہ الکھف:30)

ہم ان کے نیک (اجر) ضائع نہیں کرتے جن کے کام اچھے ہوں۔

تب اللہ تعالیٰ نے انہیں بلند درجہ اور اپنی بارگاہ میں قرب کا مرتبہ عطا فرمایا اور اللہ
تعالیٰ کے قرب سے شادکام ہونے والا (اس کے بندوں کے بھی) قریب ہوتا ہے اور

محبوب کے دوستوں کا قرب پانے والا بھی محبوب ہوتا ہے، ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے دوستوں اور ان سے محبت رکھنے والوں کا محبوب ہوتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی محبوبیت حاصل ہوتی ہے، اسے اللہ تعالیٰ سے محبت کی برکت محبوبیت کے درجے تک پہنچا دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ جسے جتنی محبوبیت دینا چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے۔

اولیائے صالحین کی محبت

حضرات ذی وقار! اللہ تعالیٰ کے ولیوں کا قرب حاصل کرو، جس نے اللہ تعالیٰ کے دوست سے محبت رکھی اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی اور جس نے اللہ تعالیٰ کے دوست سے دشمنی رکھی ایسے شخص نے اللہ تعالیٰ سے دشمنی مول لی، اے میرے بھائی! کیا تو ایسے شخص سے محبت کرے گا جسے میرے دشمن سے محبت ہے؟ نہیں خدا کی قسم نہیں، اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کے لئے ناراض ہوتا ہے، انتقام لیتا ہے اور قہر بھی نازل فرماتا ہے، قارئین کرام! اگر کوئی آپ کے دوست سے محبت کرے تو کیا آپ اس سے نفرت کریں گے؟ نہیں خدا کی قسم آپ ایسا نہیں کریں گے، اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے کہیں زیادہ کریم ہے، وہ اپنے ولی سے محبت کرنے والوں پر احسان فرماتا ہے اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہے اور انہیں انعام سے نوازتا ہے اور ان کی عزت افزائی فرماتا ہے، وہ کرم کرنے والوں سے ہیں زیادہ کریم ہے اور رحم کرنے والوں سے کہیں زیادہ رحیم ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر ہو ہی جاتا ہے جسے میں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیا وہ قریب ہے اور جسے میں (اس کی دریدہ دہنی اور گستاخی کے باعث دعاء کے ذریعے) اللہ تعالیٰ سے دور کر دیا وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہے، اے ہم سے دور ہونے

والے! اے ہماری ناراضگی کا شکار ہونے والے! اے مسکین شخص! تمہاری ہم سے دوری اور ہماری تم سے ناراضگی تمہاری طرف سے نہیں اگر تمہارے من میں صلاحیت کی خوبی، اللہ تعالیٰ اور اس کے ولیوں سے محبت کا جذبہ موجود ہوتا تو ہم تمہیں اپنی طرف کھینچ لیتے خواہ تو ہمارے قریب ہونا چاہتا یا نہ چاہتا اور پھر تمہاری تربیت کرنا اپنے ذمے لے لیتے، لیکن سچی بات کہی جاتی ہے، تجھے تیری قسمت نے ہم سے دور کر دیا اور تو صلاحیت نہ ہونے کے باعث ہم سے کٹ گیا اور اگر ہم تجھے اپنوں میں شمار کر لیتے تو تو ہم سے دور نہ جا سکتا، اے میرے بھائی! تو مجھ سے دل کا علم حاصل کر لے، ذوق کا علم لے لے اور شوق کا علم سیکھ لے، اے ذوق وشوق اور علم کی صلاحیت سے محروم شخص! تجھے مجھ سے کیا حاصل ہوگا؟ تیرا دل میرے سامنے کھول کے رکھ دیا گیا ہے۔

العارف و المغبون

اے میرے بھائی! اگر تو میری نصیحت کو دل لگا کر سنتا تو یقیناً میری اتباع بھی کرتا اور مجھے یہ مت کہنا: ''اگر آپ میری دستگیری کرتے تو میں آپ کی پیروی کرتا'' میرا کام نصیحت کرنا ہے اور تم پر ہر حال میں سننا اور اتباع کرنا ہے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس نے جو کچھ تمہارے مقدر میں لکھ دیا ہے اس سے راضی رہو اور اس کی یاد سے مانوس ہو جاؤ تب تم اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں سے ہو جاؤ گے، جس نے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لی اس کا ہر غم دور ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ کی معرفت اسے حاصل ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف یوں متوجہ ہوا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت کی اور اس کا دل مخلوق کی محبت سے خالی ہو گیا۔

حضرات ذی احتشام! جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں عمر بسر کی وہ خسارے میں ہے اور زاہد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے والی ہر چیز کو چھوڑ دے اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے والا ہی آگے بڑھنے والا ہے اور جواں ہمت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی علاوہ کسی کی طرف متوجہ نہ ہو (یعنی ہر لمحہ ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا پیش نظر ہو، مترجم) اور قوت والا وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مضبوط تعلق کے ذریعے قوت حاصل کرلے، تم پر لازم ہے کہ تم اپنے عقیدہ توحید کو شکوک وشبہات سے پاک رکھو، وہ یوں ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی یکتائی کے پیش نظر تم اس کے غیر کی طرف نظر اٹھانے سے بھی بچو، اگر تم نے اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہوئے "یا اللہ" کہا تو تم نے اسے اس کے اسم اعظم کے ساتھ یاد کیا لیکن تم اسم اعظم کی عظمت سے محروم رہے ہو کیونکہ تم نے اللہ تعالیٰ کا ذکر اس کی عظمت وجلالت کو سامنے رکھ کر نہیں اپنی اوقات میں ہی کیا ہے، اللہ تعالیٰ کی یاد کو دل میں بسانا سب سے بڑی تونگری ہے اور بہت بڑی مفلسی یہ ہے کہ ہمیشہ زندہ رہنے والے رب سے غافل ہو کر فانی زندگی والی مخلوق سے مانوس رہا جائے اور خالق سے غافل ہو کر مخلوق کی طرف جھکنا دلوں پر پڑنے والے بدترین حجابات میں سے ہے اور سنو! دل معرفت کی کان ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

ان فی ذلک لذکریٰ لمن کان له قلب (سورہ ق:37)

بیشک اس میں نصیحت ہے اس کے لئے جو دل رکھتا ہو۔

نیز اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

و من یعظم شعائر الله فإنها من تقوی القلوب

اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

(سورہ حج:32)

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک رسائی

حضرات گرامی قدر! جو شخص اپنی باطن کو غیر اللہ کی طرف توجہ کی آفتوں سے محفوظ رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ڈرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے دوریوں سے نکلنے کی راہیں آسان فرمادے گا اور اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو اپنی ذات کے مشاہدے اور اپنی بارگاہ میں قرب کی نعمت سے یوں سرفراز فرماتا ہے کہ اس شخص کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا، جس انسان نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے اپنے رب کی معرفت حاصل کرلی اور جس نے یہ جان لیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے تو وہ اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے لٹا دیتا ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی:

سنو! جس نے مجھے پہچان لیا وہ میرا قصد کرے گا اور مجھے طلب کرے گا اور جس نے مجھے تلاش کیا وہ مجھے پالے گا اور جو مجھ پالے گا وہ مجھ چھوڑ کر کسی کو محبوب نہیں بنائے گا۔

عجبت لمن یقول ذکرت ربی

و هل أنسی فأذکر من نسیت

أموت إذا ذکرتک ثم أحیا

و لو لا ماء و صلکما حییت

فأحیی بالمنی و أموت شوقا

فکم أحیا علیک و کم أموت

شربت الحب كأسا بعد كأس

فما نفد الشراب و ما رويت

☆ مجھے ایسے شخص پر تعجب ہے جو یہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے رب کو یاد کیا اور کیا میں اپنے رب کو بھولتا بھی ہوں کہ اس بھولے ہوئے کو پھر سے یاد کروں (یعنی اسے ہمیشہ یاد کرتا ہوں)

☆ میں جب تجھے یاد کرتا ہوں تو مر جاتا ہوں پھر جی اٹھتا ہوں اور اگر تیرے وصل کا پانی نہ ہوتا تو میں زندہ نہ رہتا۔

☆ میں (تیرے وصال کی آرزو میں) جی اٹھتا ہوں اور تیری محبت میں مر جاتا ہوں، میں تیری محبت میں کتنی بار جیتا مرتا رہوں گا۔

☆ میں نے محبت کے جام پر جام پیے پھر بھی نہ تو محبت کی شراب کم ہوئی اور نہ ہی میں سیراب ہوا۔

قارئین ذی وقار! اللہ تعالیٰ کے ذکر کو عادت بنا لو، اسلئے کہ ذکر وصل حق کا مقناطیس اور قرب الٰہی کا ذریعہ ہے، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا اللہ تعالیٰ کے کرم سے سدھر جاتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سدھر گیا وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچ گیا، دلوں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر مشائخ کی برکت سے ہی قرار پکڑتا ہے، ''انسان اپنے بہت ہی عزیز دوست کے دین پر ہوتا ہے'' (1) اے رب کے متلاشی لوگو! ہم سے ربط بڑھاؤ،

---

(1) حضرت سیدنا رفاعی کی گفتگو کا یہ حصہ حدیث نبوی سے لیا گیا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: المرء علی دین خلیله فلینظر أحدكم من يخالل (انسان اپنے بہت ہی عزیز دوست کے دین پر ہوتا ہے، تمہیں چاہیے کہ تم اس بات کا خیال رکھو کہ تمہیں کس کے ساتھ اس درجہ کی محبت ہے۔)

ہماری صحبت آزمودہ تریاق ہے اور ہم سے دوری زہر قاتل ہے، اے نادان! کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ تو اپنے علم کے باعث ہم سے بے نیاز ہے؟ عمل کے بغیر علم کا کیا فائدہ؟ اخلاص کے بغیر عمل کا کیا فائدہ؟ اخلاص ایک پر خطر راہ کے کنارے پر ہے، تجھے عمل پر کون برانگیختہ کرے گا؟ تجھے دنیا کے زہر سے کون بچائے گا؟ اخلاص حاصل ہونے کے بعد کون تمہیں بے خطر راستہ دکھلائے گا؟

فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون (سورہ لقمان:15)

تو اے لوگو اعلم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔

ہمیں بہت زیادہ علم اور خبر والے رب نے منزل پر پہنچنے کا یہی طریقہ بتایا ہے، اے علم کے خمار میں مست نادان! تو سمجھتا ہے کہ تو اہل علم میں سے ہے؟ اگر تو ان میں سے ہوتا تو تجھے ان کے مرتبہ و مقام کا بھی اندازہ ہوتا، اگر تو اہل علم میں سے ہوتا تو غور و فکر کے پھل سے محروم نہ ہوتا، مجھے تیری کم فہمی کے حجاب نے ہی مشائخ سے دور رکھا ہے، تجھے تیرے عمل (علمی غرور) نے ہی تباہ کیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللهم إني أعوذ بك من علم لا ينفع

اے اللہ میں بے ثمر علم سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

اے مشائخ کی صحبت سے محروم انسان! ہمارے (مشائخ کے) دروازوں سے وابستہ ہو جاؤ، ہمارے دروازوں پر تمہارا ہر لحہ اور ہر مرحلہ اللہ تعالیٰ کی طرف اور اعلیٰ درجے کی طرف لے جانے والا ہو گا، اللہ تعالیٰ کی طرف صوفیہ کرام کا رجوع ایک حقیقت ہے، ارشاد ربانی ہے:

واتبع سبیل من أناب (سورہ لقمان:15)

اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا۔

اے اپنے آپ کو صوفی ظاہر کرنے والے! یہ کیا بے مقصدیت ہے؟ سچا صوفی بن جاتا کہ ہم تمہیں صوفی کہہ کر پکاریں۔

پیارے! کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ تجھے طریقت اپنے باپ کی طرف سے ورثے میں ملے گی یا یہ تیرے دادا سے چلی آرہی ہے؟ یہ نعمت تیرے پاس عمرو اور بکر کی طرف سے آجائے گی اور تیرے شجرہ نسب میں داخل ہو جائے گی؟ تیرے کرتے کی جیب یا تیری ٹوپی کے کنارے پر نقش ہو جائے گی؟ تو نے اونی کپڑے، عمدہ ٹوپی، لاٹھی، گدڑی، خوبصورت لباس اور بڑے سے عمامے کو طریقت سمجھ لیا ہے؟ نہیں! اللہ کی قسم نہیں! اللہ تبارک وتعالیٰ ان تمام چیزوں کی طرف نظر نہیں فرماتا بلکہ وہ تو تمہارے دل کی طرف نظر فرماتا ہے کہ اس میں اپنا راز اور اپنے قرب کی برکت کیسے ڈالے اور تم جیسے علم کے دعویدار کا دل عمدہ ٹوپی، گدڑی، تسبیح اور پالان کے نشے میں چور ہوتا ہے، معرفت کے نور سے خالی یہ عقل کس کام کی؟ عقل کے جوہر سے خالی یہ سر کس کام کا؟ اے نادان! تو صوفیہ کرام کے راستے پر تو چلا نہیں لیکن ان کا لباس پہنتا ہے۔

اللہ والوں کے حلقے میں بیٹھنا

اے میرے بھائی! کیا یہ خوب ہوگا کہ تو اپنے دل کو خوف خدا کا لباس پہنائے اور اپنے ظاہر کو ادب کا لباس پہنائے، اپنے نفس کو ذات کا لباس پہنائے اور اپنی انانیت کو مٹنے کا لباس پہنائے اور اپنی زبان کو ذکر کا لباس پہنائے تو تم ان حجابات سے نجات پالیتے

جن میں سب الجھے ہوئے ہو، اس کے بعد تم صوفیوں کا یہ لباس پہنتے تو تمہارے لئے بہتر ہوتا بلکہ بہت بہتر ہوتا، میرے بھائی! تمہیں یہ بات کیسے سمجھائی جائے جبکہ تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہاری ٹوپی صوفیوں کی ٹوپی جیسی ہے اور تمہارا لباس ان کے لباس جیسا ہے، ہرگز نہیں بلکہ ظاہری صورتیں ملتی جلتی ہیں لیکن دل مختلف ہیں، اگر تو باشعور ہوتا تو اپنے ماں باپ، اپنے دادا اور چچا، اپنے کرتے اور ٹوپی، اپنے تخت اور مرتبہ ومقام سے الگ ہو جاتا اور اللہ کی توفیق سے اس کی رضا کیلئے ہمارے پاس آتا اور حسن ادب حاصل کرنے کے بعد درویش کا لباس پہنتا اور میرا خیال ہے کہ ادب سے آشنا ہونے کے بعد تم خود بخود خوشنما لباس اور اللہ تعالیٰ سے دور کرنے والے عوارض سے دور ہو جاتے۔

اے مسکین! تو اپنے وہم، اپنے خیال، اپنے جھوٹ، اپنے غرور اور اپنی خود پسندی کے ساتھ اپنی انانیت کی نجاست اٹھاتے ہوئے چل رہا ہے اور پھر بھی تو اپنے آپ کو کچھ سمجھتا ہے؟! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ تو اضع، حیرت، مسکینی اور انکساری سیکھ تب تو کچھ بن سکتا ہے۔

اللہ کے طالب اور دنیا کے

اے بیہودہ انسان تو نے تکبر، بڑا بول اور غلو کا علم حاصل کر لیا ہے، تجھے ان تینوں چیزوں سے کیا حاصل ہوا؟ تو آخرت کے لئے کوشاں لوگوں کا ظاہری حلیہ اپنا کر اس مردار دنیا کو حاصل کرنے چلا ہے؟ تیرا یہ عمل کتنا برا ہے؟! تو ایسے آدمی کی طرح ہی ہے جو نجاست کے بدلے نجاست خرید رہا ہے، تو اپنے آپ کو کیسے فراموش کئے ہوئے اپنے آپ کو اور دیگر سادہ لوح لوگوں کو دھوکا دے رہا ہے۔

کوئی محبّ اس وقت تک اپنے محبوب کا قرب نہیں پا سکتا جب تک اپنے محبوب کے دشمن سے دور نہ ہو جائے، ایک مرید نے پانی نکالنے کے لئے کنویں میں ڈول ڈالا اور پھر نکالا تو وہ سونے سے بھرا ہوا تھا یہ دیکھتے ہی اس نے وہ ڈول کنویں میں الٹ دیا اور یوں کہنے لگا: "اے میرے محبوب مجھے تیرے حق کی قسم میں تیرے غیر کا طالب نہیں ہوں" جس شخص نے اپنے آپ کو ارادت (اللہ تعالیٰ کی محبت) میں ثابت قدم رکھا وہ مراد (اللہ کے محبوب بندوں میں سے) بن گیا اور جو شخص محبوب حقیقی کے در پر پڑا رہا وہ بارگاہ میں حاضری کے شرف سے شادکام ہو گیا اور جس نے محبوب کی بارگاہ میں حاضری کے دوران نیت کو درست رکھا وہ محبوب کی جلوہ گاہ میں صدر نشین ہو گیا۔

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو آپ نے ایک دیہاتی کو رب کریم کی بارگاہ میں یوں التجاء کرتے ہوئے سنا: "اے میرے معبود! میں تجھ سے ایک بکری کا سوال کرتا ہوں، جبکہ مسجد کے ایک دوسرے کونے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یوں التجاء کر رہے تھے: "اے اللہ! میں تجھ سے تجھ کو مانگتا ہوں" دونوں کی مراد اور ہمتوں میں کتنا ہی فرق ہے۔

امنگیں عقلوں اور ہمتوں پر اثر انداز ہوتی ہیں، ہر شخص اپنی ہمت کے پروں سے اپنی امنگوں اور دل کی مرادوں کے حصول کے لئے کوشش کرتا ہے اور جب وہ اپنی ہمت کی آخری حد تک پہنچ جاتا ہے تو وہاں رک جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قل کل یعمل علی شاکلتہ (سورہ اسراء:84)

فرما دیجئے! سب اپنے اپنے انداز پر کام کرتے ہیں۔

یہاں شاکلتہ سے انسان کی ہمت اور نیت مراد ہے۔

اے میرے بھائی! پانی پر چلنے یا ہوا میں اڑنے کو اپنی ہمت کی انتہا نہ بناؤ یہ کام تو پرندے اور مچھلیاں بھی کر لیتی ہیں، اپنی ہمت کے پر سے اس منزل کی طرف پرواز کر جس کی کوئی انتہا نہیں، کامل درویش کو جو خوشی اپنے خدا سے ہوتی ہے وہ اسے عرش سے لیکر فرش تک کسی چیز سے نہیں ہوتی، اسے اپنے رب کے ساتھ (انس و محبت سے) جو خوشی حاصل ہوتی ہے اس کے سامنے جنت اور اس کی نعمتیں بے آباد زمین پر پڑے ہوئے ایک ذرے سے بھی کہیں کم ہوتی ہے، نعمت عطا فرمانے والے کو چھوڑ کر نعمت میں مشغول ہو جانا نفس کی کمینگی، ہمت کی پستی اور معرفت کی قلت پر دلالت کرتا ہے۔

اہل معرفت دنیا و آخرت سے دستبردار ہو کر رب کریم کے طالب ہو گئے، وہ تو اپنی جان اور اولاد سے بھی الگ ہو گئے، جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی میں تڑپ کر کہا "ہائے یوسف پر افسوس ہے" تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: "یوسف کو کب تک یاد کرتے رہیں گے؟ کیا اس نے آپ کو پیدا کیا تھا؟ یا آپ کو رزق دیا تھا؟ یا آپ کو نبوت دی تھی؟ مجھے میری عزت کی قسم اگر آپ نے کرب کے لحات میں میرے غیر کو چھوڑ کر مجھے یاد کیا ہوتا تو میں اسی وقت آپ کے دکھ درد کو سکھ چین میں تبدیل کر دیتا، تب حضرت یعقوب علیہ السلام کو اندازہ ہوا کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کا یوں والہانہ شوق کے ساتھ ذکر کرنے میں غلطی پر تھے، تب آپ نے اپنی زبان کو حضرت یوسف علیہ السلام کے ذکر سے روک دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب کریم سے استفسار کیا، "اے اللہ! کیا تو قریب

ہے کہ میں اپنی معروضات سرگوشی میں عرض کیا کروں؟ یا دور ہے کہ زور سے پکارا کروں؟ تب اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا: میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جو میری یاد میں محو ہو اور جو میری یاد میں گم ہو میں اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہوتا ہوں۔

بلند همت

گرامی قدر حضرات! اللہ والوں نے فرمایا ہے: جو اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہے وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے منور دل کے اطمینان سے مالامال اور دشمن سے اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہوتا ہے۔

اللہ والوں کا فرمان ہے:

اللہ تعالیٰ کا ذکر روح کی غذا اور اس کی تعریف روح کے لئے مشروب اور اللہ تعالیٰ سے حیا کرنا روح کا لباس ہے۔

انہی حضرات کا ارشاد ہے:

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے شادکام ہونے والوں نے اپنے رب سے انس اور محبت جیسی راحت کہیں نہیں پائی اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے لذت پانے والوں نے اللہ کے ذکر میں پوشیدہ لذت جیسی لذت نہیں پائی۔

بعض آسمانی کتب میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جس نے مجھے خلوت میں یاد کیا میں اسے خلوت میں یاد کرتا ہوں اور جس نے مجھے محفل میں یاد کیا میں اسے محفل میں یاد کرتا ہوں (الجامع الکبیر للسیوطی) اور جو مجھے اپنی حیثیت کے مطابق یاد کرتا ہے میں اسے اپنی شان کے مطابق یاد کرتا ہوں اور جو مجھ سے اپنی حیثیت کے مطابق مانگتا ہے میں

اسے اپنی شان کے مطابق عطا کرتا ہوں، صوفیہ کرام کو اللہ تعالیٰ کے ذکر نے مشغول کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی ان کا مقصود ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ تمام کائناتی حوادث اسی قدرت والے رب کی قضاء وقدر کے تابع ہیں، اس لئے وہ حالات سے نہ زبانی طور پر الجھتے ہیں اور نہ ہی قلبی طور پر (وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مصداق ہیں)

إن الذين اتقوا إذا مسهم طائف من الشيطان تذكروا فإذا هم مبصرون (سورہ اعراف: 201)

بیشک وہ جو ڈر والے ہیں جب انہیں کسی شیطانی خیال کی ٹھیس لگتی ہے ہوشیار ہو جاتے ہیں اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں: ہر مومن کے دل پر ایک شیطان مسلط ہے، جب بھی بندہ مومن اللہ کا ذکر کرتا ہے تو یہ شیطان ایک طرف ہو جاتا ہے اور جب بھی مومن اللہ کے ذکر سے غافل ہوتا ہے تو یہ شیطان پھر سے وسوسہ ڈالنے لگتا ہے۔

حضرات ذی وقار! اگر دنیا دو گروہوں میں بٹ جائے ایک فریق مجھے مشک وعنبر کی دھونی دے کر راحت پہنچائے اور دوسرا گروہ آگ پر سرخ کی ہوئی قینچیوں سے میرا گوشت کاٹے تو میرے یقین کو نہ وہ کم کر سکیں گے اور نہ وہ زیادہ کر سکیں گے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ راحت وزحمت سب کچھ تقدیر کے تابع ہے، تم اللہ تعالیٰ کو صحیح طریقے سے تب ہی یاد کر سکو گے جب تم تقدیر کے فیصلوں کو ناگواری سے نہیں تسلیم ورضا سے قبول کرو گے،

حدیث میں آیا ہے:

اذکروا اللہ حتی یقولوا مجنون

اللہ کا ذکر اتنا کرو کہ لوگ (تمہیں) دیوانہ کہیں۔

قارئین ذی احتشام! یہ باطل خیالات تم (میں سے کمزور ہمت انسانوں) کو کہیں سے کہیں لے گئے ہیں اور ان سخت حجابات نے ہی تم (میں سے کم ہمت لوگوں) کو ایک بلند مقام سے پست مقام کی طرف منتقل کر دیا ہے، بلند ھمتی یہ نہیں کہ انسان ایک پردے کے پاس رکا رہے بلکہ بلند ہمتی یہ ہے کہ انسان حجاب کی رکاوٹوں کو توڑتا ہوا محبوب کی بارگاہ تک پہنچ جائے، امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی ہے:

دواؤك منك و ما تبصر

و داؤك فيك و ما تشعر

و تزعم أنك جرم ضعيف

و فيك انطوى العالم الأكبر

تیرے درد کی دوا تیرے پاس ہے جبکہ تو اسے جانتا نہیں اور تیری بیماری بھی تیرے اندر ہے مگر تجھے اس کی خبر نہیں، تو سمجھتا ہے کہ تو ایک چھوٹا سا وجود ہے حالانکہ تیرے اندر بہت بڑی کائنات ہے۔

تیرے من میں سمائی ہوئی بہت بڑی کائنات عقل ہے اور تیرے اندر چھپی ہوئی کائنات سے ہی تمہارے لئے تمہارے اس وجود کی حقیقت ظاہر ہوگی جسے تم نے بہت چھوٹا گمان کیا ہے، اس لئے کہ اگر تمہارا وجود اس عظیم کائنات کو اپنی آغوش میں لینے کے قابل نہ ہوتا تو یہ عظیم کائنات اس وجود میں نہ سما سکتی، اس عظیم کائنات کو اپنی آغوش میں سمیٹنے کے باعث تمہارے جسم کا وجود جس عظیم درجے پر فائز ہے اپنے اندر اسی عظیم درجے

کی ہمت پیدا کر، تمہارا وجود وہ ہے جس کی مادی شعاع ہر مقام پر پہنچنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور اس کے فرستادوں کی چمک ہر جگہ اس کے عزائم کی دسترس ہر معمے کو حل کر دیتی ہے اور اس کی فکری پاکیزگی، عظمت والی بارگاہ تک پہنچتی ہے، اللہ تعالیٰ اسی عقل کے سبب عطا بھی فرماتا ہے اور محرومی میں بھی چھوڑ دیتا ہے، ملاتا بھی ہے اور الگ بھی کر دیتا ہے، پراگندی میں بھی چھوڑ دیتا ہے اور اطمینان بھی بخشتا ہے، پستی دیتا ہے اور عظمت سے نوازتا ہے اور اسی عقل پر تمام جہانوں کا مدار ہے اور انسانی جسم کے ترکیبی اجزاء میں پیدائش کے اعتبار سے عقل سب سے پہلے ہے، ہمیں سراپا کرم محبوب اور عزت و عظمت والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے عقل کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا:

أول ما خلق الله العقل

اللہ تعالیٰ نے عقل کو سب سے پہلے پیدا فرمایا۔

اس تناظر میں اگر آپ لوگ جان لیں کہ آپ کے اندر کیا خزانہ چھپا ہوا تو آپ اپنی عظمت کو جان لیں گے اور اپنی صفات کو بلند کرنے کے لئے کوشش کریں گے اور تب آپ اپنی قوت، جمال، دولت، اہل وعیال، خاندان، منصب اور سرداری کو قربان کر کے حجاب کی منزل سے بلند ہو سکتے ہیں ہمارے امام شافعی فرماتے ہیں:

و كل رياسة من غير علم

أذل من الجلوس على الكناسة

علم کے بغیر ہر ریاست کوڑا کرکٹ پر بیٹھنے سے زیادہ ذلت آمیز ہے۔

عقل وہی ہے جو علم کا احاطہ کرنے والی ہے اور مخلوق کو عقل کے بغیر علم کی عظمت کا

حاصل ہونا ممکن ہی نہیں، کچھ علماء نے فرمایا ہے: علم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور عقل بندوں
کی صفت ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس نسبت کے باعث علم عقل سے اعلیٰ ہے لیکن اگر علم و
عقل کی نسبت بندوں کی طرف کر کے ان دونوں میں موازنہ کیا جائے تو ہماری عقل
ہمارے علم سے کہیں زیادہ عظیم اور بلند مرتبہ و مقام والی ہے، اس لئے کہ اگر عقل نہ ہوتی تو
ہمیں علم حاصل نہ ہوتا، عقل مند ٹھوکر کھا کے گرتا ہے تو اس کے لئے اس کی عقل کے باعث
پھر بھی کامیابی کی امید کی جاسکتی ہے لیکن بے شعور ٹھوکر کھا کے گرتا ہے تو اس کی نالائقی کے
باعث اسکی محرومی اور ناکامی کا ہی اندیشہ ہوتا ہے اور سنو! عقل والا وہی ہے جس نے دین
کی حکمتوں کو سمجھ لیا۔

ہمیں خبر ملی ہے کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو عقل دین کو نہیں سمجھتی
وہ عقل کہلانے کی حقدار ہی نہیں اور جو دین عقل کو اہمیت نہیں دیتا وہ مکمل دین نہیں اور اسلام
نے ہمیں بعض امور سے اجتناب کا حکم دیا ہے، ان امور سے بچنے والوں کے لئے وعدہ اور
نہ بچنے والوں کے لئے وعیدیں سنائی گئی ہیں اور جب عقل اسلامی احکام پر عمل اپنا لے گی تو
اجر کے وعدوں اور سزا کی وعیدوں میں پنہاں حکمتوں کا اندازہ کرلے گی۔

قارئین ذی وقار! ذرا سوچو تو سہی کیا فطرت سلیمہ سے ملی ہوئی کوئی بھی روشن عقل
شرعی احکام اور نواہی میں پوشیدہ حکمتوں سے بے خبر رہ کر ان کی اہمیت کا انکار کرنے والی ہو
سکتی ہے؟ سلیم الفطرت انسان کی عقل کی شعاعیں امر و نہی کی چوکھٹ پر اس اعتراف کے
ساتھ کھڑی ہوں گی کہ دنیا و آخرت کی بھلائی اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی اور ممنوعہ امور
سے بچنے میں ہے، اگر تم فطرت سلیمہ اور روشن عقل رکھتے ہو تو تم اسی نتیجے پر پہنچو گے کہ اللہ

تعالیٰ نے جو ثواب کا وعدہ کیا ہے یہ اس کا فضل و کرم ہے اور اس مسئلے میں ایسی بلند پایہ
تحقیقات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عجیب امور یاد دلاتی ہیں، اور اس نتیجے پر بھی پہنچو
گے کہ عذاب کی وعید اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور اسکا عدل ہے اور اس مسئلے میں بھی ایسی گہری
تحقیقات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی الوہیت کی عظمت پر دلالت کرنے والے عجیب و غریب امور
کی یاد دلاتی ہیں اور اسباب کی گواہی دیتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ کا باعث تمہاری سرکش
طبیعت اور غفلت ہے جبکہ اس کے فضل و کرم کا باعث تمہاری سوچ اور فکر ہے، تم کائنات کی
جتنی آسمانی یا زمینی چیزیں دیکھتے ہو تمہیں ان کی حقیقت تک رسائی سے تمہارے اندر
استعداد نہ ہونے، قابلیت کی کمی، اللہ تعالیٰ اور اس کے ولیوں سے قطع تعلقی اور ہمت کی
پستی کے باعث ہے، تمہارے پاس وہ ریاضت کہاں ہے جو تمہاری عقل کے آئینے سے
تمہاری غفلت کا غبار اتار پھینکے؟ تمہارے پاس کائنات کے سب سے بڑے رہنما کے قول
و فعل، حال اور اخلاق کی اتباع کب ہے؟ یہ نقدی لے آؤ اور پھر مطلوبہ سودا خریدو، کیا کسی
بادشاہ کے چوبدار کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ بادشاہ کے محل کی زیب و زینت، وہاں کے عمدہ
سامان، لباسوں، برتنوں، اسلحہ اور خزانوں کے علاوہ معتوب کے لئے بادشاہ کی سخت سزا اور
مقرب و محبوب کیلئے بادشاہ کی کثیر عطا کے بارے میں بادشاہ کے ہم نشینوں سے جو کچھ سنے
اسکا انکار کردے؟ چوبدار کا یہ عمل کیسے درست ہوگا حالانکہ اس مسکین کی عقل بادشاہ کی
مصاحبت حاصل کرنے کی کوشش سے بھی عاری ہے، جبکہ اسے چاہیے تھا کہ وہ بادشاہ کی
مصاحبت حاصل کرنے کے لئے عقل کو استعمال کرتا اور اس کا یہ عمل بادشاہ کے مصاحبین کی
باتوں کو جھٹلانے سے زیادہ اچھا، زیادہ باعزت، زیادہ بہتر حاصل والا، زیادہ محفوظ انجام

والا اور زیادہ بہتر شان والا ہوتا، جب دل کی بصیرت کا آئینہ رب سے غفلت کے تہہ بہ تہہ زنگ سے آلودہ ہو جائے تو حقائق کے چہرے عقلوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں اور ان عقلوں میں الہام کا نور اترنے سے رک جاتا ہے، ایسے انسان کی قوت بیان خیالات کے بخارات اور وہم کے بادلوں کے باعث تاریک ہو جاتی ہے، سورج اپنی تمامتر تابنا کیوں کے باوجود اندھے کو کیا فائدہ دے سکتا ہے؟ اندھے کے پاس سورج کی تیز روشنی کا بے نور آنکھوں کو کیا فائدہ؟ ہم قدرت کے چمکتے دمکتے آفتاب کے سامنے اپنی عقلوں کی ایسی انتہائی کمزور آنکھوں کے ساتھ کھڑے ہیں جن پر غفلت کے پردے پڑے ہیں، اس جمال کا مشاہدہ کرنے کے لئے ہمارے پاس آنکھیں ہیں اور نہ اس جاہ وجلال کو اپنے اندر محسوس کرنے والے دل۔

ہم سب کو فنا کے راستے چلا رہے ہیں اور ایک دن ہمیں ہماری آنکھوں اور ہم سے اوجھل گڑھوں میں جا پھینکیں گے، ہم سب کو موت کی کشتیاں ہماری حرص کی ہواؤں اور لالچ کے بادبانوں سے امیدوں کے سمندروں میں لئے پھرتی ہیں اور اچانک کسی دن موت کے گہرے پانیوں میں غوطہ دے دیں گے، ہماری عقلیں ہماری دنیاوی ضروریات کو پورا کرنے میں لگی ہوئی ہیں حالانکہ زمانے کے مسلسل ہمیں کھونا بنائے ہوئے ہیں اور موت کے منادی ہمیں جھنجوڑ رہے ہیں

الناس فی غفلاتھم — و رجی المنية تطحن

مادون دائرة الرجی — حصن لمن يتحصن

لوگ اپنی غفلتوں میں مست ہیں حالانکہ موت کی چکی (انسانوں) کو مسلسل پیس

رہی ہے، چکی کے پاٹ سے پناہ ڈھونڈنے والے کے لئے کوئی پناہ نہیں ہے۔

موت کا فرشتہ عزرائیل ہمارے آگے پیچھے پکارتا پھرتا ہے:

أینما تکونوا یدرککم الموت (سورہ النساء:78)

تم جہاں کہیں ہو موت تمہیں آلے گی۔

اور ہماری قبروں کی تاریکیاں ہمارے اجسام کو اپنی آغوش میں لینے کی منتظر ہیں جبکہ ہم اپنی غفلتوں میں گم اور اپنی خواہشات کے نشے میں مست ہیں۔

اے ہوش وخرد والے انسان! تو کب تک اپنی جان کو نجات کے راستے سے ہلاکتوں اور بربادیوں کے راستے پہ ڈالتا رہے گا؟ اور تو اس کو طاعات وسعتوں سے موڑ کر نافرمانیوں کی تنگیوں میں ڈالتا رہے گا؟ اور اپنی جان کو کب تک مشقتوں میں ڈالتا رہے گا؟ اور اسے خطاؤں کے جام اور برائیوں کی گندگی پلاتا رہے گا؟ اور اسے کب تک فتنوں اور آفتوں کی جگہوں پر لے جاتا رہے گا؟

میرے بھائی! عمر مختصر اور جزا وسزا کا مالک بہت بصیرت رکھنے والا ہے اور اللہ تعالی کی طرف ہی لوٹنا ہے

یا أیھا المعدود أنفاسه — لا بد یوما أن یتم العدد

لابد من یوم بلا لیلة — و لیلة تأتی بلا یوم غد

اے گنتی کی سانسیں رکھنے والے انسان! سانسوں کی یہ تعداد ایک نہ ایک دن پوری ہونی ہے یقینا ایک دن ایسا آنا ہے جس کی رات نہ ہوگی اور ایک رات ایسی آنی ہے جس کی سحر نہ ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں غور و فکر

محترم قارئین! عبادتوں کے فرض ہونے سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا عمل اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور تخلیقات میں غور وفکر تھا، آپ لوگوں پر بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور وفکر کے ذریعے عبرت پکڑنا لازم ہے کیونکہ اگر فکر عبرت سے تہی دامن ہو جائے تو پھر وسوسے اور خیالات ہی باقی رہ جاتے ہیں اور جب فکر عبرت خیز ہو گی تو پھر وہ نصیحت کرنے والی سراپا حکمت بنی رہے گی، گہرے غور وفکر کے بعد اعمال کو مضبوط بنیاد پر استوار کرو اور اعمال کے بعد اخلاق کو اچھے راستے پر ڈالو، اعمال اور اخلاق کو اچھی نیت سے آراستہ کرو اور سخاوت کی رسیوں کو مضبوطی سے تھامے رکھو، کیونکہ سخاوت زہد (دنیا سے بے رغبتی) کی علامت ہے بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ سخاوت پوری طرح اپنائی جائے اور وہ زہد سے بڑھ جائے تو ایسی سخاوت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہونے والوں کا پہلا قدم ہے۔

الذین یؤمنون بالغیب و یقیمون الصلوۃ و مما رزقناھم ینفقون و الذین یؤمنون بما أنزل إلیک و ما أنزل من قبلک و بالآخرۃ ھم یوقنون أولئک علی ھدی من ربھم و أولئک ھم المفلحون (سورہ بقرہ:3-5)

وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں اور نماز قائم رکھیں اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں اٹھائیں اور وہ کہ ایمان لائیں اس پر جو اے محبوب تمہاری طرف اترا اور جو تم سے پہلے اترا اور آخرت پر یقین رکھیں وہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر

ہیں اور وہی مراد کو پہنچنے والے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کی رسی کو ایسی مضبوط گرہ لگاؤ کہ تمہاری آنکھوں کے سامنے فقط لمبی عمر کی امید پر الٹی چال چلنے والے لوگوں کے منظر خود بخود اوجھل ہو جائیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

و من نعمرہ ننکسہ فی الخلق (سورہ یسین:68)

اور ہم جسے بڑی عمر کا کریں اسے پیدائش میں الٹا پھیریں۔

تم اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اپنی نگاہوں کا مرکز نہ بناؤ، مخلوق میں سے بادشاہ، درمیانے درجے اور چھوٹے درجے کے سبھی لوگ بے بسی، ضرورت مندی اور مسکینی میں برابر ہیں، یہ ایک حقیقت ہے جبکہ نظروں پر پردے پڑے ہوئے ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو ڈھانپ رکھا ہے اور ان میں اپنا حکم نافذ کر رکھا ہے، عقلمند وہی ہے جو اس حقیقت کو سمجھ کر مخلوق اور حجاب سے نگاہ ہٹالے اور اس ذات کی طرف متوجہ ہو جو ہمیشہ سے ہے، جسے نہ تو اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند، سنو! تخلیق اور حکومت اسی کے ہاتھ میں ہے، علماء کی زبانوں، ظالموں کے دلوں، زندیقوں کی جرأت اور کافروں کے فسق و فجور کو موقع نہ دو اور جب تم خود زبان کھولو تو اپنے اعضا اور دلوں کو ایسے امور سے روکو جو سب کچھ جاننے والے عادل بادشاہ جل جلالہ کو ناراض کریں، اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے ساتھ تعلق کو بہتر بناؤ، اپنی تنہائی اور جلوت میں، جیتے مرتے اور دوبارہ اٹھتے ہوئے اور جب تم سے سوال کیا جائے گا، اپنے آپ کے ساتھ تعلق بہتر کرو۔

نامہ اعمال چھوٹی بڑی کسی بات کو نہیں چھوڑتا، اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت اور

دلوں میں پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے، میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے غضب سے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ڈراتا ہوں اور اللہ تعالیٰ خود تمہیں اپنی ناراضگی سے ڈراتا ہے، اس لئے نصیحت کو قبول کرو اور اس حکم کی تعمیل کرو جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ جنگ سے پرہیز کرو، جس کسی نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جنگ کی وہ کبھی کامیاب نہ ہوا اور جس نے اللہ تعالیٰ سے محبت رکھی وہ کبھی ذلت کا شکار نہ ہوا:

ألا إن أولياء الله لا خوف عليهم و لا هم يحزنون

سن لو بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم۔ (سورہ یونس: 62)

تلقین

اولیاء اللہ کی سندیں صحیح طریقے سے سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی ہیں، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے صحابہ نے فرداً فرداً اور اجتماعی طور پر بھی توحید کا کلمہ سیکھا، حضرت شداد بن اوس کہتے ہیں: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، تب آپ نے پوچھا: آپ کے درمیان کوئی اجنبی (یعنی اہل کتاب میں سے) تو نہیں؟ ہم نے عرض کرتے ہوئے کہا: نہیں یارسول اللہ تب آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور دروازہ بند کرنے کے لئے فرمایا اور آپ نے فرمایا: اپنے ہاتھ بلند کرو اور کہو: لا إله إلا الله (اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی برحق معبود نہیں) ہم سب نے ہاتھ اٹھائے اور کہا: لا إله إلا الله، تب آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور پھر یوں دعا فرمائی:

اللهم إنک بعثتني بهذه الكلمة و أمرتني بها و وعدتني عليها الجنة و إنک لاتخلف الميعاد۔

اے اللہ تو نے مجھے اس کلمہ توحید کے ساتھ بھیجا ہے اور تو نے مجھے اس کلمہ کو دل و جان میں بسانے کا حکم دیا اور تو نے مجھے اس کلمہ پر جنت کا وعدہ بھی فرمایا ہے اور تو وعدہ کا خلاف نہیں فرماتا۔

اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا: سنو تمہیں خوشخبری ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری مغفرت فرمادی۔

یہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اجتماعی طور پر کلمہ توحید کی تلقین کرنے کا طریقہ جبکہ صحابہ کو انفرادی طور تلقین کرنے کے حوالے سے عرض ہے کہ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یوں عرض گذار ہوئے: یارسول اللہ مجھے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچنے کا قریب ترین، بندوں کے لئے آسان ترین اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ فضیلت والا رستہ ارشاد فرمادیں، آپ نے فرمایا: میں نے اور مجھ سے پہلے نبیوں نے سب سے زیادہ فضیلت والا کلمہ کہا ہے وہ "لا إله إلا الله" ہے، اگر سات آسمان اور سات زمینیں ترازو کے ایک پلڑے میں ہوں اور لا إله إلا الله دوسرے پلڑے میں ہو تو کلمہ طیبہ والا پلڑا بھاری ہوگا، پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تک روئے زمین پر ایک بھی لا إله إلا الله کہنے والا موجود ہے قیامت برپا نہ ہوگی، تب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ سے پوچھا: یارسول اللہ میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیسے کروں؟ آپ نے فرمایا: دونوں آنکھیں بند کرکے ذکر کا طریقہ تین مرتبہ سنو، پھر تم تین مرتبہ کہنا اور میں سنوں گا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھیں بند کرکے ایسی بلند آواز سے تین مرتبہ لا إله إلا الله کہا

جسے حضرت علی رضی اللہ عنہ سن رہے تھے، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آنکھیں بند کر کے تین مرتبہ لا إله إلا الله کہا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سن رہے تھے۔

صوفیہ کرام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی طریقہ کے مطابق تسلسل کے ساتھ چلتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے غیروں سے بالکل جدا ہو گئے اور انہوں نے آثار سے وہم کی تاثیر کو زائل کر دیا اور انہوں نے آثار کو اپنے خالص اعتقاد کے ہاتھ سے موثر حقیقی جل جلالہ کی طرف موڑ دیا اور استقامت کے قدموں پر کھڑے ہوئے، تب ان کی معرفت مکمل ہوئی اور ان کا طریقہ بھی بلند ہوا، تم بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرو جیسا کہ صحابہ کرام اور تابعین نے کیا تمہیں اس جماعت سے ایک نسبت حاصل ہو جائے گی اور ان کے پیچھے پیچھے تمہارا کام بھی ہو جائے گا، تمہیں اللہ تک پہنچنے کے لئے صوفیہ کرام کے نقش قدم پر چلنا ہوگا۔

صوفیہ کرام نے سنا اور ان کے دل خوش ہو گئے، لیکن انہوں نے انتہائی اچھی بات سنی اور اس پر عمل پیرا ہوئے اور ناشائستہ بات بھی سنی لیکن اس سے بچے، ان حضرات نے جگہ جگہ ذکر کی مجالس کھولیں اور ان کو ذکر کے باعث وجد ہوا اور ان کی روحیں بلند ہوئیں اور ان حضرات کے ذکر اور سماع کے دوران ان پر اخلاص کی تب وتاب ظاہر ہوئی تو انہیں غائب کی طرح حاضر اور حاضر کی طرح غائب ہو گئے، ان شاخوں کی طرح جھومتے ہیں جو ہوا کے باعث جھومتی ہیں اور ان کے دل غیر اللہ کے ساتھ مشغول ہی نہیں ہوتے، وہ اللہ اللہ کہتے ہیں اور صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں، وہ لا إله إلا الله کا ورد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہی ہے اور اسی کے ساتھ نسبت کے باعث فخر کرتے ہیں کسی اور کی نسبت پر نہیں۔

روحوں کو جلانے والا

جب صوفیہ کے لئے حدی خواں گاتے ہیں تو وہ ان سے یادوں کا سنتے ہیں تو ان کے دلوں میں اذکار کا ذوق وشوق برانگیختہ ہو جاتا ہے، اے میرے بھائی! تم کہہ سکتے ہو کہ ذکر تو ایک عبادت ہے پھر عبادت کے حلقوں میں عاشقانہ کلام اور نیکوکاروں کا ذکر سننے کو کس نے واجب کر دیا، لیکن تمہیں کیا جائے گا: نماز سب سے بڑی عبادت ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت کیجاتی ہے اور قرآن کریم میں ثواب کا وعدہ بھی ہے اور عقاب کی وعید بھی اور تشہد میں کہا جاتا ہے "السلام علیک أیها النبی و رحمة الله وبركاته، السلام علينا و على عباد الله الصالحين "اے نبی (صلی اللہ علیک وسلم) آپ پر سلامتی، اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں، ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر بھی سلامتی نازل ہو۔

نماز میں ان کلمات کے ادا کرنے سے نمازی مشرک تو نہیں ٹھہرتا اور اسی طرح اللہ کا ذکر کرنے والا جب حدی خواں سے محبوب کی ملاقات کا ذکر سنتا ہے تو اپنے رب کی ملاقات کے شوق میں پھڑک جاتا ہے، جو اللہ سے ملاقات کا شوق رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ملتا ہے، اللہ کا ذکر کرنے والے جب حدی خواں کو فراق کا ذکر کرتے سنتا ہے تو وہ فوراً موت کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور دنیاوی محبت سے نکل جاتا ہے اور دنیا کی محبت تو ہر برائی کی جڑ ہے اور جب ذکر میں مشغول ہونے والا صالحین کا تذکرہ سنتا ہے تو اس کے دل میں انگڑائی لینے والی صالحین کی محبت اسے اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیتی ہے، اللہ تعالیٰ کے قرب کو حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے، جبکہ یہ طریقے مخلوق کی سانسوں کی تعداد میں ہیں۔

غنى بهم حاوي الأحبة في الدجى

فأطار منهم أنفسا و قلوبا

فأراد مقطوع الجناح بثينة

وهموا أرادوا الواحد المطلوبا

محبت کا نغمہ الاپنے والے نے رات کی تاریکی میں نغمہ گایا تو سننے والوں کے پرخچے اڑا دیے، ٹوٹے پروالے کم ہمت نے تو بثینۃ (مجازی محبوب) کا قصد کیا، لیکن بلند ہمت صوفیہ کرام نے اس مطلوب کا قصد کیا جو واحد ہے۔

سماع پر سچے صوفی کا مواخذہ نہ ہوگا البتہ جھوٹے صوفی کا مواخذہ ضرور ہوگا اور اس پر سماع کو حرام کر دیا جائے گا اور اسے اس وقت تک سماع کی مجلسوں میں آنے سے روکا جائے گا جب تک وہ سچا صوفی نہ بن جائے، اب وہ سچے صوفی کہاں ہیں جو فرشتوں میں شمار کیے جانے کے قابل تھے؟ انہوں نے اپنے نفوس پر قابو پالیا تو ان کے نفوس کمزور ہو گئے اور وہ ارواح کے پروں کے ساتھ اڑے تو یہ پر انہیں بارگاہ الٰہی تک لے گئے جہاں یہ اپنے رب سے قریب ہوئے اور مزید قریب ہوئے، صوفیہ میں ایسے بہت کم ہیں جنہوں نے اخلاص کا راستہ اپنا کر غلامی کی زندگی سے نجات پائی اور وہ آزادی کی منزل تک پہنچے، اللہ تعالیٰ کے غیر ان لوگوں کے مالک نہیں بلکہ یہ تو آزاد ہیں، یہ لوگ آزاد تھے بھی اور ہیں بھی، اللہ تعالیٰ درج ذیل شعر کہنے والے پر رحم فرمائے:

أتمنى على الزمان محالا

أن ترى مقلتاى طلعة الحر

میں زمانے سے ایک محال بات کی تمنا کرتا ہوں کہ میری آنکھیں کسی مرد حر کو دیکھیں۔

میرے بھائی! میں اپنے معاصر بزرگوں سے بدگمانی کے باعث نہیں کہتا کہ: "سچے لوگ چلے گئے ہیں" لیکن میرا قول اکثریت کے بارے میں ہے، ہم ایسے زمانے میں ہیں جس میں جہالت چارسو پھیلی ہوئی ہے اور بیہودگی عام ہے اور جھوٹا دعوی ہر طرف پھیلا ہوا ہے اور اس میں رنگ برنگی خبریں پھیل گئی ہیں، ہم کیا کرتے ہیں؟ آج صوفی کہلانے والے اکثر لوگوں کا مسلک یہ ہے "جب تک آپ کسی کے گھر میں ہو ان کی مدارات کرو اور جب تک تم ان کے محلے میں ہو ان کو سلام کرتے رہو" لیکن ایسی مدارات کا کیا فائدہ جس سے ان میں غرور پیدا ہو جائے اور ایسے سلام کا کیا فائدہ جو ان میں غفلت کو راسخ کر دے، اے سچے صوفی! تو وہ بات کر جس کا تجھے حکم دیا گیا ہے اور جاہلوں سے کنارہ کشی کرتے ہوئے نیکی کا حکم دے۔

سماع کا ادب

میں ایسے سماع کو کیا کہوں جس میں رقص کرنے والے نے دل (میں وجدانی کیفیت) کے بغیر اس حال میں رقص کیا کہ نفس کی نجاست اسے آلودہ کیے ہوئے تھی، ایسا شخص اپنے رقص کے ساتھ ذاکرین میں کیسے شمار ہوگا؟

رب تال تلا القرآن مجتهدا

بين الخلائق و القرآن يلعنه

کتنے ہی قراء نے لوگوں کے سامنے بہت خوش الحانی کے ساتھ قرآن کی تلاوت

کی لیکن قرآن خوان پر لعنت بھیج رہا ہے۔

اللہ کے کچھ خوبصورت اور نوجوان فرشتے عرش کے نیچے رقص اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور اس کے ذکر میں جھومتے بھی ہیں، یہ ایسی ارواح ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اللہ تعالیٰ کی محبت میں سرشار ہو کر ناچتی ہیں اور اے مسکین! تو خواہش نفس کے زیر اثر اپنے نفس کو ساتھ لئے ناچتا ہے، وہ ذکر کرنے والے تھے اور تو [illegible]ارہ اٹھانے والوں اور فتنہ میں مبتلا لوگوں میں سے ہے، لوگوں نے ذکر کے ساتھ جھومنے کو رقص کہہ دیا، اگر جھومنا روح کے زیر اثر ہے تو ایسا رقص روح کا ہے جسم کا نہیں، ورنہ روح اثر سے بے خبر رقص کرنے والے کہاں اور اللہ کی محبت سے سرشار ہو کر ذکر کرنے والے کہاں، ذکر کرنے والوں کا عمل سراسر حق ہے جبکہ ناچنے کودنے والوں کا عمل سراپا گمراہی ہے۔

سارت مشرقة و سرت مغربا

شتان بين مشرق و مغرب

وہ پاکیزہ جماعت مشرق کو گئی اور تو مغرب کو روانہ ہوا، مشرق اور مغرب میں بہت فاصلہ ہے۔

ناچنے والے جھوٹے ہیں جبکہ ذکر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ بھی یاد فرماتا ہے اور ہاں ملعون اور محبوب میں واضح فرق ہے، جب تم ذکر کی مجالس میں جاؤ تو ایسے شخص کی صحبت میں بیٹھو جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یاد کیا جاتا ہے اور جب حدی خوان صالحین کے نام ذکر کرے تو ان اسماء کو پوری توجہ سے سنو اور پھر اپنے اوپر ان صالحین کی اتباع لازم کر لو تا کہ تمہیں قیامت کے دن بھی ان حضرات کی صحبت نصیب ہو ''انسان اسی کے ساتھ ہوگا

جس کے ساتھ اسے محبت تھی۔'' صالحین کے اچھے اخلاق اپنا لو، ان سے حال اور سچا وجد لے لو اور سچا وجد حق تعالیٰ کو پاتا ہے، خواہش کی پیروی نہ کرو۔

مکروہ اور مستحب سماع

میں بات کو سن کر اس کے اچھے پہلو کی اتباع کی عادت کے باعث سماع سے نفرت نہیں کرتا لیکن میں ان لوگوں کے لیے اسے مکروہ جانتا ہوں جو بات کو سن کر اچھے پہلو کی پیروی کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے، کیونکہ ایسے ناقص لوگوں کے لیے سماع میں طرح طرح کی آزمائشیں ہیں جو شدید درجے کے گناہوں میں الجھا سکتے ہیں اور اگر کسی حدی خواں کی حدی خوانی کی شدید ضرورت ہے تو وہ کسی ایسے امانتدار اور مخلص آدمی سے کچھ سن لے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کرنے والا ہو نیز اللہ تعالیٰ اور صالحین کا ذکر کرنے والا ہو، ایسا سماع بے شک سنو!

سچا مرد اور دعویدار

سچا مرد وہ ہے جو اپنے حال کے ساتھ مرید بن کر تربیت کرے، وہ نہیں ہے جو فقط اپنی گفتگو کے ساتھ مریدین کی تربیت کرے اور اگر گفتگو کو حال کی مدد بھی مل جائے تو مرد نہ صرف کامل بلکہ اکمل ہو جاتا ہے۔

اے لوگو! تم نے یہ لشکر سرکش کافروں، صابیوں اور دلوں میں کھوٹ رکھنے والوں کی عزت خاک میں ملانے، ان کو ڈرانے، دین کا پرچم سربلند کرنے کے لیے اور مسلمانوں کی شان وشوکت کے لیے تیار کیے ہیں، اگر تمہاری نیت ٹھیک تھی تو بہت اچھا عمل کیا ہے، اگر تم نے اپنے احوال اور اقوال کو کتاب وسنت کے تابع کیا ہے تو بھلائی مکمل ہوگی ورنہ یہ

اعمال، افعال اور اقوال بہت برے ہیں، بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر تمہارے ہاں بھی شریعت کی پابندی نہ ہوئی تو تم میں اور عوام میں وضع قطع اور عمامہ کے علاوہ کوئی فرق نہ رہا، تو ان لوگوں میں سے بنو جو اللہ تعالیٰ کے دوست اور اس کے دروازے پہ کھڑے ہیں، ان لوگوں میں سے نہ بنو جو اللہ تعالیٰ کے دشمن اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے دور کیے گئے ہیں۔

حضرات گرامی! فریبیوں اور شیطان کے پیروکاروں سے بچو اور ہر ایسے راستے سے بچو جو فریب اور شیطنت کی طرف جاتا ہو، شیطان کو اپنے خالص ایمان کے ساتھ شرمسار کردو، دجل اور فریب کا کاروبار سچائی کے ہاتھوں سے تباہ کردو۔

واضح راستہ

راستہ واضح ہے نماز، روزہ، حج اور زکوۃ، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی سب ارکان سے پہلے ہے، حرام کاموں سے اجتناب کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص تعلق کا باعث اور یہ اسکی بارگاہ تک پہنچانے والا راستہ ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندے کے تعلق کی ایک صورت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا بھی ہے اور ذکر کے ادب میں سے ارادے کا پختہ ہونا اور انتہائی خشوع وخضوع ہونا اور دنیا سے بے نیاز ہونا اور بندگی کے قدم پہ مضبوطی سے کھڑا ہونا اور اللہ کا ذکر کرنے والا جلال کی ذرع اس شان سے پہن لے کہ اگر اسے کافر بھی دیکھے تو اسے یقین ہو جائے کہ یہ بندہ غیر اللہ سے الگ تھلگ اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا ہے، اسے جو بھی دیکھے اسکی ہیبت کا شکار ہو جائے اور ذاکر کی ہیبت کی کرنیں دیکھنے والے کے دل پہ پڑتی ہیں تو اس کے دل سے سارے فاسد خیالات کو نکال باہر کردو، اگر ذاکر کا معاملہ ایسا ہے تو ذاکرین میں سے عام لوگوں کے لیے ذکر کا بہترین معیار بات

میں اعتدال اور ذاکر کے لئے ممکنہ حد تک ظاہری اور باطنی ادب کو اپنی ذات میں جمع رکھنا اور مخلوق میں سے کسی کی طرف امید کی نظر سے نہ دیکھنا۔

اے اللہ ہمیں ایسے لوگوں میں سے بنا دے جن کے اعضاء پر تو نے اپنی نگرانی کے احساس کی مضبوط بیڑیاں لگا دی ہیں اور تو نے ان کے باطن پر مشاہدے کے ذمہ دار گواہ مقرر فرما دیئے ہیں، پھر اٹھتے بیٹھتے ان پر تیرے اسم "رقیب" کی تجلی ہونے لگی تو انہوں نے شرمندگی سے اپنے سر جھکا لئے اور اپنی پیشانیاں سجدے میں رکھ دیں اور انہوں نے عاجزی کی انتہا کو چھوتے ہوئے اپنے نازک رخسار تیرے دروازے پر بچھا دئے، تب تو نے اپنی رحمت سے ان سراپا عجز وانکسار بندوں کو ان کے مقصد کی انتہا عطا فرما دی، اللہ تعالیٰ ہمارے آقا ومولی حضرت محمد، آپ کی آل اور صحابہ کرام پر رحمت اور سلامتی نازل فرمائے۔

اے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے محتاج انسان! سلف صالحین کے آثار کی پیروی کر، میری کیا حیثیت ہے کہ میں تمہارے لئے دعا کروں، میں ایک ایسے مچھر کی طرح ہوں جو دیوار پر جا بیٹھا اور اس کی کوئی حیثیت نہیں، میرا حشر فرعون، ھامان اور قارون کے ساتھ ہو اور مجھ پر بھی وہی اگر میرے دل میں کبھی یہ خیال بھی آیا ہو کہ میں درویشوں کے کسی گروہ کا پیر یا سردار ہوں یا یہ کہ میں بھی ان میں سے کوئی درویش ہوں اور ایسی باتوں کی طرف کسی ایسے شخص کا نفس اسے کیسے بلا سکتا ہے جو کچھ نہیں، کسی قابل نہیں اور کسی شمار میں نہیں۔

حضرات گرامی! اپنے قیمتی اوقات کو ایسے کاموں میں ضائع نہ کرو جن میں تمہارے لئے راحت کا سامان نہیں، اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت کے دوران تمہارا ہر سانس

تمہارے خلاف شمار کیا جاتا ہے، جن جھوٹی امیدوں نے تمہیں دھوکے میں مبتلا کر رکھا ہے
ان سے بچو، اپنے اوقات اور دلوں کی حفاظت کرو اس لئے یہ دونوں کائنات کی سب سے
زیادہ قیمتی چیزیں ہیں، اگر آپ نے اپنے وقت کو ضائع اور اپنے دل کو برباد کر لیا تو آپ
ایسے فوائد سے محروم ہو گئے جن کا آپ کو اندازہ ہی نہیں اور جان لو کہ گناہ دلوں کو اندھا،
سیاہ، خراب اور بیمار کر دیتے ہیں، تورات میں لکھا ہے: ہر مومن کے دل میں ایک رونے
والی رہتی ہے جو اس دل پر روتی ہے جبکہ منافق کے دل میں ایک گانے والا رہتا ہے جو ہر
وقت گاتا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ کی پہچان رکھنے والے کے دل میں ایک ایسی جگہ ہے جو اسے
(دنیا میں) کبھی خوش نہیں ہونے دیتی جبکہ منافق کے دل میں ایک ایسی جگہ ہے جو اسے کبھی
مغموم نہیں ہونے دیتی۔

اللہ کا ذکر کرنے والا اور ذکر سے غفلت برتنے والا

حضرات ذیشان! اتم خانقاہ میں اللہ تعالیٰ کا ذکر اور وجد کرتے ہوئے جھومتے ہو تو
(وجدانی کیفیات سے) بے خبر فقہاء کہتے ہیں فقرا نے رقص کیا (اور ان کیفیات کی
معرفت رکھنے والے بھی کہتے ہیں کہ فقراء نے رقص کیا، تو سنو تم میں سے جس شخص کا وجد
جھوٹا اور اس کا ارادہ فاسد ہے اور اس نے اغیار سے امیدیں وابستہ رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ
کا ذکر کیا تو ایسا شخص واقعی ناچنے والا ہے، ایسے شخص پر علماء کا فرمان حرف بحرف صادق آتا
ہے اور تم میں سے جس کا وجد سچا اور اس کا ارادہ نیک تھا اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی عملی
شکل تھی:

والذین یستمعون القول فیتبعون أحسنه (سورہ زمر:18)

جو کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں۔

اور وہ واقعی ان لوگوں میں سے تھا جو بات سنتے ہوں تو لفظوں تک محدود نہیں
رہتے بلکہ کہنے والے کی مراد تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں او. یہاں سماع سے مراد ازل
میں اللہ تعالیٰ کے اس عہد پر لبیک کہنا ہے جسے رب کریم نے قرآن میں یوں بیان فرمایا
ہے:

و إذ أخذ ربک من بنی آدم من ظهورهم ذریتهم و
أشهدهم على أنفسهم ألست بربکم قالوا بلى

اور اے محبوب! یاد کرو جب تمہارے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی نسل
نکالی اور انہیں خود ان پر گواہ کیا، کیا میں تمہارا رب نہیں۔ (سورہ اعراف:172)

جب اللہ تعالیٰ نے یہ عہد لیا تو سننے والوں نے اس آواز کو یوں سنا جس کی کوئی
معین تعریف یا کیفیت بیان نہیں کی جا سکتی اور سماع (سننے) کی مٹھاس سننے والوں کے
دلوں میں پیوست ہو کے رہ گئی اور جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور
ان کی اولاد کو دنیا میں پھیلایا تو اس وقت روحوں میں چھپایا گیا "ألست بربکم" کا
محفوظ بھید ظاہر ہو، اللہ تعالیٰ کی محبت سے سرشار لوگ جب بھی کوئی طیب و طاہر نغمہ یا عمدہ
بات سنتے ہیں تو ان کے دل اس چاشنی کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں جو ان دلوں کو عالم
ارواح میں "ألست بربکم" سننے سے حاصل ہوئی تھی، اس ذوق سے آشنا لوگ فقط
وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی معرفت کا جام پیے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ایک
دوسرے سے محبت رکھتے اور ایک دوسرے سے ملتے ہیں، اسی کی یاد میں محو ہونے کے

باعث اس کے غیر کو بھولے ہوئے ہیں، ایسے محبت آشنا درویش کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی چاشنی سے آگاہ ہے، اس کی روح نے رقص کیا، اس کا ارادہ درستی سے آراستہ ہوا، اس کی عقل کمال کے بہت قریب ہوئی اس کا نامہ اعمال روشنی سے آشنا ہوا اور اس درویش نے ہی سماع میں سے اپنا چھپا ہوا حصہ وصول اور اس میں رکھے گئے بھید کو ظاہر کر دیا، اس لئے کہ سماع کا ذوق ہر ذی روح کی فطرت میں موجود ہے جس کی بنا پر (ہر شخص اس ازلی نغمے کی صدائے بازگشت کو اپنی استعداد کے مطابق) سنتا ہے اور ہر شخص وہی کچھ سنتا ہے جو اس کی فطرت کے مطابق ہے اور وہیں تک پہنچتا ہے جہاں تک اس کی ہمت کی پرواز ہوتی ہے، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بچے ماں کی مترنم لوری سن کر سو جاتے ہیں لیکن اونٹ نغمہ سنتے ہیں تو بوجھ کی مشقت بھول کر اپنی رفتار تیز کر دیتے ہیں۔

ذکر کے حلقے میں طاری ہونے والا اور طاری کیا جانے والا وجد

آثار میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں میں حضرت اسرافیل علیہ السلام کی آواز سے زیادہ دلکش آواز پیدا نہیں فرمائی، جب وہ آسمانوں میں کچھ پڑھنا شروع کرتے ہیں تو ساتوں آسمانوں کے فرشتے اس آواز کی سماعت میں محو ہو کر ذکر اور تسبیح بھول جاتے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو آپ تین سو سال تک روتے رہے، تب اللہ تعالیٰ نے آپ سے پوچھا: اے آدم یہ رونا کیسا ہے؟ اور پریشانی کا باعث کیا ہے؟ حضرت آدم علیہ السلام یوں عرض گزار ہوئے: اے اللہ یہ رونا نہ تو جنت کے

شوق میں ہے اور نہ ہی دوزخ کے خوف سے، میرا رونا تو فقط ان خوبرو اور نوجوان فرشتوں کے شوق میں ہے جن کی ستر ہزار صفیں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ناچتے اور وجد کرتے ہوئے یوں تیری عظمت اور کبریائی کا بیان کیا کرتی تھیں:

جل الملک ملکنا، لو لا ملکنا هلکنا، من مثلنا و أنت إلهنا: من مثلنا و أنت حبيبنا: من مثلنا و أنت مستغاثنا.

ہمارا بادشاہ عظیم تر ہے، اگر ہمارا بادشاہ ہم پر نگاہ لطف نہ فرماتا تو ہم برباد ہو جاتے، تو ہمارا معبود ہے تو ہم جیسا خوش نصیب کون ہوگا؟ تو ہمارا حبیب ہے تو ہم جیسا بخت والا کون ہوگا؟ تو ہمارا فریادرس ہے ہم جیسا سعادت مند کون ہوگا؟ (اے اللہ!) یہ فرشتے قیامت تک اسی ذوق وشوق اور محبت سے تیری کبریائی بیان کرتے رہیں گے (اور میں کانوں میں رس گھولتی ہوئی ان کی آوازوں سے محروم ہو گیا ہوں) تب اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے فرمایا: آدم! ذرا سر تو اٹھاؤ اور انہی فرشتوں کو دیکھو، آپ نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ وہی فرشتے عرش کے گرد رقص میں ہیں، حضرت جبریل علیہ السلام میر مجلس ہیں اور حضرت میکائیل علیہ السلام ان کے قوال ہیں، جب حضرت آدم علیہ السلام نے یہ منظر دیکھا تو آپ کی بے تابی اور گریہ کو قرار مل گیا۔

اہل جنت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

و هم في روضة يحبرون (سورہ روم: 15)

باغ کی کیاری میں ان کی خاطر داری ہوگی۔

بعض علماء نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرمایا ہے: ''اہل جنت کے لئے نغمہ سرائی کی جائے گی'' اس آیت مبارکہ سے عیاں ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے جام پینے والوں کے ہاں سماع کا کیا مقصد ہے؟ اللہ تعالیٰ کی یہ عطا حرام رقص نہیں جیسے کہ فقراء سے نفرت کرنے والوں کو غلط فہمی ہوئی ہے، یہ ذوق و شوق اس مرد کو حاصل ہوتا ہے جو اپنے دل کو غیر اللہ کی محبت سے یوں محفوظ رکھتا ہے کہ اس دل میں غیر کے خیال کا گزر بھی نہیں ہوتا اور اس کا دل دنیاوی مال و دولت کی طرف متوجہ بھی نہیں ہوتا اور دنیا و آخرت میں اس کا مقصد فقط اللہ تعالیٰ کی رضا ہو اور جو شخص وساوس کی کثافتوں اور طبیعت کی آلائشوں کے باعث سراپا کثافت بنا ہوا سے چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہوئے باتوں اور حرکتوں میں پوری طرح ادب کے راستے پر چلے اور جھوٹے دعووں کے درمیان میں غوطہ لگا کر واصلین کے مرتبہ و مقام پر فائز ہونے کا دعویٰ نہ کرے، کیا اسے علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھتا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ اپنے ولیوں کے بارے میں بہت غیرت والا ہے، سمجھدار آدمی کے لئے اتنی بات ہی کافی ہے۔

قارئین ذی وقار! اپنے تمام ظاہری اور باطنی آداب میں شریعت کے تابع رہو، کیونکہ جو شخص ظاہری اور باطنی اعتبار سے شریعت کی اتباع کرتا ہے اس کا اجر اور نصیب اللہ تعالیٰ (کی رضا) ہے اور جس کا نصیب ایسا ہو وہ قدرت والے بادشاہ کی بارگاہ میں بلند درجہ پر فائز ہوگا۔

حضرات گرامی! آپ میں سے ہی بعض علماء اور فقہاء ہیں جن کی مجالس وعظ اور تدریس کے حلقے بھی ہیں جہاں تم تعلیم حاصل کرتے ہو اور شریعت کے احکام سیکھتے ہو اور

لوگوں کو سکھاتے ہو، دیکھو تم کسی چھلنی جیسے نہ بن جانا جو عمدہ آٹا تو دوسروں کے لئے نکال دیتی ہے لیکن بھوسہ اپنے لئے رکھ لیتی ہے اور تم بھی اپنی زبانوں سے حکمت کے موتی بکھیرتے ہو لیکن تمہارے دلوں میں بغض اور کینہ رہ جاتا ہے، ایسے میں تم سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل کا مطالبہ کیا جاتا ہے:

أتأمرون الناس بالبر و تنسون أنفسكم (سورہ بقرہ:44)

کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو۔

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو محبوب بنالیتا ہے تو اسے اس کے عیوب دکھا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جس بندے سے محبت کرتا ہے اس کے دل میں تمام مخلوقات کے لئے نرمی اور شفقت ڈال دیتا ہے، اس کے ہاتھ کو سخاوت، اس کے آنکھ کو دلنوازی اور اس کے من کو رواداری کا عادی بنا دیتا ہے اور اسے اس کے عیوب اس ڈھب سے دکھا دیتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو بہت حقیر جانتا ہے اور کسی قابل نہیں سمجھتا۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت سے شادکام ہونے والا انسان غمگین رہتا ہے، جب لوگ خوشیوں میں نہال ہوں تو دلگیر ہوتا ہے لیکن مایوسی کا شکار کبھی نہیں ہوتا، اس کی خوشی مختصر اور گریہ زاری طویل ہوتی ہے، اسے ہر وقت اپنے محبوب کی تلاش رہتی ہے، اسے صبح و شام اپنے عیوب اور گناہوں کی فکر کھاتی ہے۔

الناس فی العید قد فرحوا و قد سروا

و ما سررت به و الواحد الصمد

لما تيقنت إلى لا أعاينكم

أغمضت عيني و لم انظر إلى أحد

لوگوں نے تو عید کے دن خوشی منائی لیکن خدائے وحدہ کی قسم ہم خوشی سے کوسوں دور ہے، جب مجھے عید کے دن یقین ہوگیا کہ آپ کے دیدار سے شاد کام نہ ہوسکوں گا تو میں نے اپنی آنکھیں بند کرلیں اور کسی اور کو بھی نہیں دیکھا۔

مجھے حق کی تلاش میں جب بھی راستہ دکھائی دیا میں نے اس پر قسمت آزمائی کی اور ہاں سچی نیت اور مجاہدہ کی برکت سے ہمیشہ صحیح راستے پر قدم رکھا، اس طرح مجاہدات میں جان کھپا کر مجھے یہ اندازہ ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچنے کا مختصر اور واضح ترین راستہ سنت محمدیہ پر عمل کرنے نیز انتہائی درجہ کی عاجزی وانکساری اور سراپا حیرت وفقر بننے میں ہے، حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، جس نے اپنی بارگاہ تک پہنچنے کا (مختصر ترین) راستہ عاجزی کے علاوہ کوئی نہیں بنایا اور (اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر اس کی بارگاہ تک) رسائی سے عاجز ہونے کا احساس ہی اس عظیم بارگاہ تک پہنچنے کا زینہ ہے۔

روایت ہے کہ رب کریم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: ''موسیٰ! میرے پاس ایسی چیز لاؤ جو میرے خزانوں میں نہیں'' حضرت موسیٰ علیہ السلام حیرت میں ڈوب کر یوں عرض گذار ہوئے ''اے اللہ تیرے خزانوں میں کس چیز کی کمی ممکن ہے؟'' تب اللہ تعالیٰ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: ''تم میرے پاس ذلت، انکساری اور مسکنت لاؤ (یہ چیزیں تمہارے جلالت اور کبریائی کے مالک رب کے خزانوں میں نہیں یہ صرف مخلوق کی

صفت ہوسکتی ہیں) میں ان لوگوں کے پاس ہوں جن کے دل میری محبت میں ٹوٹے ہوئے ہیں، اے موسیٰ! میرا قرب حاصل کرنے والوں نے اس عاجزی اور انکساری سے بڑھ کر کسی چیز کے ذریعے میرا قرب حاصل نہیں کیا۔''

تین قیمتی وصیتیں

حضرات ذی وقار! خدا کے خوف سے انسانی دل میں محاسبہ (1) کا احساس پیدا ہوتا ہے اور محاسبہ سے مراقبہ (2) کا احساس جنم لیتا ہے اور مراقبہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہمہ وقت مشغول رہنے کے راستے پر ڈالتا ہے، ہمارے زمانے میں وہ مومن انتہائی رشک کے قابل ہے جو اپنے زمانے کے احوال کو پہچانے اور اپنی زبان کی حفاظت کرے اور اپنے کام سے کام رکھے، ایسا انسان صالحین میں سے ہوجائے گا۔

ایک مرتبہ میں نے حضرت عبد الملک الخرنوتی سے گذارش کی: مجھے نصیحت فرمایئے، آپ یوں لب کشا ہوئے: ''اللہ تعالیٰ کے غیر کی طرف ملتفت ہونے والا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک نہیں پہنچ سکتا اور شکی مزاج کبھی کامیاب نہیں ہوتا (3) اور جس شخص کو اپنے اندر کمی کا اندازہ اور علم نہ ہو اس کے سب اوقات نقص اور کمی کا شکار ہیں۔''

دوسری نصیحت

سیدی احمد کبیر رفاعی فرماتے ہیں: میں حضرت عبد الملک الخرنوتی کی نصیحت کو

(1) محاسبہ اپنے اعمال کی جانچ پڑتال اور حساب کرتے رہنے کا نام ہے۔

(2) مراقبہ اپنے اعمال اور دل کی نگرانی کو کہتے ہیں۔

(3) مرید کو یہ یقین رکھنا چاہیے کہ میرا پیر (اگر واقعی پیر ہے تو) اللہ تعالیٰ تک پہنچانے کا ذریعہ ہے اور وہ اس راستے کو خوب جانتا ہے۔

سال بھر دھراتا رہا، جب بھی میرے دل میں کوئی وسوسہ پیدا ہوتا میں اس نصیحت کو یاد کر کے اس وسوسے کو دور کر دیتا، پھر میں نے حضرت صاحب کی اگلے سال جب زیارت کی اور جب میں ان کی بارگاہ سے پلٹنے لگا تو میں نے آپ سے پھر درخواست کی کہ مجھے کوئی نصیحت فرمایئے تو آپ نے فرمایا: "طبیبوں کے لئے بیمار ہونا، دانشمندوں کا جاہل ہونا اور دوستوں کے ساتھ بے مروت ہونا بہت برا ہے، میں ان کے پاس سے نکلا اور اس نصیحت کو سال بھر دہراتا رہا اور اس طرح مجھے حضرت کی ذات اور آپ کی نصیحتوں سے بہت فائدہ ہوا۔

علم اور معرفت والا انسان اللہ تعالیٰ سے خوف اور اس کے لئے اپنے اوقات اور دل کی نگرانی کے ذریعے اپنے معاملات کو نہایت خوبی سے منضبط کرتا ہے، وہ جب بھی کوئی بات کہنے کا ارادہ کرتا ہے تو بولنے سے پہلے بات کو تولتا ہے پھر اگر اس میں کچھ فائدہ دیکھتا ہے تو اسے زبان تک لے آتا ہے ورنہ خاموش رہتا ہے، کیونکہ روایات میں آیا ہے:

"تیری زبان تیرا شیر ہے اگر تو نے اس کی حفاظت کی تو وہ تیری حفاظت کرے گا اور اگر تو نے اسے کھلا چھوڑ دیا تو وہ تجھے پھاڑ کھائے گا۔" اللہ تعالیٰ کی پہچان رکھنے والے شخص کی گفتگو دلوں کا زنگ دور کرتی ہے اور اس کی خاموشی جاہل کو ٹالتی ہے، وہ ایسے لوگوں کو نیکی کا حکم دیتا ہے جو اس کے اہل ہیں اور انہیں برے کاموں کے قریب پھٹکنے سے بھی منع کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لا خير في كثير من نجواهم إلا من أمر بصدقة أو معروف أو إصلاح بين الناس (سورہ نساء:114)

ان کے اکثر مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں مگر جو حکم دے خیرات یا اچھی بات یا

لوگوں میں صلح کی۔

جو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ زیادہ باادب ہو جاتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے اس کے دل میں خوف خدا بڑھ جاتا ہے۔

تیسری نصیحت

سیدی احمد کبیر رفاعی فرماتے ہیں: مجھے سید ابو الفضل علی واسطی نے خطیب بغدادی تک اپنی سند کے ساتھ حدیث بیان کی اور خطیب بغدادی اس روایت کو جارود عبسی تک پہنچاتے ہیں، حضرت جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں: مجھے قصاص کے بارے میں ایک حدیث ملی جس کا راوی مصر میں تھا، میں نے ایک اونٹ خریدا، اس پر کجاوہ کسا اور ایک مہینہ سفر کر کے مصر پہنچا، تب میں نے حدیث بیان کرنے والے صحابی کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے حدیث کے راوی کے گھر کی نشاندہی کی (جب میں وہاں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ) اس گھر کا دروازہ زمین سے ملا ہوا ہے میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو ایک سیاہ فام غلام باہر نکلا میں نے اس سے پوچھا فلاں صاحب گھر میں ہیں تو وہ خاموش رہا اور دوبارہ گھر میں داخل ہو گیا اور اپنے مالک سے کہنے لگا: دروازے پر ایک دیہاتی آپ سے ملنا چاہتا ہے، تو اس کے مالک نے اسے کہا جاؤ اور اس سے پوچھو کہ وہ کون ہے؟ غلام نے باہر آ کر مجھ سے میرے بارے میں پوچھا تو میں نے اسے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی جابر بن عبداللہ ہوں تب وہ صاحب خود باہر آئے اور مجھے خوش آمدید کہا پھر بڑی محبت سے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر کہنے لگے، آئے کہاں سے ہیں؟ کیا آپ عراق سے

ہیں؟ میں نے کہا: ہاں میرے پاس قصاص کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث پہنچی ہے اور میرے خیال میں آپ سے بڑھ کر اس حدیث کو یاد رکھنے والا روئے زمین پر اور کوئی نہیں تو انہوں نے کہا: ہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تم سب کو برہنہ پا، برہنہ جسم اور باختنہ حالت میں اٹھائے گا اور پھر ایسے عرش پر سے سب کو ایسی بلند آواز سے ندا فرمائے گا جو سب تک ایک جیسی پہنچ رہی تھی، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں بدلہ لینے والا بادشاہ ہوں، میرے ہاں ظلم نہیں ہے، مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم آج کے دن کسی ظالم کا ظلم میری پکڑ سے بچ نہیں گا، اگر چہ یہ ظلم ایک تھپڑ ہو یا ہاتھ سے ہاتھ پر ضرب ہو، میں سینگ والے جانور سے بے سینگ جانور کا بدلہ لوں گا اور میں پتھر سے پوچھوں گا کہ اس نے دوسرے پتھر کو کیوں مارا تھا؟ اور میں لکڑی سے پوچھوں گا کہ اس نے ساتھ والی لکڑی کو کیوں کھینچا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: انہی امور کے متعلق قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی:

و نضع الموازين القسط ليوم القيمة (سورہ انبیاء:47)

اور ہم عدل کی ترازوئیں رکھیں گے قیامت کے دن۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اپنی امت کے بارے میں سب سے زیادہ خوف قوم لوط کے گناہ میں مبتلا ہونے کا ہے، دیکھو جب میری امت کے مرد اور عورتیں ہم جنس پرستی میں مبتلا ہو جائیں تو انہیں اجتماعی عذاب کا انتظار کرنا چاہیے۔

اس حدیث نے بتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ کس درجہ کا ہے کہ جو مخلوق مکلف نہیں

ہے چوپائے وغیرہ اس سے بھی بدلہ لیا جائے گا، اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لئے قیامت کے دن عرش پر قیام ثابت کیا گیا ہے لیکن یہ قیام کسی تمثیل یا کیفیت کے بغیر ذکر کیا گیا ہے، اس میں مردوں اور عورتوں کو ہم جنس پرستی پر سزا کی وعید سنائی گئی ہے۔ علم چھپایا نہیں جاتا اور کلمہ حق کہا جاتا ہے اور شارع علیہ السلام۔ میری روح آپ پر قربان ہو۔ نے ہر بات کھول کھول کر بیان فرما دی ہے، آپ نے ہمارے لئے اجر کے وعدوں اور سزاؤں کی وعیدوں کا بیان فرما دیا، جو آپ پر ایمان لایا اور آپ کی اتباع کی وہ نجات پا گیا اور جس نے آپ کی اتباع سے روگردانی کی اس کے لئے ہلاکت کا اندیشہ ہے، آپ کو جیسے پیغام پہنچانے کا حکم دیا گیا تھا آپ نے اسی طرح لوگوں تک پہنچا دیا، آپ کی حجت پر مکلف پر قائم ہو گئی اور آپ کے ذریعے مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہوئی اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسی طرح فیصلہ کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

و ما كنا معذبين حتى نبعث رسولا (سورہ اسراء:15)

اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

اللہ تعالیٰ سے محبت کی علامت اور بندگی کی حقیقت

حضرات گرامی قدر! جو شخص بھی اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے وہ اپنے آپ کو عاجزی اور انکساری سکھاتا ہے اور اپنے دل سے دنیاوی علائق کی محبت ختم کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ (کی رضا) کو اپنے تمام احوال میں ترجیح دیتا ہے اور اسی کی یاد میں مشغول رہتا ہے اور اپنے دل میں غیر اللہ کے لئے رغبت کو رہنے ہی نہیں دیتا اور چھپے ہوئے رازوں کی

حقیقت کے ساتھ اس کی عبادت کرتا ہے، تواضع کے نکتہ نظر سے منبر وتخت کو دسترس میں
ہوتے ہوئے بھی چھوڑ دیتا ہے اور اس رباعی کا مصداق بن جاتا ہے:

ترك المنابر و السرير تواضعا
وله منابر لو يشاء و سرير
و لغيره يجيء الخراج و إنما
يجيء إليه محامد و أجور

اگر وہ چاہے تو اس کے لئے بہت سے منبر اور تخت ہو سکتے ہیں لیکن اس نے ازراہ
تواضع منبر ومحراب کو چھوڑ دیا اوروں کے لئے تو لگان آتا ہے لیکن اس کے پاس تعریفیں آتی
ہیں۔

حضرات ذی وقار! بندگی کیا ہے؟ اپنے آقا کے علاوہ سب سے مکمل طور پر کٹ
جانا، ہر نمایاں کرنے والی چیز سے بے نیاز ہو جانا، اپنے آپ کو اپنے بھائیوں سے برتر نہ
سمجھنا، اپنے آپ کو مٹی کے اس درجے پر سمجھتے رہنا جس مٹی سے انسان بنا ہے، اللہ تعالی
کے فیصلوں کے سامنے سر جھکائے رکھنا بندگی ہے اور بندہ اس وقت تک بندگی کے عروج
تک نہیں پہنچتا جب تک وہ اللہ تعالی کے اغیار کی غلامی سے مکمل طور پر کنارہ کش نہیں ہو
جاتا۔

ذی وقار لوگو! مجھے بھیک مانگنے والوں کی دف، میری خانقاہ کو حرم اور میرے
مرنے کے بعد میری قبر کو بت نہ بنانا، میں نے اللہ تعالی سے التجا کی ہے کہ وہ مجھے اس بھری
دنیا میں صرف اپنی طرف متوجہ ہونے کی توفیق عطا فرمائے، پس یہ دعا تو جمعیت خاطر کے

ساتھ حاصل ہوگئی، اللہ کرے کہ اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت بھی اللہ تعالی کی طرف
توجہ حاصل رہے، اگر اللہ تعالی کی معیت حاصل ہوگئی تو سب کچھ آسان ہے۔

إذا صح منه الوصل فلكل هين
و كل الذى فوق التراب تراب

اگر اللہ تعالی کا قرب حاصل ہو جائے تو سب کچھ آسان ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالی کے ساتھ تعلق کو لازم پکڑو، اس کے حق کی قسم ہے اس کے حکم کے
بغیر نہ کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے، نہ کوئی کچھ دے سکتا ہے اور نہ ہی کوئی
کچھ روک سکتا ہے اور اس کی بارگاہ تک پہنچانے والے وسیلوں کا انکار نہیں ہو سکتا اور اس
تک پہنچانے والے واسطوں کو جھٹلایا نہیں جا سکتا، مگر بنیادی بات تمہارا کہا ہوا کلمہ "میں
اللہ تعالی پر ایمان لایا" ہے، اے مخاطب! اگر تو نے اللہ تعالی کی کتاب، اس کے رسول اور
جو کچھ وہ لائے ہیں اس پر ایمان لا کر اللہ تعالی کے اس فرمان پر عمل کیا ہے:

ما آتاكم الرسول فخذوه و ما نهاكم عنه فانتهوا

(سورہ حشر: 7)

اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

اور پھر تو نے اللہ تعالی کی بارگاہ تک پہنچانے والے وسیلوں کی بھی تعظیم کی، اللہ
تعالی کی وحدانیت کا بھی اچھی طرح اقرار کیا اور تو اس کے در پر بہتے آنسوؤں کے ساتھ جا
کھڑا ہوا اور تو نے انتہائی خشوع وخضوع سے زمین بوسی کی اور تمہیں اپنے انجام کا اندازہ ہو
گیا اور تم نے اپنے محبوب کی ملاقات کے لئے ضروری تیاری کر لی اور اپنے تمام اعمال میں

اخلاص کو اس حد تک اپنایا کہ تم سراپا اخلاص ہو گئے تب تم روحانی درجات کے حقدار ٹھہرو
گے اور تم پر عطیات الٰہیہ کے بادل برسیں گے اور تمہاری خاطر تم پر کرم کی خلعتیں ڈالی
جائیں گی اور تمہارے لئے نعمتوں کے دستر خوان بچھائے جائیں گے اور تمہاری معرفت کا
جال تمام مخلوق پر ڈالا جائے گا تا کہ تو ہر کسی کو ان نعمتوں کی چاشنی سے آشنا کرے جو تجھے ملی
ہیں اور اس بات کی خبر ہر جگہ پہنچ جائے کہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا
نائب ہے۔

علماء کی تعظیم

حضرات! فقہاء اور علماء کی اسی طرح تعظیم کرو جیسے آپ اہل عرفان اور اولیاء کی
تعظیم کرتے ہیں کیونکہ راستہ دونوں کا ایک ہی ہے، علماء ظاہری شریعت کے وارث اور اس
کے احکام کی حفاظت کرنے والے ہیں، وہی تو ہیں جو لوگوں کو احکام سکھاتے ہیں اور
انہی احکام کی پیروی سے واصل باللہ کہلانے والے لوگ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچتے ہیں،
اس لئے کہ شریعت کی راہ سے ہٹ کر کوئی کوشش یا عمل بے فائدہ ہے، اگر کوئی عابد پانچ سو
سال بھی غیر شرعی طریقے سے عبادت کرتا رہے تو اس کی عبادت اس کے منہ پر ماردی
جائے گی اور اس غیر شرعی عبادت کا بوجھ بھی اسی کی گردن پر ہوگا اور قیامت کے دن اللہ
تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسی عبادت کا کوئی وزن نہ ہوگا، دین کی سمجھ رکھنے والے عالم کی دو
رکعتیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دین کی سمجھ سے عاری انسان کی دو ہزار رکعات سے افضل
ہیں اور علماء میں سے ایسے اہل تقویٰ جنہوں نے اپنے علم کو عملی جامہ پہنایا وہ اہل حقیقت
ہیں تمہاری نظر میں ان کی عزت وحرمت محفوظ ہونی چاہیے، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا:

من عمل بما يعلم ورثه الله علم ما لم يعلم

جس نے اپنے علم پر عمل کیا اللہ تعالیٰ اسے وہ علم دے گا جو پہلے اس کی دسترس میں
نہیں تھا۔

نیز آپ نے یہ بھی فرمایا:

العلماء ورثة الأنبياء

علماء انبیاء کے وارث ہیں۔

علماء لوگوں کے پیشواء اور مخلوق کے معزز ترین لوگ اور حق تعالیٰ کا راستہ بتانے
والے ہیں۔

تم بھی بعض جھوٹے صوفیوں کی طرح یہ مت کہو کہ ہم اہل باطن ہیں اور علماء اہل
ظاہر ہیں کیونکہ اسلام ظاہر اور باطن کا حسین امتزاج ہے، اسکا باطن اسکے ظاہر کا مغز ہے،
جبکہ اس کا ظاہر اس کے باطن کا محافظ ہے، اگر ظاہر نہ ہوتا تو باطن کہاں چھپتا؟ اور اگر
ظاہر نہ ہوتا تو باطن کا وجود ہی نہ ہوتا، دل جسم کے بغیر موجود نہیں ہوتا بلکہ اگر جسم نہ ہوتا تو دل
بھی سلامت نہ رہتا، دل جسم کا نور ہے اور جس علم کا نام بعض لوگوں نے ''علم باطن'' رکھا
ہے وہ علم باطن کی اصلاح کرتا ہے، علم ظاہر اسلامی ارکان پر ظاہری بدن سے عمل کرنا اور دل
سے توحید و رسالت وغیرہما کی تصدیق کرنا ہے، اب اگر تمہارا دل حسن نیت اور باطنی
پاکیزگی سے آراستہ ہو بھی گیا تو کیا فائدہ؟ تو نے قتل کا ارتکاب کیا، چوری کی، زنا کیا، سود
کھایا، شراب پی، جھوٹ بولا، تکبر کیا، لوگوں کو سخت سست کہا ایسے میں نیت کی خوبی اور باطن

کی پاکیزگی چہ معنی دارد؟ اگر تم نے اللہ تعالیٰ کی خوب عبادت کی، عفت کا راستہ بھی اپنایا، روزہ بھی رکھا، سچ بھی بولا، صدقہ بھی دیا اور تواضع بھی اختیار کی لیکن تمہارے دل میں ان تمام خوبیوں کے ساتھ ساتھ ریاء اور فساد بھی چھپا ہوا تھا تو تمہارے عمل کا کیا فائدہ؟ اگر تمہاری عقل میں یہ بات آگئی ہو کہ باطن ظاہر کا مغز ہے اور ظاہر باطن کا محافظ ہے تو پھر تو یہ کہہ کر ہم اہل ظاہر میں سے ہیں، تمہاری یہ بات ایسے ہی ہوگی جیسے کہ تم نے کہا ہے: ''ہم اہل باطن ہیں'' جب تم نے کہا'' ہم ظاہری شریعت کے پیروکار ہیں'' تو گویا تم نے باطنی حقیقت کا بھی ذکر کر دیا ہے، صوفیہ کرام کی کونسی باطنی حالت ہے جس پر ظاہری شریعت نے عمل کا حکم نہیں دیا؟ اور کونسی ظاہری حالت ہے جس کے باطن کی اصلاح کا شریعت نے حکم نہیں دیا؟ لوگو! ظاہر اور باطن میں فرق اور تفریق نہ کرو کیونکہ ایسا کرنا گمراہی اور بدعت ہے، علماء اور فقہاء کے حقوق نظر انداز نہ کرو ایسا عمل جہالت اور حماقت ہے۔

اے علماء کے گروہ! تم بھی ایسا نہ کرو کہ علم کی چاشنی تو حاصل کر لو لیکن عمل کی تلخی کو اہمیت نہ دو، جان لو کہ علم کی مٹھاس عمل کی تلخی کے بغیر کچھ فائدہ نہیں دیتی اور یہ تلخی ابدی مٹھاس پیدا کرتی ہے، ارشاد ربانی ہے:

إنا لا نضيع أجر من أحسن عملا (سورہ کہف:30)

ہم ان کے نیک (اجر) ضائع نہیں کرتے جن کے کام اچھے ہوں۔

یہ قرآنی آیت اعمال پر انعام عطاء کیے جانے کی گواہی دیتی ہے اور اخلاص یہ ہے کہ عمل صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہو دنیا یا آخرت کے لئے نہ ہو نیز اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ہی حال اور قول وعمل میں اللہ تبارک تعالیٰ کے بارے میں اچھا گمان رکھنا چاہیے۔

نفع دینے والا علم

حضرات صوفیہ کرام! آپ لوگ یہ کیا کہتے ہیں: حارث کہتے ہیں، ابو یزید بسطامی نے یہ کہا، یہ کیا طریقہ ہے؟ ان کلمات کا ذکر کرنے سے پہلے یوں کہو: ''امام شافعی نے کہا'' اور ''امام مالک نے کہا'' اور یوں کہو: ''نعمان بن ثابت نے کہا'' پہلے درمیان کے معاملات درست کرو پھر اضافی مقولہ تحریر کرو، ''ابو حارث نے کہا'' اور ''ابو یزید بسطامی نے کہا'' یہ کلام نہ تو کچھ بڑھا سکتا ہے اور نہ ہی کچھ گھٹا سکتا ہے لیکن امام شافعی اور امام مالک کا فرمان ہے: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچنے کا کامیاب ترین اور قریب ترین راستہ یہ ہے کہ شریعت کے ستونوں کو علم وعمل کے ساتھ مضبوط کرو اور اس کے بعد علم وعمل کے احکام میں پائی جانی والی گہرائیوں کے لئے کمر ہمت باندھو، علم کی ایک مجلس ستر برس کی ایسی نفلی عبادت سے افضل ہے جو بغیر علم کے ادا کی گئی ہو، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

هل يستوي الذين يعلمون و الذين لا يعلمون

کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان۔ (سورہ زمر:9)

ایک دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے:

أم هل تستوي الظلمات و النور (سورہ رعد:16)

یا کیا برابر ہو جائیں گے اندھیریاں اور اجالا۔

طریقت کے مشائخ اور میدان حقیقت کے شہسوار تو تم سے کہتے ہیں علماء کے دامن سے وابستہ ہو جاؤ، میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ تم فیلسوف بن جاؤ لیکن میں تمہیں کہتا ہوں دین کا فہم حاصل کرو'' اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کا فہم عطا

فرمادیتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے کسی جاہل کو ولی نہیں بنایا، ولی اپنے دین کی سمجھ بوجھ سے خالی نہیں ہوتا، وہ جانتا ہے کہ اس نے نماز کیسے پڑھنی ہے، اسے روزہ کیسے رکھنا ہے، اس نے زکوۃ کیسے دینی ہے اور اس نے حج کیسے ادا کرنا ہے اور اس نے ذکر کیسے کرنا ہے، اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ کرنے کا علم پختہ کرلیا، ایسا آدمی اگرچہ بظاہر امی ہو لیکن وہ عالم ہے اور اسے وہی انسان جاہل کہے گا، علم فقط علم البیان، بدیع اور فقط وہ نہیں ہے جو شعراء کی نغمہ بن کے بکھرتا رہا اور اسی طرح علم الجدل والمناظرہ اور علم مختصر الفاظ میں اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی کو جاننا ہے اور علم جو جامع بھی ہے اور پورا بھی ہے وہ علم تفسیر و حدیث و فقہ ہے جبکہ الفاظ سے متعلق فنون اور نظری قواعد جنہیں لوگوں نے وضع کیا اور انہیں علوم قرار دیا ہے یہ فنون ہیں اور قائل کے اس قول کے تحت داخل ہوں گے:

"بعض چیزوں کا جان لینا اچھا ہے اور نہ جاننا خوب نہیں۔"

نقصان دہ علم

اپنے کانوں کو وحدت الوجود اور علم فلسفہ سے بہرہ بنالو کیونکہ ایسے علوم (ناپختہ فکر کے لوگوں کے) قدم کو پھسلا کر جہنم کی طرف لے جانے والے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اپنی حفظ وامان میں رکھے، ظاہر کا التزام کرو ظاہر کا اہتمام کرو، اے اللہ ہم بوڑھی عورتوں والا ایمان مانگتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

قل الله ثم ذرهم فی خوضهم یلعبون (سورہ انعام:91)

اللہ کہو پھر انہیں چھوڑ دو ان کی بیہودگی میں انہیں کھیلتا۔

علماء کے ساتھ تعلق نہ توڑو، ان کی مجالس میں حاضر ہوا کرو اور ان سے دین کی باتیں لیا کرو، "فلاں عالم بے عمل ہے" ایسی بات مت کہا کرو، اس سے علم لے لو اور اس پر عمل کرو اسے اور اس کے عمل کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کردو۔

حضرات اولیاء کرام! حکمت کی بات جہاں سے ملتی لے لیتے تھے اور اس بات کی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ یہ بات کس کی زبان سے نکلی اور کس پتھر پر لکھی ہے یا کس کافر کے ذریعے پہنچی ہے، وہ تو آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق کے بارے غور وفکر کرتے رہتے ہیں اور رب کریم کی بارگاہ میں یوں عرض گذار ہوتے ہیں:

ربنا ما خلقت هذا باطلا (سورہ آل عمران:191)

اے ہمارے رب تو نے یہ بیکار نہ بنایا۔

اولیائے کرام مخلوق کے لئے (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچانے والے) پل ہیں اور اللہ کی توفیق جن لوگوں کے شامل حال ہوتی ہے، وہ ان پلوں کے ذریعے منزل مقصود کو پہنچ جاتے ہیں، اولیائے کرام انتہائی مخلص اور علم پر عمل کرنے والے اللہ تعالیٰ کے وہ منتخب بندے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لئے خاص کرلیا، ان کے دلوں کو ایک لمحہ کے لئے بھی غیر کے حجاب نے متاثر نہیں کیا، انہوں نے درمیانی چیزوں کو درمیان سے نکال دیا اور انہوں نے رازوں کو (نااہلوں سے اوجھل رکھنے کے لئے) خفاء کے پردے میں ڈال دیا، انہوں نے راتوں کو عبادت اور دنوں کو روزوں میں گذارا، ان میں سے بعض لوگوں کے مزاج پر فکر غالب ہے جبکہ بعض دیگر کے مزاج پر ذکر غالب ہے اور بعض خوش نصیبوں کے مزاج پر ذکر و فکر دونوں غالب ہیں، ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے:

رجال لاتلهيهم تجارة و لا بيع عن ذكر الله

(سورہ نور:37)

وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ کوئی خرید وفروخت اللہ کی یاد سے۔

میں آپ لوگوں کو انتہائی دردمندی سے یہ نصیحت کرتا ہوں کہ آپ دین کے بنیادی مسائل سمجھنے اور سیکھنے کے بعد صوفیہ کرام کی صحبت حاصل کرو، اس انداز میں ان کی صحبت حاصل کرنا آزمودہ تریاق ہے، ان حضرات کے پاس اعلیٰ درجے کا جو سرمایہ ہے وہ سچائی اور پاکیزگی، سوز دروں اور وفاشعاری، دنیا وآخرت سے علیحدگی اور پوری یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا ہے، یہ خصلتیں فقط مطالعہ، پڑھنے اور مجالس میں حاضر ہونے سے حاصل نہیں ہوتیں بلکہ ایسے شیخ کامل کی صحبت اٹھانے سے حاصل ہوتی ہیں جو حال اور قال دونوں کا جامع ہو، وہ قال (گفتگو) سے راہ دکھائے تو حال کے ذریعے ہمت بندھائے۔(1)

شیخ کے حال کا مریدوں میں ظاہر ہونا

شیخ طریقت کا حال (روحانی کیفیات) کمال کی صورت میں ہو یا زوال کی صورت میں نسل در نسل مریدوں میں ظاہر ہو کے رہتا ہے، اگر شیخ طریقت میں کمال کی حالت ہے تو اس سے کامل مرید کا حال بلند ہو جاتا ہے اور ناقص کا حال ترقی کی راہ پر

(1) سیدنا الشیخ رفاعی رحمہ اللہ نے قرآن کریم کی درج ذیل آیت مبارکہ کو نہایت عمدگی سے یہاں بطور اقتباس ذکر فرمایا:

أولئك الذين هداهم الله فبهداهم اقتده.

گامزن ہو جاتا ہے اور اگر شیخ طریقت کا حال روبہ زوال ہے تو کامل مرید کا حال بھی زوال پذیر ہو جاتا ہے جبکہ ناقص کا حال بالکل ہی جاتا رہتا ہے، ہاں جس پر اللہ تعالیٰ کرم فرمائے اس پر اپنے ناقص الاحوال شیخ کی منفی تاثیر ظاہر نہیں ہوتی، ایسے منفی اثرات چھوڑنے سے بچو جن سے تمہارے کامل مریدوں کا حال زوال کی راہوں پر چل پڑے اور ناقص مریدوں کے ہاتھ سے حال جاتا ہے، مرد تو وہ ہے جس کے مثبت اثرات اس کے بعد بھی ظاہر ہوں، مردوں نے کہا ہے:

إن آثارنا تدل علينا و انظروا بعدنا إلى الآثار

ہمارے آثار تمہیں ہماری خبر دیں گے، ہمارے بعد تم ہمارے آثار کو دیکھنا۔

اپنے بعد (رب کی بارگاہ میں) ذلت اور انکساری، بڑے سے علیحدگی، تکبر کے دائرے سے نکلنے، کریم مالک کے در پر ذلت، فقراء اور علماء سے محبت، اللہ تعالیٰ کے فیصلوں (تقدیر) کے سامنے سر جھکا کر انہیں قبول کرنے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو تھامنے کے آثار چھوڑ جاؤ۔

وقت کے ہاتھوں دھوکہ نہ کھانا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے انسان کے نزدیک وقت وہی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں گذرے اور جس سے سینہ ٹھنڈا ہو، ہاں: ''جس نے (اسلام میں) کسی اچھے طریقے کی داغ بیل ڈالی اسے اپنے عمل کا اور قیامت تک اس طریقے پر چلنے والوں کے عمل کا ثواب ملتا رہے گا اور جس نے کسی برے طریقے کی بنیاد رکھی اس کے لئے اپنے عمل اور قیامت تک اس برے طریقے پر چلنے والوں کے عمل کا گناہ ہوگا۔''

(ذرا سوچو تو کہ) حضرت سلیمان علیہ السلام کی امت میں سے کوئی فرد باقی نہیں رہا، آپ کی شریعت منسوخ کر دی گئی، جبکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سلامت ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کی شریعت بھی رہتی دنیا تک باقی رہے گی "بیشک اللہ کا وعدہ نہیں بدلتا۔" (سورہ آل عمران:9)

حضرت سلیمان علیہ السلام کا وصف دنیا بھر کی بادشاہی کا سامنا اللہ تعالیٰ کے وصف الملک الدیان سے ہوا تو اللہ تعالیٰ کے وصف نے اسے مٹا کر رکھ دیا، (اللہ تعالیٰ کے وصف کی شان تو یہ ہے):

لمن الملک الیوم ؟ للہ الواحد القہار (سورہ غافر:16)

آج کس کو بادشاہی ہے ایک اللہ سب پر غالب کی۔

یہ تو حضرت سلیمان علیہ السلام کا معاملہ تھا جبکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت عبدیت تھی (جو اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کے مقابلے میں نہ آئی) تو اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صفت عبدیت کی مدد کی تو آپ کی شان بلند ہو گئی اور آپ کا ذکر دوام حاصل کر گیا (اور ایسا کیوں نہ ہوتا) جبکہ "اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچانے والا ہے۔" (1)

آپ دیکھتے ہیں کہ بادشاہ اپنے خاندانوں اور خدام کے ساتھ منظر سے غائب ہو جاتے ہیں اور ان کے قوانین بدل جاتے ہیں لیکن رعیت اپنے حال پر رہتی ہے، ان بادشاہوں کی صفت اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کے سامنے آئی تو مٹ گئی، جبکہ رعایا کی

(1) قرآن کریم سے اقتباس ہے: و اللہ یعصمک من الناس (سورہ غافر:16)

صفت مملوکیت جب اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کے سامنے آئی تو اللہ تعالیٰ کی صفت نے اپنے بندوں کی صفت کی حفاظت نہیں فرمائی۔

سیدی شیخ منصور کا فرمان ہے: "مریدین اپنے شیخ کے حال کا آئینہ ہوتے ہیں۔ "شیخ کا "حال" جیسا بھی ہو مریدین میں کچھ نہ کچھ ضرور ظاہر ہوتا ہے، ہاں اگر مرید پر کوئی آسمانی حال وارد ہوا ہو جو مرید ہی کو نصیب ہوا ہو تو ایسی صورت میں بعض اوقات مرید اپنے شیخ کے درجہ سے بڑھ جاتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے، آپ منصور حلاج کے محبین میں وحدۃ الوجود پر گفتگو کا شوق پائیں گے، اسی طرح آپ حضرت ابو یزید بسطامی کے محبین میں اشاراتی اور رقت آمیز باتوں کی محبت کا رجحان پائیں گے اور آپ حضرت جنید کے احباب میں شریعت اور طریقت کی زبان ایک کرنے کی محبت پائیں گے اور اسی طرح سلما بازی کے مریدوں میں اعلیٰ دنیاوی درجوں کی محبت پائیں گے، آپ شیخ ابو الفضل کے مریدوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف پوری یکسوئی کے علاوہ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے سامنے ذلت اور انکساری کی محبت پائیں گے اور ایثار، رجحان اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان حضرات کے لئے اختصاص کی وجہ سے حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے خاص کر دیتا ہے۔" (1)

حضرت معروف کرخی، حضرت داود طائی، حسن بصری اور ان کی صحبت اٹھانے والوں کو آپ دیکھیں گے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف سفر کو فقط دو چیزوں میں بیان کر دیا، شریعت کا دامن تھام کے رکھنا اور حق تعالیٰ وحدہ لاشریک کی طلب رکھنا، یہ ہے شریعت تمہارے سامنے۔

(1) قرآن کریم سے اقتباس ہے: یختص برحمتہ من یشاء (سورہ آل عمران:74)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
ہی بہترین نمونہ ہیں

اے بھائی! اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لو آپ کا رہن سہن کیسا تھا؟ آپ کی گفتگو کیسی تھی؟ صالح اور فاجر لوگوں کے ساتھ آپ کے اخلاق کیسے تھے؟ یہ سب کچھ دیکھ اور پھر آپ کی باتوں جیسی باتیں اور آپ کے عمل جیسا عمل کرنے کی کوشش کیا کر اور آپ کے اخلاق اپنانے کی کوشش کیا کر اور اگر تو خود نہیں جانتا تو علماء سے پوچھ، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لاتعلمون (سورہ انبیاء:7)

تو اے لوگو اعلم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔

صوفیہ کرام اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی نعمتوں کا تذکرہ اس نکتہ نظر سے کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا ہو اور لوگوں کو بھی عمل پر برانگیختہ کیا جائے تا کہ انہیں بھی یہ برکت حاصل ہو، اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

والذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا (سورہ عنکبوت:69)

اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تذکرہ کرنے والا یوں کہتا ہے: مجھے میرے رب نے فلاں چیز پر مطلع فرمایا، مجھے میرے رب نے فلاں چیز کا علم عطا فرمایا، مجھے فلاں قسم کی خیر و برکت سے نوازا لیکن وہ ایسا کبھی نہیں کہتا کہ میں تم سے بہتر ہوں، میں تم سے بڑا ہوں، میں تم سے

زیادہ معزز ہوں، اس طرح بڑ مارنا رعونت کے سبب سے ہوتا ہے اور ایسے کلمات احمق کی زبان پر جاری ہوتے ہیں، مجھے تم سے کس چیز نے بہتر، برتر اور زیادہ معزز بنا دیا، یہی نماز روزہ اور دیگر عبادات ہی تو ہیں، اللہ تعالیٰ کی مخفی ناراضگی سے بے پرواہ ہونے والے لوگ خسارے میں ہیں، اگر اللہ تعالیٰ کے فرمان: و اشکروا لی و لاتکفرون (اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو، سورہ بقرہ:152) کی تعمیل کا مسئلہ نہ ہوتا تو عقلمند آدمی اپنا منہ سوئی دھاگے سے سی لیتا۔

اے بھائی! تو اپنے باپ پر فخر کرتا ہے تو سن حضرت آدم علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ کے پہلے برگزیدہ نبی تھے ان کی اکثر اولاد اور اسی طرح بہت سے انبیاء اور مرسلین کی اولاد کفر کے گڑھے میں گری اور تو اپنے علم پر اتراتا پھرتا ہے؟ تو سن ابلیس بڑا ذی علم تھا اس نے علم کی ہر گتھی کو سلجھا لیا تھا، تجھے اپنے مال پر گھمنڈ ہے تو سن دنیا کا بہت بڑا دولتمند قارون اپنے بے انتہا مال کی وجہ سے ہی ہلاک ہوا تھا، اپنی بادشاہت پر فخر کرتے ہو تو سنو فرعون کو اس کی بادشاہی اللہ تعالیٰ کے قہر سے بالکل نہ بچا سکی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یکسوئی سے رب کی طرف رجوع کیا تو آپ ہلاکت سے محفوظ ہو گئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خالق کے سامنے ذلت کی بساط بچھائی تو ذلت سے بچ گئے، حضرت یونس علیہ السلام نے اپنے رب سے لا إله إلا أنت سبحانك (تیرے سوا کوئی برحق معبود نہیں تو پاک ہے) کہتے ہوئے سچی التجا کی تو ہلاکت سے محفوظ ہو گئے، حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنا سر تقدیر الٰہی کے سامنے خم کر دیا آپ خسارے سے بچ گئے، نبیوں اور رسولوں کا یہی شیوہ تھا اور یہی صدیقین اور صالحین کا راستہ ہے، اللہ تعالیٰ کے کلمات میں تبدیلی نہیں۔

زھد کی حقیقت

پیارے بھائی! تو کہاں ہے اور کس وادی میں گھوم رہا ہے؟ تو اپنے وہم کی وادی میں چرتا ہے اور لاتعلق کے میدان میں گھومتا ہے، میں اللہ تعالیٰ سے تجھ پر رحم کی درخواست کرتا ہوں، میں تیرے لئے فکرمند ہوں، اللہ کی قسم میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تو اللہ تعالیٰ سے منقطع ہو کر رسوا ہو جائے، یا اللہ! میں وصل کے بعد جدائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

برادر عزیز! اگر تو اللہ تعالیٰ سے واصل ہونے کا گمان رکھتا ہے حالانکہ تو اس سے تعلق توڑے بیٹھا ہے تو مجھ سے ناراض تو نہ ہو، تو اپنے آپ کو عالم سمجھتا ہے حالانکہ تو جہالت کی تاریکی میں ہے، لوگ تجھ سے آگے بڑھ گئے اور ملامت نے تیرے اردگرد ڈیرا ڈال لیا، میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ تم معیشت کے اسباب تجارت اور صنعت سے ہاتھ اٹھا لو لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ معیشت کے اسباب میں غفلت اور حرام سے بچو، میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ اہل وعیال کو نظرانداز کردو اور اچھا کپڑا نہ پہنو لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ اہل وعیال کی محبت میں ڈوب کر اللہ تعالیٰ کو فراموش نہ کرو، اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں فقراء پر اچھے کپڑوں کے باعث اترانے سے بچو، میں یہ بھی کہوں گا کہ اپنے لباس میں ضرورت سے زیادہ زیب وزینت سے بچو ورنہ فقراء کے دل کرچی کرچی ہو جائیں گے اور تم خود پسندی اور غفلت میں مبتلا ہو جاؤ گے، میں تم سے یہ بھی کہوں گا کہ اپنے کپڑوں کو پاکیزہ رکھو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قل من حرم زينة الله التى أخرج لعباده و الطيبات من

الرزق (سورہ اعراف:32)

تم فرماؤ کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالی اور پاک رزق۔

میں تمہیں یہ بھی کہوں گا کہ اپنے دلوں کو بھی اچھی طرح پاک کرو یہ عمل کپڑوں کی پاکیزگی سے زیادہ ضروری ہے، اللہ تعالیٰ تمہارے کپڑوں کی طرف نہیں تمہارے دلوں کی طرف دیکھتا ہے، ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بعض احباب کو نصیحت کر کے، اپنے بعض اخلاق کے ساتھ، اپنے بعض حال کے ساتھ، اپنے بعض قال (کلام) کے ساتھ، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

و تعاونوا على البر و التقوى و لاتعاونوا على الإثم و العدوان (سورہ مائدہ:2)

اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الذين يقاتلون فى سبيل الله صفا كأنهم بنيان مرصوص (سورہ صف : 4)

انہیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں پرا باندھ کر گویا وہ عمارت ہیں رانگا پلائی۔

اور اللہ تعالیٰ کے یہ بندے اللہ تعالیٰ کی راہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر شیطان، نفس اور اللہ تعالیٰ کے دشمن سے جنگ کرتے ہیں، وہ شیطان سے اس لئے جنگ

کرتے ہیں کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے دور نہ کر دے اور نفس کے ساتھ اس لئے جہاد کرتے ہیں تا کہ وہ اپنی گھٹیا شھوات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے غافل نہ کریں، اللہ تعالیٰ کا پرچم بلند کرنے کے لئے اس کے دشمنوں سے جہاد کرتے ہیں اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات تک پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے برسرپیکار ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہے اور اللہ تعالیٰ کی جماعت کامیاب و کامران ہے۔

علم کی ایسی تعظیم کرو کہ اس کا حق ادا ہو جائے کیونکہ سماعت یا عقل کے ذریعے چیزوں کی حقیقتیں جاننے کا نام علم ہے، ایمان زبانی اقرار اور دلی تصدیق کا نام ہے، ایمان کو اس کا حق دو، اسلام شریعت کی پابندی اور انسانی فطرت سے اعراض کا نام ہے، (1) اسلامی شریعت کے احکام کی بجا آوری کرو اور معرفت یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو اس کی وحدانیت کے ساتھ جانو، نیتوں کو پاک کرو ان کی حقیقت دل میں کسی چیز کا یوں کھٹکنا ہے کہ کوئی اس پر مطلع نہ ہو سکے، لہذا حقیقی معرفت حاصل کرو، ادب کو اچھی طرح سمجھو اور سیکھو، کسی چیز کو اس کی جگہ پر رکھنا ادب ہے، وعظ میں اختصار کو پیش نظر رکھو، وعظ کیا ہے؟ وعظ غفلت شعار لوگوں کے لئے رہنمائی ہے، تمام تر خوبی کے ساتھ نصیحت کرو جو کہ زہد کی حفاظت کا طریقہ بتلاتا ہے، محبت میں سچائی کا رس گھولو اور محبت صرف محبوب کو یاد رکھنے اور ماسوی کو بھول جانے کا نام ہے، دعا میں ادب کا پورا خیال رکھو، دعا کا ادب اپنی حاجتوں کو بلند درجے والی ذات کی بارگاہ میں پیش کرنا ہے، تصوف کے مینار کو مضبوطی سے تعمیر

(1) فطرت سے اعراض کا مطلب یہ ہے کہ فطرت کے تقاضوں کو اخلاقی اور دینی ضابطوں کے بغیر پورا نہ کرو بلکہ فطرت کے تقاضوں کو شریعت کے احکام کے مطابق پورا کرو، انسان کی مصلحت شریعت کی پابندی میں مضمر ہے۔ (مترجم)

کرو، تصوف، اختیار کو قربان کر دینے کا نام ہے، بندگی کی راہ کو عمدگی سے اپناؤ، بندگی بلند و بانگ دعوے سے گریز، تکلیف کو برداشت کرنا ہے اور مولیٰ کی محبت ہے، اللہ تعالیٰ سے قرب کا راستہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز سے منقطع ہو کر ہموار کرو، ظاہر اور باطن کا ایک ہونا حق ہے اسے اپنا لو، تکلیف کے بغیر آتا جاتا سانس، مشقت کے بغیر حاصل ہونے والا رزق اور ریاء کے بغیر عمل عافیت کی تین شکلیں ہیں اس کی قدر کرو، استقامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی شی کو ترجیح نہ دی جائے، اس حلال روزی کو تلاش کرو جس پر دنیا میں جرمانہ اور آخرت میں باز پرس نہ ہوگی، اطاعت کے راستے پر اس عمدگی سے جمے رہو کہ تمام اقوال و افعال اور احوال میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا پیش نظر ہو، صبر کو یوں اپناؤ کہ دل اللہ تعالیٰ کے حکم پر جما رہے، گوشہ نشینی کو اس ڈھب سے پاکیزہ بناؤ کہ اہل دنیا سے طمع ختم کر کے ان سے قلبی طور پر دور رہو اگرچہ جسمانی طور پر ان کی درمیان میں ہی بیٹھے ہو۔

سنو! ولی وہی ہے جس نے نفس، شیطان، دنیا اور اپنی خواہش کو نظر انداز کر کے اپنا دل مولیٰ اللہ تعالیٰ کی طرف پھیر لیا، دنیا اور آخرت سے کنارہ کشی کر کے صرف اللہ تعالیٰ کا طالب ہوا اور قناعت شعار وہ ہے جس نے تقدیر کو خوش دلی سے قبول کیا اور فقط ضرورت کے سامان پر اکتفا کیا۔

میں تمہیں کچھ عادات اور اوصاف سے ڈراتا ہوں، خبردار ان میں سے کسی چیز کو بھی قریب نہ پھٹکنے دینا کیونکہ یہ اوصاف و اخلاق قاتل زہر ہیں، میں تمہیں خوف خدا اور درج ذیل خصائل سے بچنے کی تلقین کرتا ہوں، ان میں سے پہلی حسد ہے جس میں انسان چاہتا ہے کہ دوسرے انسان سے نعمت چھن جائے، دوسری خصلت تکبر ہے جس میں مبتلا

انسان اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر سمجھتا ہے، تیسری خصلت جھوٹ ہے اور جھوٹ خلاف واقع بات گھڑنے اور ایسی بات کہنے کا نام ہے جس میں کسی کا نفع نہ ہو، چوتھی خصلت غیبت ہے یعنی کسی کا بشری عیب بیان کرنا، پانچویں خصلت حرص ہے یعنی دنیا سے سیر نہ ہونا، چھٹی خصلت غصہ ہے یعنی انتقام کے لئے خون کا کھولنا، ساتویں خصلت ریاء ہے یعنی انسان کا اس بات پر خوش ہونا کہ دوسرے اس کے اعمال دیکھ رہے ہیں، آٹھویں خصلت ظلم ہے یعنی خواہش نفس کو انجام تک پہنچانا، میں آپ سے کہتا ہوں کہ ہمیشہ خوف اور امید کے درمیان رہیں، خوف یہ ہے کہ دل اپنے گناہوں کے سبب اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور امید یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے وعدہ کی خوبی کو یاد کر کے دل کا چین پائے اور آپ لوگ ہمیشہ عبادت، ریاضت سے روح کی پاکیزگی کا سامان کرو اور روح کی پاکیزگی کا معنی ہے قابل مذمت حالت کو قابل تعریف حالت میں تبدیل کرنا۔

بصیرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا

لوگو! نیکی کا حکم دینا اور بدی سے روکنا اپنا شعار بنالو۔

إن الدين عندالله الإسلام (سورہ آل عمران:19)

بیشک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔

جس نے بھی نیکی کا حکم دیا اور بدی سے روکا وہ اللہ تعالیٰ کی سرزمین میں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہے اور ان کی کتاب کا بھی خلیفہ ہے اسی طرح ہمیں سچے اور مصدق نبی نے خبر دی ہے۔

امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس نے فاسقین سے دشمنی رکھی

اللہ تعالیٰ کے لئے ہی غصہ کیا اور اللہ تعالیٰ کیلئے ہی جہاد کیا اور اس نے اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو طلب نہ کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا۔

حدیث کے لوگوں۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔ نے اللہ تعالیٰ کی حدود میں مداہنت کرنے اور برے اعمال میں مبتلا ہونے والے شخص کی مثال یوں بیان کی ہے کہ ایک گروہ کشتی میں سوار ہوا ان میں سے بعض کشتی کے نچلے حصے میں تھے اور بعض اوپر والے حصے میں، تو کشتی کے نچلے حصے میں ایک آدمی کلہاڑی لیکر اٹھا اور کشتی کے نچلے حصے میں سوراخ کرنا شروع کر دیا، تب کشتی کے سوار اس کے پاس آکر کہنے لگے کیا کر رہے ہو؟ تو اس نے جواب دیا مجھے پانی چاہیے، اب اگر کشتی کے سوار اس آدمی کو سوراخ کرنے سے روک دیں تو اسے بھی نجات دلا دیں گے اور خود بھی نجات پا جائیں گے اور اگر اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے تو اسے بھی ہلاک کر دیں گے اور خود کو بھی ہلاکت کے سپرد کر دیں گے۔

حدیث نبوی میں ہے کہ کوئی بھی قوم اس حال میں گناہوں میں مبتلا ہوئی کہ اس میں کچھ ایسے لوگ موجود تھے جو ان کو گناہوں پر تنبیہ کر سکتے تھے لیکن وہ سب کچھ دیکھتے ہوئے خاموش رہے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ان پر ایسا عذاب بھیجے گا جو گنہگاروں اور غیر گنہگاروں کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: اگر کوئی آدمی اپنے پڑوسیوں اور اپنے احباب میں ہردلعزیز ہے تو سمجھ لو کہ وہ آدمی مداہن ہے (برے کاموں پر تنبیہ نہ کرنے والا) ہے۔

ہاں بالکل جو آدمی گناہوں کو دیکھے اور کسی قسم کی تنبیہ نہ کرے تو وہ بھی گناہ میں شریک ہے، غیبت کو سننے والا غیبت کرنے والے کے گناہ میں شریک ہے اور یہ قاعدہ ان تمام گناہوں پر جاری ہوگا جن پر شرعاً تنبیہ کی جاتی ہے، سنو جو آدمی لوگوں کے ساتھ (بہت) گھل مل جائے گا اس کے گناہ بڑھ جائیں گے اگرچہ وہ شخص ذاتی طور پر متقی ہی کیوں نہ ہو، ہاں وہ لوگوں کے ساتھ ملتے جلتے رہنے کے باوجود گنہگار ہونے سے یوں ہی بچ سکتا ہے کہ وہ مداہنت (گناہ دیکھ کر خاموشی) چھوڑ دے اور اسے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہ ہو، لوگوں کو برا بھلا بتاتا رہے۔

شرعی احتساب کی بنیاد دو چیزیں ہیں، ان میں سے پہلی چیز شفقت، نرمی اور وعظ ونصیحت کو سختی سے نہیں نرمی سے شروع کرنا ہے، کیونکہ گنہگار کو سختی سے نصیحت کرنا اسے برانگیختہ کرنے کے مترادف ہے اور مذکورہ شخص ناصح کی بات کو رد کر کے اسے تکلیف پہنچانے کے درپے ہو جاتا ہے، حدیث میں آیا ہے:

نیکی کا حکم وہی دے جو نیکی کا حکم دینے میں نرم خو اور حکمت آشنا ہو اور برائی سے وہی روکے جو برائی سے روکنے میں نرمی اور حکمت کو اپنائے۔

ہمیں خبر پہنچی کہ کسی واعظ نے مامون عباسی رحمۃ اللہ علیہ کو انتہائی ترش اور درشت انداز میں نصیحت کی تو مامون نے اس واعظ سے کہا: اے واعظ! نصیحت میں نرمی کرو کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے تم سے بہتر ہستی کو مجھ سے بدتر لوگوں کی طرف بھیجا تو اپنے اس عظیم المرتبہ رسول کو نصیحت میں نرمی کا حکم فرمایا: قرآن حکیم میں ہے:

فقولا له قولا لينا لعله يتذكر أو يخشى (سورہ طہ:44)

تو اس سے نرم بات کہنا اس امید پر کہ وہ دھیان کرے یا کچھ ڈرے۔

میں آپ حضرات سے یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بہت بڑا احسان فرمایا کہ میں نے اس کی توفیق سے ان باتوں کو اپنا لیا جن کا میں نے آپ لوگوں کو حکم کیا یا ان پر ابھارا لیکن بھلائی یہ ہے کہ تم ناصح اور واعظ سے اس بات کا مطالبہ نہ کیا کرو اور اپنی اس خصلت کے باعث شیطان کو اپنے اوپر یہ کہتے ہوئے کامیابی کا موقع نہ دیا کرو کہ ہم تب تک نیکی کا حکم نہیں کریں گے جب تک ہم خود نیک نہیں ہو جاتے اور ہم برائی سے اس وقت تک منع نہیں کریں گے جب تک ہم خود اس سے مکمل طور پر کنارہ کش نہیں ہو جاتے، یہ طرز فکر تو روک ٹوک اور تنبیہ کا دروازہ ہی بند کر دے گا، تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے رہو اگرچہ تم خود اس پر پوری طرح عمل نہیں کر پاتے اور برائی سے منع کرتے رہو اگرچہ تم خود اس سے پوری طرح بچ نہیں پاتے، ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح حکم فرمایا ہے اور میں ذمہ داری سے آپ کو کہتا ہوں کہ ابدی شادمانی سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام احکام اور تمام نواہی میں، آپ کی وضع، آپ کے کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے اور سونے جاگنے (گفتگو کرنے) میں آپ کی اتباع ابدی سعادت کی چابی ہے اور اسی صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل پیروی کی جا سکتی ہے۔

ہمیں بعض آئمہ کے بارے علم ہوا کہ انہوں نے عمر بھر خربوزہ اسلئے نہیں کھایا کہ انہیں یہ پتہ نہیں چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خربوزہ کس طرح تناول فرمایا اور ایک بزرگ نے بھولے سے پہلے بائیں پاؤں میں موزہ پہن لیا پھر بعد میں اس غلطی کا کفارہ کچھ گندم خیرات کر کے ادا کیا، خبردار ایسی باتوں کو یہ کہہ کر نہ چھوڑنا کہ یہ تو ایسے امور ہیں جو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک عادات میں سے ہیں، کیونکہ ان امور کو معمولی سمجھ کر چھوڑ دینا سعادت کے دروازوں میں سے ایک عظیم دروازے کو بند کرنا ہے، یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک عادات ہیں جن کا ترک کرنا خسارہ ہی خسارہ ہے، جبکہ عبادات کے معاملے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نہ کرنے کا میرے علم کے مطابق اس کے سوا کوئی عذر نہیں کہ انسان سے یا تو کفر خفی کا ارتکاب ہو جائے یا پھر کھلم کھلا حماقت سرزد ہو جائے، اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ان دونوں سے محفوظ رکھے۔

صاحبان ذی وقار! خدا کی قسم میرے خیال میں روئے زمین پر کوئی بھی برے بھلے کا فرق جاننے والا ایسا باشعور نہ ہوگا جس کا دل و دماغ اس بات پر اعتقاد نہ رکھتا ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) جو بھی عبادت مقرر فرمائی اور آپ نے جو بھی عادات اختیار فرمائیں وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اور اس کی مخلوق کے ہاں پسندیدہ آداب ہیں اور انہی آداب کے اپنانے سے دل اطمینان پاتا ہے اور گھبراہٹ سکون میں بدل جاتی ہے، کیا انسانی عقل شراب کے نشے میں دھت اور باہوش انسان، چور اور امانتدار، جھوٹے اور سچے، زانی اور پاک دامن، متکبر اور منکسر المزاج، ظالم اور عادل، جھوٹ کے دعویدار اور سچ کے دعویدار، چغلخور اور چغلخوری سے پاک، مکر و فریب کرنے والے اور رحم کرنے والے، عبادت گذار اور رونے والے، عقل مند اور متفکر، فاجر اور نیک، کافر اور مومن کے حال سے کچھ فرق بھائی نہیں دیتا؟! ان امور میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں، میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کی یاد دلا کر تمہیں اس عظیم رسول کی اتباع کا حکم دیتا ہوں جو ہمارے پاس دو جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے اور تمام مخلوقات پر حجت بنا کر بھیجے گئے۔

موت کو یاد کر

سنو! موت کو ہمیشہ یاد رکھنا، اسے بھولنا غفلت کو جنم دیتا ہے اور غفلت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں کمی کے باعث طاری ہوتی ہے اور ذکر الٰہی کی کمی ایمان کی کمی کے باعث ہوتی ہے اور اسکا سبب جہالت ہے جو کہ گمراہی کا دوسرا نام ہے، بعض آسمانی کتابوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے: اے آدم کے بیٹے! میری عطا کی ہوئی عافیت کے باعث تو میری اطاعت پر قادر ہوا، میری توفیق سے تو نے میرا فریضہ ادا کیا، میرے رزق سے تو نے میری نافرمانی کی طاقت حاصل کی، میرے چاہنے سے تو نے اپنے لئے چاہا ہے، میری نعمت کے طفیل تو اٹھتا بیٹھتا ہے، تو میری نعمتوں میں سرتا پاڈوبا ہوا ہے، تو میری دی ہوئی عافیت سے آراستہ ہے، پھر تو مجھے بھول جاتا ہے اور میرے غیر کو یاد کرتا ہے، تو نے میرا شکر ادا نہیں کیا، اے آدم کے بیٹے! موت تیرے رازوں کو افشا کر دے گی اور قیامت تیرے سارے اعمال کو طشت از بام کر دے گی اور عذاب تجھے رسوا کر دے گا، اگر تو چھوٹا گناہ کرے تو اس گناہ کے چھوٹا پن کو نہ دیکھ، لیکن یہ دیکھ کہ تو نے کس (عظیم رب) کی نافرمانی کی ہے، اگر تجھے تھوڑا رزق دیا گیا ہے تو رزق کی کمی کو نہ دیکھو بلکہ یہ دیکھو کہ یہ رزق کس نے عطا کیا ہے، چھوٹے گناہ کو حقیر نہ جانو کیونکہ تو نہیں جانتا کہ تو نے کس گناہ کے ساتھ میری نافرمانی کی ہے، میری خفیہ تدبیر سے بے پرواہ نہ ہو کیونکہ وہ میرے لئے اس چیونٹی سے بھی زیادہ مخفی ہے تاریک رات میں کسی چٹان پر چل رہی ہے، اے ابن آدم! کیا تو نے میری نافرمانی کر کے میرے غضب کو یاد کیا؟

جو شخص آٹھ قسم کے لوگوں کے ساتھ بیٹھے گا اللہ تعالیٰ اس میں آٹھ خصلتیں پیدا

فرمادے گا، جو شخص ارباب حکومت کے ساتھ بیٹھے گا اس کے دل میں تکبر اور سنگ دلی بڑھ جائے گی، جو شخص مالداروں کے ساتھ بیٹھے گا اس کے دل میں دنیا اور اس کے ساز و سامان کی حرص بڑھ جائے گی، جو شخص درویشوں کے پاس بیٹھے گا اس کے دل میں قضا و قدر سے رضا بڑھ جائے گی، جو شخص بچوں کے ساتھ بیٹھے گا اس کے دل میں لھو و لعب کی محبت بڑھ جائے گی، جو شخص عورتوں کے ساتھ بیٹھے گا اس کی جہالت اور شہوت بڑھ جائے گی اور جو شخص صالحین کے ساتھ بیٹھے گا اس کی اطاعت میں رغبت بڑھ جائے گی اور جو شخص علماء کے ساتھ بیٹھے گا اسکے علم اور تقویٰ میں اضافہ ہوگا اور جو شخص فاسقوں کے ساتھ بیٹھے گا اس کے گناہ اور توبہ میں تاخیر بڑھ جائے گی، اخلاق کی کتب میں وارد ہوا ہے کہ عاقل کی صحبت میں بیٹھنا دین دنیا اور آخرت میں برکت کا باعث ہے، احمق کے ساتھ بیٹھنا دین و دنیا کا خسارہ، موت کے وقت حسرت اور ندامت کا باعث اور آخرت میں خسارہ ہے۔

اچھا خلق

حضرات گرامی قدر! تین قسم کے لوگوں کو شفاعت کا حق دیا جائے گا، علم والا، خدمت خلق کرنے والا، صبر کرنیوالا فقیر۔

قارئین ذی وقار! خزانہ غیب سے جو خوشی ملے اور آسمان سے جو بھی تکلیف نازل ہو اسے خوش دلی سے قبول کرو، اللہ تعالیٰ سے ہر حال میں راضی رہو، جہاں تک ممکن ہو مخلوق خدا کی ضرورتیں پوری کرو، اس لئے کہ جس نے دنیا میں اپنے مومن بھائی کی ایک ضرورت پوری کی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی ستر حاجتیں پوری فرمائے گا، کسی قوم کا معزز آدمی ذلیل ہوگیا ہو یا کسی قوم کا مالدار مفلس ہوگیا ہو تو اس پر خصوصی توجہ کیا کرو، صدقہ

دیتے رہا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ صدقہ کے بدلے تکلیفیں دور فرما دیتا ہے، مہمانوں کی خاطر داری کیا کرو کیونکہ یہ عمل نبوت کے منصب پر فائز ہونے اور شریعت عطا ہونے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت تھا، لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے ملو کیونکہ خوش اخلاقی تمام (نفلی) عبادتوں سے افضل ہے، عربی کی ضرب المثل ہے:

إذا لم تسع الناس بمالك فسع بخلقك

اگر تم اپنے مال کے ذریعے لوگوں کو سکون نہ دے سکو تو اپنے اخلاق کے ذریعے انہیں سکون پہنچا دو۔

أحسن الحسن الخلق الحسين

اچھے اخلاق بہترین خوبصورتی ہیں۔

اچھے اخلاق سے آراستہ انسان روزہ دار اور تہجد گذار کے رتبے کو پہنچ جاتا ہے حالانکہ وہ اپنے بستر پر رات گذارتا ہے، کیونکہ تہجد فرض نمازوں کے بعد اللہ تعالیٰ سے قرب کا سب سے زیادہ فضیلت والا ذریعہ ہے، جب تیرے چہرے پہ ہر وقت تیوریاں چڑھی ہیں تو تجھے عبادت کا فائدہ؟ اے مسکین یہ ایسے لگتا ہے کہ جیسے تو تہجد پڑھ کے اللہ تعالیٰ پر احسان کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے، اے مسکین! اگر تو نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہے تو اس کی عبادت یوں کر کہ تو اس کی چوکھٹ پر اسکی سلطنت کی سامنے سراپا عجز و انکسار بن کر اس کی ہیبت سے کانپتے ہوئے کھڑا ہے اور اس اعتراف کے ساتھ کھڑا ہے کہ تو اسکے واجب الادا حقوق کی ادائیگی سے قاصر ہے اور اس حال میں کھڑا ہے کہ تو اپنے نفس اور عمل پر نظر کرنے سے رکا ہوا ہے اور تو اس مالک کی عزت و جلال کا دروازہ اپنی

ذلت وخواری کی انگلیوں سے کھٹکھٹا رہا ہے، تب تمہارے لئے قبولیت کی امید کی جا سکتی ہے، اپنی زبان کو بے معنی باتوں کی آلودگی سے پاک کرو، تا کہ تیرا کلام اللہ تعالیٰ کی مقدس آسمانی وعرشی بارگاہ میں پیش ہو سکے، وہ بارگاہ جسے اس نے یوں طلب کی جہت بنایا ہے جیسے خانہ کعبہ کو عبادت کی جہت بنایا ہے۔

إليه يصعد الكلم الطيب (سورہ فاطر:10)

اس کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام۔

اس پاک اور مقدس جہت کی جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی ہمتیں پھیر دی ہیں، اس جگہ کی طرف جہاں سے اللہ تعالیٰ کے حکم نازل ہوتے ہیں، تا کہ اس بارگاہ کی بلندی سے تیرے لئے اللہ تعالیٰ امر اور لطف وکرم آئے، تا کہ تو اس کے سامنے یوں جھکتا چلا جائے کہ وہ تجھے اپنی بارگاہ میں حقیر دیکھے، اس معنی ومفہوم کو بیان کرنے میں قرآنی آیات بالکل واضح ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وفی السماء رزقکم وما توعدون (سورہ ذاریات:22)

اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا، یرزقہ من حیث لایحتسب (سورہ طلاق:2)

اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا۔

عقلمند بن، عقلمندی رب کی بارگاہ میں عجز وانکساری میں ہے۔

مقبولان بارگاہ کے شطحات

اے میرے بیٹے! جب تم مقبولان بارگاہ کا کلام سنو تو پوری توجہ سے سنو اس لئے کہ ان حضرات کا کلام ظاہر بھی ہوتا ہے اور گہرا بھی، اصحاب حکمت بیان کے سردار اور بنی نوع انسان کے سب سے زیادہ فصیح انسان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے کلمات کے ساتھ کلام فرمایا ہے جو لفظی طور پر کم اور معنوی طور پر بہت زیادہ ہیں، تو آپ نے اختصار اور وضاحت، وضاحت اور گہرائی کو یکجا کر دیا، آپ کے وارث اور نائب بھی اسی شان والے ہیں۔

میرے بھائی! میری باتوں سے ناراض نہ ہونا، تیرے دل ودماغ میں جتنی باتیں گھومتی ہیں جیسے اپنے آپ کو کچھ سمجھنا، تیرا مال، تیرا حسب ونسب، تیرا علم، تیرا وطن، تیرے بیوی بچے، تیرا عمل، تیری روحانیت، تیری کرامت اور تیری خوبی اگر تو نے ان سارے امور کا سامنا عجز وانکسار، حمد وشکر اور مسکنت کے ساتھ کیا تو یہ سب کچھ تیرے لئے کامیابی کا زینہ بن جائے گا اور اگر تو نے ان سب امور کا مان، عزت، تکبر، خود پسندی اور غفلت کے ساتھ کیا تو یہ سب کچھ تیرے لئے قباحت، وسوسہ اور اللہ تعالیٰ (کی بارگاہ) سے دوری کا سبب بن جائے گا، اپنے آپ کو سنبھال اور اپنا معاملہ درست کر، جب تو اپنے آقا کی عبادت سے (موت کے صورت میں) الگ ہو جائے گا تو زمین کا وہ ٹکڑا جس پر تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتا تھا وہ بھی تجھ پر یوں روئے گا جیسے کہ وہ تیرے ساتھ محبت کا اظہار کرتے ہوئے اور تجھ پر افسوس کرتے ہوئے زبان حال سے شاید یہ رباعی دہرا رہا ہے:

و كنت أظن أن جبال رضوى

تزول و أن ودك لا تزول

و لكن القلوب لها انقلاب

و حالات ابن آدم تستحيل

میرا گمان تھا کہ ''رضوی'' کے پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل سکتے ہیں لیکن تمہاری محبت
اٹل ہے لیکن دلوں میں انقلاب آجاتے ہیں اور انسان کے حالات بدل جاتے ہیں۔

اگر زمین تیری محبت میں تڑپتی ہے اور تیری طرف بھلائی بھیجنا چاہتی ہے تو تم
کہو کہ تمہیں کیسا ہونا چاہیے تھا؟

اگر تو سمجھے تو تیری حالت تیرے لئے زیادہ مناسب تھی اور تو اس بات کے زیادہ
لائق تھا۔

مجھے اپنے ہم عصر لوگوں میں سے ایک دوست کا یہ شعر ملا:

حللت باب بالدير عقدة زناري

و قلت خذوا من فقيه الحمى ثاري

میں نے بت خانے کے دروازے پر زنار کی گرہ کھول کر کہا، دربار کے فقیہ سے
میرا بدلہ لو۔

شاعر نے ظاہری مفہوم کو چھوڑ کر کچھ اور معانی مراد لئے ہیں لیکن سنو! تم ایک
بات کہنے سے بچو، ہمیں اس شعر کے لکھنے والے لوگوں کے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہیے لیکن
ہمیں دین کے ساتھ کہیں زیادہ حسین ادب کا خیال رکھنا چاہیے اور حق پر ثابت قدم رہنا

زیادہ اہمیت رکھتا ہے، ہم زنار نہیں باندھیں گے، ہم بت خانے کو نہیں جائیں گے اور فقیہ
کے ہاتھ پاؤں چومیں گے اور اس سے اپنے دین کا علم حاصل کریں گے اور شاعر کے
بارے میں کہیں گے کہ انہوں نے اس شعر میں کچھ چیزیں طلب کی ہیں جنہیں ان الفاظ
میں پنہاں رکھا، میں کہتا ہوں کاش کہ وہ اپنے مقاصد کو ان الفاظ میں پوشیدہ رکھ کر طلب نہ
کرتا اور جو کچھ انہوں نے کہا اس کی بجائے وہ یہ فرماتے:

حللت بباب الشرع عقدة زناري

و طهرت بالفقه الإلهي أسراري

وما الدير و الزنار إلا ضلالة

و ما الشرع إلا الباب للوصل بالباري

میں نے شریعت کے دروازے پر اپنے زنار کی گرہ کھول دی اور اللہ تعالیٰ کی عطا
کی ہوئی سمجھ سے میں نے اپنے باطن کو پاک کر لیا، بتخانہ اور زنار تو بالکل گمراہی ہے
اور اللہ تعالیٰ سے ملنے کا دروازہ تو فقط شریعت کا دروازہ ہے۔

ہاں میں مانتا ہوں کہ اہل محبت کی حالت جب دل پر غالب ہوتی ہے تو عقل
مضطرب ہو جاتی ہے، ایسے میں زبان ایسے شخص کا کلام کرجاتی ہے جسے جنون لاحق ہوا ہے،
یا اس نے شراب چڑھا رکھی ہے یا اس کے خون نے جوش مارا ہے یا اس پر بے ہوشی طاری
ہے، تم اسے چھوڑ دو اور اس کا معاملہ اس کے رب کے حوالے کردو، اس کے لئے تمہاری
طرف سے اتنا ہی کافی ہے اور تم اس مضبوط رسی کو تھام لو جسے جس نے بھی تھاما وہ گمراہی
سے محفوظ ہو گیا۔

یہ اور شطحیات میں ایسے دیگر کلمات جو اپنے کہنے والے کی طرح تحدیث نعمت سے کچھ آگے ہی بڑھ جاتے ہیں اس آدمی کی طرح ہیں جو بیت الخلاء میں گیا تو وہاں سو گیا اور پھر اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ حکومت کے تخت پر بیٹھا ہے، جب وہ جاگا تو اپنی جگہ کو پہچان کر شرمندہ ہوا، میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی عظمت یاد دلا کر کہتا ہوں: اپنی حدود پر ثابت قدم رہو، عظیم سردار کی سنت کو مضبوطی سے تھامے رہو۔

مالی و لألفاظ زید　　و وهم عمرو و بکر

و جد الشریعة أهدی　　من سر ذلک و سری

مجھے زید کے الفاظ اور عمرو بکر کے وہم سے کیا غرض؟ شریعت کا چہرہ میرے اور اس کے رازوں سے زیادہ رہنمائی کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کے لئے تیاری

اللہ کا فرمایا حق ہے، تیرے بھائی کے پیٹ نے جھوٹ بولا، پیارے بھائی! تو جس حالت میں ہے اگر اس میں صرف حلال نہیں تو اس کا کوئی ثواب نہیں اور اگر مباح نہیں تو تم اس کے جوابدہ ہو گے اور اگر تو حرام لایا ہے تو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے وقت یہ حرام تمہیں پڑھ کے سنایا جائے گا:

ومن یعمل مثقال ذرة شرا یره (سورہ زلزال:8)

اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا۔

میں یہ نہیں کہتا کہ تمہارے لئے راستے بند ہو چکے اور تم طوفان کی زد میں ہو اور تمہیں در کرم سے لوٹا دیا گیا ہے نہیں اللہ تعالیٰ کے حق کی قسم بلکہ کل قیامت کے دن اللہ

تبارک وتعالیٰ کا فضل وکرم، لطف واحسان اس شان سے ظاہر ہوگا کہ ابلیس لعین وظالم کفار بھی ایڑیاں اٹھا اٹھا کے دیکھیں گے اور میں آپ سے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ (1) توبہ اور ان اعمال کے ذریعے اسکے قریب جاؤ جو اسے پسند ہیں اور اس کی نافرمانیوں کو ترک کر کے اس کی ناراضگی کے دروازے سے دور جاؤ اور اس کی عظمت وقدرت کو اپنے سامنے رکھ کر اس سے ڈرو اور دل میں اس کے کرم کا یقین رکھنے والوں کی امید کی شمع روشن رکھو، اس لئے کہ مومن کی امید اس کے دل میں خوف کے برابر ہوگی اور یہ برابری اس قدر ہم آہنگ ہوگی کہ اگر ان دونوں کو تولا جائے تو ان میں سے کوئی بھی دوسرے سے بڑھ نہ سکے گی۔

سب کو بالآخر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے اور اس کی طرف لوٹنا ہے، ہر کوئی اپنے آشیانے کو لوٹتا ہے اور اپنی عمر پوری کرتا ہے اور اس سے اس کی عمر کے بارے میں سوال کیا جائے گا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

منها خلقناكم و فيها نعيدكم و منها نخرجكم تارة أخرى (سورہ طہ:55)

ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا اور اسی میں تمہیں پھر لے جائیں گے اور اسی سے ہم تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔

یہ غلہ جسے تم کھاتے ہو تم جیسوں کی مٹی سے نکلا ہے، ان کی قوت اور شدید پکڑ آج کہاں ہے؟ وہ سب چلے گئے مر گئے اور دنیا سے یوں جدا ہوئے گویا وہ کبھی تھے ہی نہیں۔

---

(1) قرآن کریم سے اقتباس ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: غافر الذنب قابل التوب شدید العقاب (سورہ غافر:3)

هذا تراب لو تفكره الفتى

لرأى عليه من الجباء بساطها

و كأنما ذراته لو ميزت

صيغت لألسنة الأولى أسفالها

اگر جوان اس مٹی میں غور کرے تو اس پر بہت سی پیشانیوں کو بچھا ہوا پائے گا اور اگر مٹی کے ذرات کو الگ الگ کیا جائے تو یوں محسوس ہوگا جیسے ان ذرات کو پہلوں کی زبانوں کے لئے غلاف بنادیا گیا۔

ہم روزانہ کتنی ہی زبانیں، پیشانیاں، رخسار اور ہونٹ اپنے پاؤں تلے روندتے (1) یہ دنیا ہے اور یہ اس کے احوال ہیں، یہ اس کے مکانات اور یہ اس کے مرد ہیں، میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا کوئی باشعور انسان یہ سب کچھ سوچ کر اور دنیا سے عبرت حاصل کر کے دنیا اور اس کے مکانات کی اصلاح اور انہیں آباد کرنے کی خواہش کرے گا؟ کیا میں یہ خانقاہ اسلئے تعمیر کروں کہ اس میں صالح، ابراھیم، ابوالقاسم اور دیگر عورتیں رہیں گی؟ یا میں وہ گھر تیار کروں جس میں اس وقت رہوں جس میں میرے دوست تنہا چھوڑ جائیں گے اور میں مٹی کو تکیہ بنالوں گا؟! کیا اس خانقاہ کو میرے باپ نے سواروں اور پیادوں سے بنوا کر اپنے بعد میرے لئے چھوڑا تھا؟ اللہ کی قسم ایسا نہیں بلکہ یہ سب کچھ تو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا اور خوب عطا فرمایا، کیا اس کا احسان صرف میرے ساتھ خاص ہے؟ نہیں، اللہ کی قسم بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے دنیا عطا فرماتا ہے لیکن آخرت

(1) یہ حصہ قرآن کریم سے اقتباس ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فاعتبروا یا أولی الأبصار.

صرف اسے عطا فرمایا ہے جس سے وہ محبت فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے میرے باپ کو گھر اور مرتبہ و مقام عطا فرمایا اور اسی طرح میں اور میرے اہل وعیال ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے غیب کی لوح محفوظ میں انہیں رزق عطا فرمایا اور اسی طرح ساری مخلوق ہے، پھر مادی آسائشوں کے خیالات اور گمراہیوں کے راستوں میں بھٹکنا کس بنا پر ہے؟

دانا وہ ہے جو اپنے رب سے ڈرے اور اپنے آپ کو عبادت میں مشغول رکھے اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ولقد كتبنا في الزبور من بعد الذكر أن الأرض يرثها عبادي الصالحون (سورہ انبیاء:105)

بیشک ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ اس زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔

یہ ایسی آیت ہے کہ اس کی تفسیر میں علماء نے اختلاف کیا ہے، کسی نے کہا یہ معنوی وراثہ ہے جس کے ذریعے بندے کو زمین سے نکلتے وقت اللہ تعالیٰ کا قرب بخوبی حاصل ہوتا ہے، بعض دیگر علماء کے نزدیک "ورثہ" سے مراد ظاہری میراث ہے یعنی مخلوق کے استحقاق کے مطابق ان کے معاملات درست کرنا، اس لئے کہ کسی بھی قوم کے اعمال ہی ان کے حکام ہیں تمہارا بڑا احکام تمہارا عمل ہی ہے اور تم جیسے ہو ویسا ہی تم پر مقرر کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

إن الأرض لله يورثها من يشاء من عباده (سورہ اعراف:128)

بیشک زمین کا مالک اللہ ہے اپنے بندوں میں جسے چاہے وارث بنائے۔

یہ آیت واضح ہے جیسا کہ ذکر کیا گیا اور ایک جماعت نے ارض سے جنت کی
سرزمین مرادلی ہے، ہر ایک ہدایت پر ہے۔

اے میرے بھائی! کیا تو نہیں دیکھتا کہ جب بچہ پیدا ہو کر دنیا میں آتا ہے تو
مٹھی بند کئے ہوتا ہے اور یہ بات دنیا کے لئے حرص پر دلالت کرتی ہے اور جب وہ دنیا سے
جاتا ہے تو کھلی ہتھیلیوں کے ساتھ جاتا ہے اور یہ بات اس اعتراف پر دلالت کرتی ہے کہ
دنیا سے خالی ہاتھ جا رہا ہے اور وہ سب کچھ یہیں چھوڑے جا رہا ہے جس کا وہ حریص
تھا، موت بطور واعظ کافی ہے۔

أبكي و مثلي من يبكي إذا سبقت
قوافل القوم أهل العلم والعمل
بكاء قوم للقيا الوالهين به
و آتني الخائف الباكي من الزلل

میں رو رہا ہوں اور جب اہل علم وعمل کے قافلے آگے بڑھ جائیں گے تو میری
طرح کون روئے گا؟ بعض لوگ اپنے پیاروں کی ملاقات کے لئے روتے ہیں لیکن میں
خوف سے اپنے گناہوں پر رو رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والے قریب ترین راستے

حضرات گرامی قدر! میں نے کوئی مشکل راستہ اور تنگ گذرگاہ کو نہیں چھوڑا مگر اس
کا پردہ کھول دیا اور میں نے نعمت کے لشکروں کے ہاتھوں گرا ہوا پردہ اٹھا دیا اور میں نے

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک ہر دروازے سے داخل ہونا چاہا مگر ہر دروازے پر بہت زیادہ ہجوم
پایا، تب میں ذلت وانکسار والے دروازے پر آیا تو اسے خالی پایا، پس میں پہنچا اور اپنا
مطلوب حاصل کر لیا اور اللہ تعالیٰ کے طالب ابھی دروازوں پر تھے، میرے رب نے اپنے
فضل وکرم سے وہ کچھ عطا فرمایا ہے نہ آنکھ نے دیکھا، نہ کان نے سنا اور نہ ہی کسی بشر کے
دل میں خیال ہوا۔

میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کے کرم کے نمائندے نے وعدہ کیا ہے کہ وہ قیامت کے
دن تک میرے مرید اور محب، میری ذریت اور مشارق ومغارب میں بکھرے ہوئے
میرے خلفاء کی دستگیری کرے گا، جب ساری تدبیریں بے کار ہوں گی، اسی طرح یہ
روحانی معاہدہ ہوا اور اللہ تعالیٰ وعدے کا خلاف نہیں فرماتا۔

انبیاء اور مرسلین جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے یا پردے کے پیچھے
سے گفتگو فرمائی ان حضرات کے بغیر کسی مخلوق کا اللہ تعالیٰ سے مکالمہ ممکن نہیں اور اس کا اپنے
ولیوں کے ساتھ احسان کا وعدہ خوابوں کے ذریعے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے
اور اس الہام کے ذریعے پورا ہوتا ہے جس کی شریعت کسی حال میں بھی مخالفت نہیں کرتی
اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے نوازتا ہے

مواهب الرحمن لا تنقضي
و أمة المختار مثل المطر
خزائن السر لأحبابه
و الأهل للحكمة نوع البشر

قد يضلع السابق في سيره

و يسبق الضويلع المنتظر

اللہ تعالیٰ کے انعامات ختم نہیں ہوتے اور نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بارش کی طرح ہے، غیب کے خزانے اس کے احباب اور بنی نوع بشر میں سے حکمت کے اہل کے لئے ہیں، کبھی تیز چلنے والا لنگڑا جاتا ہے اور کبھی لنگڑا آدمی آگے نکل جاتا ہے۔

اے اللہ! میرے فہم، حکمت، معرفت اور علم میں اضافہ فرما اور مجھے ان مسلمانوں میں سے بنا جو تیری بارگاہ میں قرب سے شادکام ہیں، تیرے نبی کی اقتداء کرتے ہیں، یقیناً تو جو چاہے کرگذرتا ہے اور جس چیز کا تو ارادہ فرماتا ہے اس کا فیصلہ فرمادیتا ہے اور تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمت کی تعظیم

حضرات گرامی قدر! کھانے پینے، پوشاک، عافیت، امان اور دین اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں ان کی تعظیم کریں یہ نعمتیں آپ پر ہمیشہ سایہ فگن رہیں گی، صالحین کے ارشادات کی روشنی میں یقین کو مزید پختہ کرو اس لئے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں موسلا دھار بارش کی طرح برستی ہیں اور مسلسل اللہ تعالیٰ کی مدد ان کے شامل حال ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد سے ان کو اپنی بارگاہ کی طرف راہ دکھلایا اور اپنا قرب عطا فرمایا اور انہیں بنی نوع انسان میں نمایاں حیثیت عطا فرمائی، اللہ تعالیٰ نے انہیں معرفت عطا فرمائی تو انہوں نے اسے پہچانا اور ان کو محبوب بنایا تو انہوں نے بھی اس سے محبت کی۔

رضی اللہ عنهم و رضوا عنه (سورہ توبہ:72)

اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی۔

اللہ تعالیٰ پر اپنے توکل کے ستونوں کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرو اور اپنی دعاؤں کے معانی خالص اللہ تعالیٰ کی رضا پر مشتمل رکھو، نفس اور شیطان سے محتاط رہو اور ہر معاملہ میں حکمت سے کام لو، جس نے اللہ تعالیٰ کی مدد کے سہارے کمر کس لی اور اس کی بارگاہ میں حاضری کے لئے ہمت کی سواریوں پر سوار ہو گیا وہ کبھی ناکام نہ ہوگا، واعظ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بعد کیا کہتا ہے:

لتجزى كل نفس بما تسعى (سورہ طہ:15)

کہ ہر جان اپنی کوشش کا بدلہ پائے۔

انحصار کرنے والا درج ذیل فرمان خداوند کے بعد کیا کہتا ہے؟

قل كل يعمل على شاكلته (سورہ اسراء:84)

فرما دیجئے، سب اپنے اپنے انداز پر کام کرتے ہیں۔

تنبیہ کرنے والا درج ذیل ارشاد ربانی کے بعد کیا تیار کرے گا؟

إنا لا نضيع أجر من أحسن عملا (سورہ کہف:30)

ہم ان کے نیک (اجر) ضائع نہیں کرتے جن کے کام اچھے ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے جلال سے ڈرانے والا درج ذیل آیت کریمہ کے بعد کیا باریکیاں ہوں گی جنہیں بیان کرے گا؟

يعلم السر و ما يخفى (سورہ طہ:7)

تو وہ بھید کو جانتا ہے اور اسے جو اس سے بھی زیادہ چھپا ہے۔

یعلم خائنة الأعین و لا تخفی الصدور (سورہ غافر:19)

اللہ جانتا ہے چوری چھپے کی نگاہ اور جو کچھ سینوں میں چھپا ہے۔

(تو وہ بھید کو جانتا ہے) اور اسے حواس سے بھی زیادہ چھپا ہے، اللہ جانتا ہے چوری چھپے کی نگاہ اور جو کچھ سینوں میں نیکی کا حکم دینے والا اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان کس چیز کی وضاحت کرے گا؟

و ما آتاکم الرسول فخذوہ و ما نھاکم عنه فانتھوا

(سورہ حشر:7)

اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

برائیوں سے منع کرنے والا اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان کے بعد کیا کیا اعلان کرے گا؟

فلیحذر الذین یخالفون عن أمرہ أن یصیبھم فتنة أو یصیبھم عذاب ألیم (سورہ نور:63)

تو ڈریں وہ جو رسول کے حکم کے خلاف کرتے ہیں کہ انہیں کوئی فتنہ پہنچے یا ان پر دردناک عذاب پڑے۔

کوئی عقل و دانش والا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بعد کیا کیا بہانہ لائے گا؟

من یعمل مثقال ذرة خیرا یرہ، و من یعمل مثقال ذرة شرا یرہ (سورہ الزلزال:7)

تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے تو

اسے دیکھے گا۔

الم ذلک الکتاب لا ریب فیه ھدی للمتقین

(سورہ البقرہ:1-2)

وہ بلند مرتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک نہیں اس میں ہدایت ہے ڈر والوں کو۔

اللہ تعالیٰ کی یہ کتاب مضبوط حجت اور دائمی معجزہ ہے، اس کتاب نے ہمیں سابقہ امتوں کے حالات اور مستقبل کی خبریں دی ہیں اور ہمارے لئے ہر چھپا ہوا راز کھول کے رکھ دیا، جس نے اس پر عمل کیا وہ نجات اور نفع پا گیا اور جس نے اس کی تعلیمات سے انحراف کیا وہ خدا تعالیٰ کی رحمت سے محروم اور پشیمان ہو گیا۔

اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تمہارے سامنے ہے، ایسے نبی جو نجات پانے والوں کے سردار، مناجاۃ کرنے والوں کے لئے وسیلہ اور ایسی روشن دلیل ہیں جس کے بعد کبھی کوئی گمراہی نہیں اور صوفیہ کرام کا راستہ بھی یہی ہے:

إن اللہ مع الذین اتقوا (سورہ نحل:128)

بے شک اللہ ان کے ساتھ ہے جو ڈرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ صوفیہ کرام کے لئے اپنی معصیت کا اعلان فرما رہا ہے، یہ آیت اختصاص اور مدد والی معیت پر دلالت کرتی ہے، اب جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب پر ایمان لایا اور اس نے اللہ تعالیٰ کے نبی کی سنت کی پیروی کی اور صوفیہ کرام کے راستے پر چلا، وہ (دنیا اور آخرت میں) ان کے ساتھ اور ان کے گروہ میں ہوگا۔

فإن حزب اللہ ھم الغالبون (سورہ مائدہ:56)

تو بیشک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف چلنا

پیارے بھائی! وسوسوں کا راستہ چھوڑ دے اور لوگوں سے انسیت حاصل کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق جوڑ لو، حکم اور حکمت اللہ تعالیٰ سے ہی لو، وہ فرماتا ہے:

یؤتی الحکمة من یشاء و من یوت الحکمة فقد أوتی خیرا کثیرا (سورہ البقرہ:269)

اللہ حکمت دیتا ہے جسے چاہے، جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی۔

تیری پرواز فقط گفتار تک نہ ہونی چاہیے اور تیری منزل اپنی حال کے ساتھ اپنے آپ کو جھٹلانا نہیں ہونی چاہیے۔

بدلت بالحنا بیاضک أحمرا

و خدعت فیه و قلت شعری أحمرا

تو نے مہندی کے ساتھ اپنے بالوں کی سفیدی کو سرخی میں تبدیل کر کے اپنے آپ کو دھوکا دیتے ہوئے کہا: میرے بال سرخ ہیں۔

سچ کی سواری پر سوار ہو کر، وہم کی صفوں کو چیرتے ہوئے ہمت کے لشکروں کے ساتھ، کائناتی دائروں سے نکل کر خالق کائنات کی طرف متوجہ ہو کر، اس کی رسی کو اچھی طرح تھامے ہوئے، اس کی طرف محتاجی کا پرچم اٹھائے ہوئے، اس کے سامنے ذلت کا اعتراف کرتے ہوئے حریم قرب کی طرف یوں روانہ ہو کر تو بیوی، بچوں، مال، اپنے وجود، اپنی عبادت، اپنی بیداری اور اپنی غفلت کے حجابات سے الگ ہو جائے، اس لئے کہ تیرا اپنی شب بیداریوں کو دیکھنا بہت بڑا حجاب ہے، تیرا اپنے نور کو دیکھنا بہت بڑی تاریکی

ہے، ہر چیز تیرے لئے حجاب ہے، تو حجابات سے مقصود دروازہ کھول اور ہر مقصود ایک رکاوٹ ہے تو اس رکاوٹ سے الگ ہو کر اپنے معبود کی بارگاہ میں حاضر ہو جا۔

بیوی، دنیا، درھم و دینار، عزو جاہ اور مخلوق کا غلام برباد ہو گیا، وہ شخص (بھی) برباد ہو گیا جو ایک اعلیٰ بارگاہ کی طرف کمزور ارادہ لے کے چلا۔

سر للجناب بهمة مرفوعة

عن عالم التفصیل و الإجمال

و ارفع جنابک عن عبادة غیره

بحقیقة الأفعال و الأقوال

اس کی بارگاہ کی طرف ایسی ہمت کے ساتھ چلو جو تفصیل اور اختصار کی دنیا سے بالا ہو اور اپنے آپ کو افعال و اقوال کی حقیقت میں اس کے غیر کی عبادت سے بلند رکھو۔

إن الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل علیهم الملائکة ألا تخافوا و لا تحزنوا، و أبشروا بالجنة التی کنتم توعدون (سورہ حم السجدہ:41)

بیشک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش ہو اس جنت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔

اپنی بھوک اور پیاس، اپنے اور مخلوق کے احوال میں تبدیلی سے عبرت حاصل کرو، اپنی زبان دانی پہ مت اتراؤ جبکہ تم اغیار کی طرف پھرے جاتے ہو، اپنی سمجھ بوجھ کی آفت سے بے پرواہ نہ ہو جبکہ تو دنیا کے شکار پر ٹوٹا پڑا ہے، اپنے فلسفے پر نازاں نہ ہو جبکہ تو

اللہ تعالیٰ کی محبت سے محروم ہے، تو اپنے تصوف کے گھمنڈ میں نہ رہ حالانکہ تو تصوف سے ابھی بہت دور ہے۔

کل العلوم إذا تخللها السوی

صارت لداعی الانفصال معالما

جب سب علوم میں غیر گھسا ہوا ہے تو یہ سارے اللہ تعالیٰ (کی رحمت) سے دوری کا سبب ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے لئے ہر چیز سے دل اٹھا لینا

حضرات گرامی! اللہ تعالیٰ کی طرف جانے والا راستہ ویسا ہی ہے جیسا کہ ایک شہر سے دوسرے شہر، اس میں نشیب وفراز بھی ہیں، سیدھا پن اور ٹیڑھا پن بھی، نرم زمین بھی اور پتھریلی زمین بھی، بے آب وگیا اور لوگوں سے خالی چٹیل میدان بھی، سرسبز وشاداب، چشموں، درختوں اور لوگوں سے آباد زمین بھی لیکن مطلوبہ شہر تو ان ساری چیزوں کے بعد ہے، جو شخص راستے کے نشیب وفراز میں یا راستے کی آسانی اور تنگی میں یا چٹیل میدان اور پیاس کی سوزش میں الجھ گیا یا سبزہ، چشمہ، درخت اور لوگوں سے انسیت حاصل کرنے میں الجھ گیا وہ منزل مقصود سے محروم رہ گیا اور جو بلند ہمت شخص راستے کی تکلیفوں اور راحتوں سے بے نیاز ہو کر اپنی نظریں منزل مقصود کی طرف جمائے رہا وہ کامیاب ہو گیا اور اسی طرح اس کی بارگاہ تک جانے والے راستے ہیں اگر ان میں احوال کی دشواریوں نے سالک کو احوال میں تبدیلیاں لانے والے سے اور اسے مخلوق کی توجہ نے دلوں کو پھیرنے والے سے غافل کر دیا تو اس کی کوشش رائیگاں جائے گی اور وہ منزل مراد سے محروم ہو جائے گا اور اس

کا رشتہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کٹ جائے، ہاں اگر اس نے راستے کی تلخ اور خوشگوار رکاوٹوں کو پس پشت ڈال دیا تو وہ کائنات کی سب سے بڑی کامیابی حاصل کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کے لئے ساری کائنات کو چھوڑنا

حضرات ذی وقار! میں نے عرفات کے میدان میں اللہ تعالیٰ سے غرض، نفس اور مال سے دستبردار ہونے کا عہد کر لیا، کسی نے خواب میں رب کریم کو پکار کے عرض کی: اے اللہ! میری رہنمائی فرما کہ میں کیسے تجھ تک پہنچوں؟ تو اسے جواب ملا: اپنے آپ سے الگ ہو جا اور آ جاؤ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ مطہرہ کو دردِ زہ لاحق ہوا تو آپ دایہ کی تلاش میں نکلے، تب آپ نے اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا:

إني آنست نارا لعلي آتيكم منها بقبس أو أجد على النار هدى (سورہ طہٰ:10)

مجھے ایک آگ نظر آئی ہے شاید میں تمھارے لیے اس میں سے کوئی چنگاری لاؤں یا آگ پر راستہ پاؤں یعنی کسی آدمی سے دایہ کے بارے میں رہنمائی حاصل کر سکوں۔

فلما أتاها نودي ياموسى إني أنا ربك فاخلع نعليك إنك بالواد المقدس (سورہ طہٰ:11-12)

پھر جب آگ کے پاس آئے تو ندا فرمائی گئی کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) بے شک میں تیرا رب ہوں تو اپنے جوتے اتار ڈال بے شک تو پاک جنگل طویٰ میں ......

یہاں نعلین سے مراد جوتے نہیں نفس اور بیوی ہیں اور وادی مقدس سے مراد ایسی وادی جہاں نفس اور بیوی کا تصور بھی منع ہے (یعنی تمام توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف مطلوب ہے)

قارئین کرام! آپ کی وادی مقدس مسجد ہے، جب آپ مسجد میں داخل ہوں تو غیریت کے جوتے اتار دو کیونکہ بندہ نماز میں اپنے رب سے سرگوشیاں کرتا ہے، بندے کو چاہیے کہ وہ دیکھے کہ وہ اپنے رب سے کیسے سرگوشیاں کرتا ہے اور اس کی بارگاہ میں کیسے حاضر ہوتا ہے، یہ "احسان" کی بارگاہ ہے جس کے دروازے پر تقدس (پاکیزگی) کے قلم نے یہ حدیث لکھی ہے:

"اعبد الله كأنك تراه، فإن لم تكن تراه فإنه يراك"

(صحیح مسلم)

تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس انہماک سے کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو، اگر تم ایسا انہماک پیدا نہیں کر سکتے تو یہ تصور کرلو کہ وہ تمہیں (محبت سے) دیکھ رہا ہوں۔

تیرا اپنے آپ میں اور اپنے اہل وعیال میں مصروف ہونا تیرے جاہل ہونے کی دلیل ہے، میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ ان سب کو بالکل نظر انداز کردے اور پہاڑوں میں جھونپڑی ڈال لے بلکہ میں تو تمہیں یہ کہتا ہوں کہ اپنے اہل وعیال کی خدمت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر (یوں) اپنے آپ کو راحت دو، ساری کائنات کو دل سے نکال کر اللہ تعالیٰ کے ہو جاؤ اور اس کے ساتھ تعلق سے خوشی حاصل کرو، اس لئے کہ ربوبیت ہر حال میں مشارکت سے پاک ہے، شرکیہ اعمال مشرکین کے منہ پر مارے جائیں گے اور توحید پر مشتمل موحدین کے اعمال ہی قبول کیے جائیں گے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ألا لله الدين الخالص (سورہ الزمر:3)

ہاں خالص اللہ ہی کی بندگی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

فمن كان يرجو لقاء ربه فليعمل عملا صالحا و لايشرك لعبادة ربه أحدا (سورہ الکھف:11)

تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔

توسل

حضرات گرامی قدر! جب تم اولیاء اللہ سے مدد مانگو تو اس مدد اور فریاد رسی کو (حقیقی طور پر) ان کی طرف سے نہ سمجھو، کیونکہ یہ تو شرک ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کو اپنے خاص بندوں سے جو محبت ہے اس محبت کے وسیلے سے مانگو۔

رب اشعث أغبر ذي طمرين مدفوع في الأبواب لو أقسم على الله لأبره.

کتنے ہی پراگندہ اور غبار آلود بالوں والے، پھٹے پرانے کپڑوں والے ایسے ہیں جنہیں دروازوں سے دھکا دیا جاتا ہے (لیکن رب کی بارگاہ میں ان کی مقبولیت کا عالم یہ ہے کہ) اگر اللہ تعالیٰ کی محبت کے پیش نظر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری کردیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں کائنات میں تصرف عطا کیا ہے اور ان کی تکریم کے لئے حقائق کو پلٹ دیتا ہے اور انہیں ایسا مرتبہ ومقام عطا فرمایا ہے کہ جب یہ کسی چیز کو کہتے ہیں

ہو جاتو وہ ہو جاتی ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مٹی کا پرندہ بنایا، پھر اس میں پھونک ماری تو وہ سچ مچ زندہ ہو گیا، آپ نے مردوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ کیا، ہمارے نبی اور ہمارے حبیب، نبیوں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کا ستون آپ کا مشتاق ہوا، جمادات نے آپ پر سلام بھیجا، اللہ تعالیٰ نے آپ میں وہ تمام معجزات اکٹھے کردیے جو مختلف انبیاء میں بکھرے ہوئے تھے، آپ کے معجزے کے اسرار آپ کی امت کے اولیاء تک پہنچے، یہ معجزات آپ کی امت کے اولیاء کے لئے ایسی کرامات ہیں جو گزر جاتی ہیں لیکن آپ کے لئے ایسے معجزات ہیں جو ہمیشہ رہیں گے۔

اے میرے بیٹے! جب تو کہتا ہے: اے اللہ! میں تجھ سے تیری رحمت کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں تو یہ ایسے ہی ہے جیسے تو نے یوں سوال کیا ہو اے اللہ! میں تجھ سے تیرے خاص بندے شیخ منصور اور ان جیسے دیگر بندوں کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں، کیونکہ ولایت کسی کو خاص کر لینا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

یختص برحمتہ من یشاء (سورہ آل عمران:73)

اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے جسے چاہے۔

لیکن رحم کرنے والے کی قوت نوازے گئے ولی کو نہ دینا، کیونکہ فعل اور قوت تو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور وسیلہ اس کی وہ رحمت جس کے ساتھ اس نے اپنے خاص بندے کو مختص فرمایا ہے، پس اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت، محبت اور عنایت کے ساتھ اپنے جن خاص بندوں کو مختص فرمایا ہے ضرورت کے وقت ان حضرات کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب حاصل کر اور ہر فعل میں اس کی وحدانیت کو پیش نظر رکھ، اللہ تعالیٰ اپنی وحدانیت

کے بارے میں بہت غیرت والا ہے۔

حضرات گرامی قدر! جس نے عاجزی کے ساتھ دروازے پر دستک دی اس کے لئے قبولیت کا دروازہ کھل گیا اور جو شخص بارگاہ میں انکساری کے ساتھ داخل ہوا وہ عزت والے گھر میں بیٹھ گیا۔

برادر عزیز! ظاہر اور باطن میں شریعت کی پابندی کرو اور دل کو اللہ تعالیٰ کی یاد بھلانے سے بچاؤ، غریب الوطنوں اور مفلسوں کی خدمت کرو اور ہمیشہ نیک عمل کے لئے سستی اور تنگی کی بغیر جلدی کرو، اللہ کی رضا کے لئے اٹھو اور اللہ تعالیٰ کے دروازے پر جمے رہو، اپنے آپ کو راتوں میں عبادت کی عادت ڈالو اور اپنے آپ کو عمل میں ریا کاری سے بچاؤ اور اپنی خلوتوں اور جلوتوں میں اپنے گذشتہ گناہوں پر آنسو بہاؤ۔

دنیا کی زیب و زینت

اے بیٹے! دنیا ایک وہم و خیال ہے اور اس میں جو کچھ ہے وہ رو بہ زوال ہے، اے بیٹے! دنیا والوں کی پرواز دنیا تک ہے اور آخرت والوں کی پرواز آخرت تک ہے، جھوٹے دعوے سے بچو، توحید کے سمندروں میں (فلسفیوں کی طرح) غوطہ زنی سے دور رہنا اور اپنے عقیدے کو تبدیل نہ ہونے والا اٹل عقیدہ بناؤ اور اپنے ذہن کو شیطانی وسوسوں سے بچاؤ اور اپنے آپ کو برے دوست کی دوستی سے بچاؤ کیونکہ ایسے ادنی سے دوستی کا انجام ندامت ہے اور قیامت کے دن افسوس ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا شخص کا افسوس ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

یویلتی لیتنی لم اتخذ فلانا خلیلا (سورہ فرقان:28)

وائے خرابی میری ہائے کسی طرح میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔

اور اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی شخص کی حسرت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

یا لیت بینی و بینک بعد المشرقین فبئس القرین (سورہ زخرف:38)

ہائے کسی طرح مجھ میں اور تجھ میں پورب پچھم کا فاصلہ ہوتا تو کیا ہی برا ساتھی ہے۔

اپنے آپ کو برے دوست سے بچا تاکہ تو بھی قیامت کے دن اس کی دوستی پر اللہ تعالیٰ کے سامنے ان دو آیتوں کے ساتھ افسوس نہ کرتا پھرے، اس وقت تیری ندامت کوئی نفع نہ دے گی اور تیری بات نہ سنی جائے گی۔

اے بیٹے! تم نے جو کھا لیا اسے فنا کر دیا، جسے پہن لیا اسے پرانا کر دیا اور جو عمل کیا تو اسے اپنے سامنے پائے گا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری (موت) ایسا حتمی امر ہے جس کا فیصلہ ہو چکا ہے اور احباب کا بچھڑنا اٹل حقیقت ہے، دنیا کی ابتداء کمزوری اور فتور ہے جبکہ اس کی انتہا موت اور فتور ہے، اگر دنیا میں رہنے والوں کے لئے بقاء ہوتی تو اس کے آباد گھر ویران نہ ہوتے، اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ جوڑو اور غیر اللہ سے منہ موڑو اور اپنے تمام احوال میں سر تسلیم خم کر دو اور فقراء کے راستے پر تواضع کے ساتھ چلو، شریعت کی راہ پر چلتے ہوئے خدمت میں مشغول رہو، اپنی نیت کو وسوسوں کی آلائش سے اور اپنے دل کو لوگوں کی طرف میلان سے بچاؤ، اللہ تعالیٰ کے در سے خشک روٹی کھا لو اور نمکین پانی پی لو لیکن غیر اللہ کے دروازے سے تازہ گوشت اور شہد نہ کھاؤ، اپنی معیشت کے لئے

شریعت کے مطابق حلال روزی حاصل کرو اور معاشی ضرورتوں کے لئے حد سے زیادہ فکر چھوڑ دو۔

خوش اخلاقی

فقراء کی دل شکنی سے بچو اور صلہ رحمی کرو اور رشتہ داروں کی تکریم کرو اور جس نے تم پر ظلم کیا اسے معاف کرو اور جو تمہارے ساتھ تکبر کرے تم اس کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ، وزراء اور حکام کے دروازوں پر چکر نہ لگاؤ، درویشوں کی زیارت کثرت سے کیا کرو، قبروں پر کثرت سے جایا کرو، اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ، ان کے ساتھ ان کی ذہنی سطح پر رہ کر بات کرو، اپنے اخلاق کو اچھا بناؤ، لوگوں کی خاطر مدارت کرو، ان فقراء کے ساتھ کثرت سے ملو جنہیں تنہا چھوڑ دیا گیا ہے، بیواؤں کی خدمت کیا کرو، رحم کرو تم پر بھی رحم کیا جائے، تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو جاؤ تم اسے اپنے ساتھ دیکھو گے اور اپنے تمام افعال اور اقوال میں اخلاص کو اپنا ساتھی بناؤ۔

مخلوق کو حق تعالیٰ کی راہ دکھانے کی کوشش کرو، کرامتوں اور خلاف عادت امور کی خواہش نہ کرو، اس لئے کہ اولیاء کرامات کو اس طرح چھپاتے ہیں جیسے عورت حیض کو چھپاتی ہے، اللہ تعالیٰ کے دروازے کو تھام لو اور اپنے دل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ کرو اور اپنے مرشد کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے دروازے سے مدد طلب کرو اور کسی طمع اور غرض کے بغیر اپنے مرشد کی پورے اخلاص سے خدمت کرو، اس کے ساتھ انتہائی ادب سے رہو، ان کی عدم موجودگی میں بھی احترام کو ملحوظ رکھو، ان کی خدمت میں مشغول ہو جاؤ اور اس کے گھر میں کثرت سے اس کی خدمت کیا کر، اس کے سامنے گفتگو کم کر اور اسے

تعظیم اور وقار کی نظر سے دیکھ، تحقیر کی نظر سے مت دیکھ، دوستوں کو اچھی نصیحت کرو اور ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے محبت پیدا کرو، لوگوں کے درمیان صلح کراؤ اور لوگوں کو اپنے طریقے سے اللہ تعالیٰ کے ذکر پر جمع کرو اور انہیں فقراء کے راستے پر چلنے اور صوفیہ کے گروہ میں سچائی اور اخلاص کے ساتھ داخل ہونے کی تلقین کرو، اپنے دل کو ذکر کے ساتھ آباد کرو، اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو، مصائب پر صبر کرو، اللہ تعالیٰ سے راضی رہو اور ہر حال میں الحمد للہ کہو اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام کثرت سے پڑھو اور اگر تیرے دل میں شہوت یا برائی حرکت کرے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے نفل روزہ رکھو، اپنے گھر میں بیٹھ رہو اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو، بازاروں اور سیر گاہوں کی طرف زیادہ نہ نکلو، جس نے سیر گاہوں کو چھوڑ دیا اس نے کامیابی کو پالیا، اپنے مہمان کی عزت افزائی کر اور اپنے اہل، اولاد، بیوی اور خادم پر رحم کر، اللہ تعالیٰ کو ہر معاملے میں یاد کرو، اللہ تعالیٰ کے لئے خلوت وجلوت میں سراپا اخلاص رہو، آخرت کے لئے اچھی طرح عمل کرو اور دنیا میں اپنے عمل کو آخرت کے لئے کرو۔

وقل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون (سورہ الانعام:91)

اور کہو اللہ! پھر انہیں چھوڑ دو ان کی بیہودگی میں انہیں کھیلتا ہوا۔

یہ تمہارے لئے اور ہر اس شخص کے لئے میری نصیحت ہے جو سلسلہ رفاعیہ سے وابستہ ہو اور یہ نصیحت تمام بھائیوں کو اور تمام مسلمانوں اور محبت کرنے والوں کو۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ فرمائے۔ میں تمام ظاہر ومخفی، صغیرہ وکبیرہ گناہوں کے لئے عظمت وکبریائی والے خدا سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں

اور وہی بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا، بہت مہربان ہے۔

اے میرے بیٹے! کائنات کے سردار سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بندے نے (اپنے من میں) جو کچھ چھپایا اللہ تعالیٰ اس کو ویسا ہی لباس پہنا دے گا، اگر من میں اچھائی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اچھا لباس پہنائے گا اور اگر من میں برائی ہے تو برا لباس پہنائے گا۔(1)

اے میرے بیٹے! نبیوں اور رسولوں کے سردار سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت فرماتا ہے جو اس سے ڈرنے والا، مخلوق سے بے نیاز اور ریاکاری سے دور رہنے والا ہو۔(2)

اے میرے بیٹے! اگر تو واقعی عقلمند ہوتا تو دنیا کی طرف مائل نہ ہوتا اگرچہ وہ تیری طرف مائل ہوتی، کیونکہ وہ خائنہ ہے اور اپنے حاصل کرنے والوں کا مذاق اڑاتی ہے، جو اس سے دور ہوا وہ بچ گیا اور جو اس کی طرف مائل ہوا وہ آزمائش میں مبتلا ہو گیا، حدیث میں ہے:

دنیا کی محبت سب گناہوں کی جڑ ہے۔(3)

تو جیسے دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے اسی طرح اس سے نفرت اور اس سے کنارہ

---

(1) اسے طبرانی نے روایت کیا اور یہ حدیث حسن ہے۔

(2) اسے خطیب نے تاریخ میں روایت کیا، یہ حدیث ضعیف ہے۔

(3) اسے امام بیہقی نے روایت کیا، یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔

کشی بھی ہر نیکی کی بنیاد ہے، دنیا سانپ کی طرح چھونے میں نرم ہے لیکن اس کا زہر قاتل ہے، اس کی لذتیں بہت تیزی سے چھوٹ جانے والی ہیں اور اس کے دن خیال کی طرح گزر جانے والے ہیں، تو اپنے آپ کو خشیت الٰہیہ میں مشغول کر اور اس کے ذکر سے ایک ذرے کی مقدار بھی غفلت نہ برت اور اگر غفلت کا ایک ذرہ بھی تجھ پر طاری ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کر اور خود احتسابی کی طرف آ جاؤ، اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اور اس سے حیا کرو، خلوتوں اور جلوتوں میں اس کی نگرانی کا تصور رکھو، فقر و غنی میں اس کی حمد کرو اور اس کے اختیار کو چھوڑ دو، جہان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی فنا سے محفوظ نہیں۔

تصوف کا جوهر

اے میرے بیٹے! سچا صوفی بن جا، جھوٹا صوفی نہ بن ورنہ ہلاک ہو جائے گا، تصوف غیر اللہ سے منہ موڑنے، سوچ کو اللہ تعالیٰ کی ذات میں مشغول نہ کرنے، اس پر بھروسہ کرنے اور اپنے حال کی باگ ڈور اس کے سپرد کرنے، باب کرم کھلنے کا انتظار کرنے، اللہ تعالیٰ کے فضل پر اعتماد کرنے، تمام اوقات میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور تمام حالات میں اس کے ساتھ حسن ظن رکھنے کا نام ہے، پیارے بیٹے! جب تو علم سیکھو اور اچھی حکایت سنو تو اس پر عمل بھی کرو، بیٹا! عالم کی نجات علم پر اس کے عمل میں ہے اور علم پر عمل نہ کرنے میں اس کی تباہی ہے، حدیث میں ہے:

قیامت کے دن شدید ترین عذاب پانے والا وہ عالم ہو گا جسے اللہ تعالیٰ نے اس کے علم سے نفع نہیں دیا ہو گا۔ (صحیح مسلم)

اس لئے اپنے اوقات کو لھو و لعب، موسیقی سننے اور ہنسنے ہنسانے والوں کی باتوں

میں ضائع نہ کرو، خوشی کو چھوڑ دو اس لئے کہ فانی دنیا میں خوش ہونا نادانی ہے اور اس میں رہنا ہی عقلمندی ہے، اس میں ہمیشگی محال ہے اور دنیا پر ٹوٹ پڑنا تو جہالت اور گمراہی ہے، پھر نیک لوگوں کی راہ پر چل تاکہ تو قیامت کے دن انہی لوگوں کے زمرے میں شمار کیا جائے اور ان کے گروہ میں داخل ہو جاؤ۔

أولئک حزب الله ألا إن حزب الله هم الغالبون

یہ اللہ کی جماعت ہے، اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔ (سورہ مجادلہ:22)

حضرات گرامی! حقیقت کا راز عیاں ہے، معرفت کا جھنڈا گڑا ہے، اللہ تعالیٰ تک پہنچنے والا دروازہ کھلا ہے، تمہیں ان شرف والے معانی کو دیکھنے سے دنیا کی محبت اور موت فراموشی نے روک رکھا ہے، تعجب کی بات ہے کہ جسے پتہ ہے کہ اسے مرنا ہے وہ موت کو کیسے بھول جاتا ہے اور اس پر بھی تعجب ہے جسے پتہ ہے کہ اس نے دنیا کو چھوڑ جانا ہے وہ دنیا پر کیسے گرتا ہے اور اپنی زندگی اس کی محبت میں گذارتا ہے اور اس شخص پر تعجب ہے جو جانتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے منہ موڑ کر غیر کی طرف کیسے متوجہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی قسم تمہاری یہ غفلت بہت بڑی آفت ہے، لا حول و لا قوة إلا باللہ العلی العظیم تم خوب جھوٹ بولتے ہو اور جہالت کی چراگاہوں میں چرتے ہو اور رزق کے معاملے میں بہت تدبیریں کرتے ہو اور موت سے بے فکر ہو، جیسے کہ تم نے یہ آیت کریمہ پڑھی ہی نہیں:

أفحسبتم أنما خلقناكم عبثا و أنكم إلينا لا ترجعون

(سورہ مؤمنون:115)

تو کیا یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بے کار بنایا اور تمہیں ہماری طرف پھرنا نہیں۔

یا یوں ہے کہ تم نے یہ آیت کریمہ بھی نہیں پڑھی۔

وما خلقت الجن و الإنس إلا ليعبدون ما أريد منهم من رزق وما أريد أن يطعمون (سورہ ذریات:56-57)

اور میں نے جن اور آدمی اس لئے بنائے کہ میری بندگی کریں میں ان سے کچھ رزق نہیں مانگتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا دیں۔

اللہ تعالیٰ نے تمہارے رزق کی ضمانت دی ہے تم پھر بھی اس کی تلاش میں رہتے ہو؟ اور اس نے کسی کے لئے جنت کی ذمہ داری نہیں لی اور تمہیں ان اعمال کا پتہ ہے جن پر جنت کی بشارت دی گئی ہے، تم نے اوقات کھیل کود اور بھول میں ضائع کر دیئے اور تم نے دن غفلت اور نافرمانی میں گذار دیئے، تمہارا مزاج ایسا ہے جیسے کہ تمہیں ندامت کا خوف نہیں اور تمہارا کھیل کود ایسا ہے جیسے کہ تم نے قیامت کے دن کے بارے میں سنا ہی نہیں، جیسے کہ تم قبروں کی طرف دیکھتے ہی نہیں ہو اور اس میں رہنے والوں سے عبرت نہیں پکڑتے، تمہارے آباء واجداد کہاں ہیں جو تم سے پہلے ہو گذرے؟ وہ کہاں ہیں جنہوں نے تم سے زیادہ مال جمع کیا اور تمہاری جہالت سے زیادہ جہالت اٹھائی؟ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا انکار کر دیا ہے؟ یا تم اس کے مقابلے میں بڑائی کا اظہار کرتے ہو؟

نفس کو خواہشات سے منع کرنا

بھائیو! جس نے اپنا فانی ہونا اور اللہ تعالیٰ کا باقی ہونا جان لیا وہ دنیا سے ہٹ گیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وأما من خاف مقام ربه و نهى النفس عن الهوى فإن الجنة هي المأوى (سورہ نازعات:40-41)

وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا تو بے شک جنت ہی ٹھکانا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اللہ تعالیٰ کے چھپے ہوئے جوہر کے معدن ہیں مخاطب کر کے فرمایا:

إنک میت و إنهم میتون (سورہ زمر:30)

بے شک تمہیں انتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔

لہٰذا تم سلف صالحین کے مراتب تک پہنچنے کے لئے اپنی ہمتوں کو جمع کرو تاکہ تم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے تحت نہ آجاؤ:

فخلف من بعده خلف أضاعوا الصلوة (سورہ مریم:59)

پھر ان کی جگہ ان کے بعد وہ ناخلف آئے جنہوں نے نمازیں گنوائیں۔

کریم رب کا دروازہ ضرورت مندی اور بیتابی کے ہاتھوں سے کھٹکھٹاؤ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ذلت اور انکساری کے ساتھ حاضری دو، میرا اور تمہارا دار آخرت کی طرف منتقل ہونا حتمی امر ہے، میرا اور تمہارا مٹ جانے والی قبروں میں رکھا جانا بھی یقینی ہے۔

فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره و من يعمل مثقال ذرة شرا يره (سورہ زلزال:7-8)

تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا۔

اس تناظر میں نجات پانے والا وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تقویٰ لیکر حاضر ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے حیاء کے ساتھ ڈرتا تھا۔

بھائیو! زندگی میں مشکل ترین چیز دوستوں کا بچھڑنا اور دشمنوں کا ملنا ہے اور انتہائی خوشگوار چیز دوستوں کا ملنا اور دشمنوں کا دور ہونا، برے اعمال سے دور ہو جاؤ تا کہ نیک اعمال آپ کو قبر میں مل جائیں، اللہ کی قسم کسی آدمی کو اس کی لحد میں اس کے نیک عمل کے علاوہ کوئی دوست نہیں پہنچے گا، بھائیو! اگر تمہیں حکام اور بڑے لوگوں کے لباس نے دھوکے میں ڈال دیا ہے تو تم اپنے اور ان کے آباء و اجداد کو دیکھو تم سب کو مٹی کے نیچے پاؤ گے اور اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتا ہے کہ کون نعمتوں میں اور کون عذاب میں ہے اور تم بھی ان لوگوں کے ساتھ برابر ہو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

و سیعلم الذین ظلموا أی منقلب ینقلبون

(سورہ شعراء:227)

اور اب جاننا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔

معاف کرنے سے گریز

بیٹے! بے مقصد باتوں اور کاموں میں مشغول ہونے سے بچو، غفلت کی راہ سے خود بخود نکل کر بیداری کے دروازے سے ہوتے ہوئے انکساری کے میدان میں جا کر رکو، عظمت اور تکبر کے مقام سے نکل کیونکہ تیری ابتداء ایک لوتھڑا اور تیری انتہا بے روح

لاش ہے، تو اپنی ابتدا اور انتہا کے درمیان ایسی جگہ پر کھڑا ہو جو ان دونوں کے لائق ہے۔

بیٹے! حسد سے بچو کیونکہ حسد تمام برائیوں کی جڑ ہے، اس لئے کہ جب شیطان نے آدم علیہ السلام سے حسد کیا تو ان کے مقابلے میں تکبر کیا اور آپ کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور اس نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حواء کے سامنے جب حلف اٹھایا تو اس نے جھوٹ بولا، اس نے کہا تھا:

إنی لکما لمن الناصحین (سورہ اعراف:21)

اور ان سے قسم کھائی کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔

پس وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم کر دیا گیا، جھوٹ، تکبر اور حسد انسان کو رب کی رحمت سے دور کرنے کے اسباب ہیں، اس لئے تم اپنے آپ کو ان چیزوں کا عادی ہی نہ بناؤ، تم سب سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور یقین کرو کہ رزق تقسیم کیا جا چکا ہے، جب یہ بات اچھی طرح سمجھ لو گے حسد میں مبتلا نہ ہو گے اور یقین کرو کہ تم مرنے والے ہو جب یہ بات سمجھ میں آ جائے گی تو تکبر نہیں کرو گے اور جان لو کہ تم سے حساب لیا جائے گا جب یہ بات ذہن نشین کر لو گے تو جھوٹ نہ بولو گے، میرا کام تو الگ ہے تم اپنی نگاہ بھی لوگوں کی عزت و ناموس سے ہٹا کے رکھو، اس لئے کہ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے اور جیسے تیری آنکھ ہے تیرے علاوہ لوگوں کی آنکھیں ہیں، تم جیسے ہو گے ویسا ہی تم پر مقرر کیا جائے گا، اپنی زبان کو لوگوں کی مذمت سے روکو اس لئے کہ مخلوق کی بھی زبانیں ہیں، تم اپنے دامن میں جھانک کر دیکھو یہ تمہارے لئے کافی ہے اور تو جیسے لوگوں کے بارے میں کہتا ہے وہ تیرے بارے میں کہتے ہیں، روزانہ اپنا محاسبہ کیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی

بہت زیادہ معافی مانگا کرو، تو اپنے آپ کا طبیب اور مرشد خود بن جاؤ اور اپنے نفس کے محاسبے سے غفلت نہ کرو اور نفسانی خواہشات میں مشغول ہونے سے بچو۔

اللہ تعالیٰ سے انسیت

حضرات گرامی! اللہ تعالیٰ سے انسیت صرف ایسے بندے کو حاصل ہوتی ہے جسے مکمل پاکیزگی حاصل ہو چکی ہو اور اس کا ذکر کرنا (غیر اللہ کے تصور سے بھی) پاک ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کرنے والی ہر چیز سے متنفر ہو چکا ہو، دل میں اللہ تعالیٰ کے لئے ایسی تعظیم کا پایا جانا جو دل میں اللہ تعالیٰ کے لئے معطل یا مجسم (1) ہونے کا شائبہ تک نہ آنے دے اور کشف ایک ایسی قوت ہے جو اپنی خاصیت کے باعث چشم بصیرت کے نور کو غیب کی دنیا میں لے جاتی ہے جہاں چشم بصیرت کا نور غیب کی دنیا سے یوں ملتا ہے جیسے صاف ستھرا آئینہ شعاع کے فیض کا سامنا کرتے وقت اس سے ملتا ہے پھر اس کا نور اپنی روشنی کے ساتھ ساتھ منعکس ہو کر دل کی پاکیزگی کی طرف واپس لوٹتا ہے پھر وہ نور عقل کی طرف بڑھتا ہے اور اس کے ساتھ معنوی طور پر یوں مربط ہوتا ہے کہ اس کا اثر عقل سے دل کی طرف بھی منتقل ہونے لگتا ہے پھر اس کے باعث دل روشنی سے جگ مگ جگ مگ کرنے لگتا ہے، لطیف سر بھی روشنی کے ہالے میں آجاتا ہے، اب دل ان چیزوں کو بھی دیکھ لیتا ہے جو نظروں سے اوجھل تھیں اور عقلوں پر اس کا سمجھنا دشوار تھا اور اللہ والوں کے علاوہ لوگوں کے لئے اس کا دیکھنا ناممکن ہو گیا تھا۔

(1) بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو نظام کائنات کی ذمہ داریاں سونپ کر خود معطل ہو کر بیٹھ گیا ہے اور بعض لوگ اللہ تعالیٰ کو انسانوں کی طرح مجسم سمجھ بیٹھے ہیں، حضرت سیدی احمد کبیر رفاعی نے دونوں طرح کی رائے کو غلط قرار دیا ہے۔

حضرات ذی وقار! جب دل سنور جائے تو وہ (کبھی) وحی (اور کبھی) اسرار و انوار اور فرشتوں کا گہوارہ بن جاتا ہے اور جب بگڑ جائے تو تاریکیوں اور شیاطین کا گھر بن جاتا ہے، جب دل نکھر جاتا ہے تو اپنے مالک کو سامنے اور پس پشت چیزوں کے بارے میں بتا دیتا ہے اور اسے ایسی باتیں بتا دیتا ہے جو اسے دل کے بغیر معلوم نہ ہو پاتیں اور جب دل بگڑ جاتا ہے تو اپنے مالک کو ایسی باطل چیزوں کی خبر دیتا ہے جن کا عقل سے دور کا بھی تعلق نہیں ہوتا اور انسان ان باطل خیالات کے باعث سعادتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ اسلئے میں سمجھتا ہوں کہ فقیر کو اپنے ہر سانس کو کبریت احمر بلکہ اس بھی زیادہ قیمتی سمجھنا چاہیے، اسے اپنا کوئی سانس بھی ضائع نہیں کرنا چاہیے، سانسوں کا معاملہ تمہارے وہم وگمان سے کہیں زیادہ اہم اور مشکل ہے۔

نفلی عبادتوں میں سب سے افضل امر یہ ہے کہ اپنی توجہ ہر لحہ اللہ تعالیٰ کی طرف رکھو، اللہ تعالیٰ اور دلوں کے درمیان پڑے ہوئے پردوں کا اٹھ جانا اللہ تعالیٰ سے انس کی علامت ہے، (اللہ تعالیٰ کی) محبت ایسی شاخوں کا نام ہے جنہیں دلوں میں بویا جاتا ہے تو وہ پھلدار ہو جاتی ہیں اور عقول کے مطابق پھل دیتی ہیں۔

فقط بدنصیب ہی شہرت کا طالب ہوتا ہے، مجھ سے محبت کرو، میری تعظیم کرو، مجھ سے ملا کرو، یہ سب باتیں تصوف سے نہیں ہیں، کامل معرفت رکھنے والا انسان کبھی اہل دنیا کے دروازے پر کھڑا نہیں ہوا، مخلوق کے ساتھ (ایک حد سے زیادہ) مانوس ہونا اللہ تعالیٰ سے کٹ جانے کے مترادف ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حال (تعلق) والوں کا حال تو یہ ہے کہ ساری مخلوق سے کٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جانا۔

اگر میں آپ کے سامنے حال کی زبان میں گفتگو کرنا چاہوں تو میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ساٹھ اونٹوں کی پشتیں اپنی تحریر شدہ گفتگو سے بوجھل کر سکتا ہوں، لیکن میں تمہیں یہی کہوں گا کہ اگر کوئی مقرر یا خطیب اتنا بولے کہ سامعتوں کو بہرا پن میں تبدیل کر دے مگر اس کی گفتگو شریعت کے منافی ہو تو ایسے مقرر اور خطیب کا چپ رہنا اس کے بولنے سے زیادہ بہتر ہے اور اگر کوئی انسان خاموشی میں اس حد تک چلا جائے کہ اس کے پاس بیٹھا شخص یہ سمجھ بیٹھے کہ اس نے کبھی بولنا ہی نہیں ہے پھر وہ شخص اپنی خاموشی کو توڑ کر ایسی بات کہے جو دل سے نکلی ہو، شریعت کے مطابق ہو، شریعت کی پسندیدہ بھی ہو تو اللہ تعالیٰ ایسی بات کے لئے لوگوں کے دل کھول دیتا ہے پھر ایسی بات کو لوگ سنتے اور قبول کرتے ہیں۔

جو حقیقت شریعت کے مطابق نہ ہو وہ زندیقیت ہے، جب تک کسی کو شریعت کے مطابق پرکھ نہ لو تب تک اس کی طرف توجہ نہ کرو اگر چہ وہ شخص ہوا میں آلتی پالتی مار کے بیٹھا ہو۔

صوفیہ کرام کے درجات

بیٹے! صوفیہ کرام کے شروع سے آخر تک چار احوال و درجات ہیں اور علماء وفقہاء کے بھی ایسے ہی چار درجات ہیں۔

صوفیہ کرام کا پہلا درجہ یہ ہے کہ ایک شخص نے لوگوں کو صوفیہ کرام کا شیدائی پایا تب وہ بھی مرشد کی تلاش میں ان حضرات کی طرف متوجہ ہوا اور اسے خانقاہ، لوگوں کا اکٹھا ہونا اور ان سب کا ایک جیسا لباس اچھا لگا۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ ایک شخص نے صوفیہ کرام سے حسن ظن کے باعث مرشد کو

تلاش کیا تب صوفیہ کرام اور ان کے معمولات کو اچھا جانا اور دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ان حضرات سے جو کچھ نقل کیا گیا اسے لے لیا اور ان سے صحیح اور صاف ستھرا عقیدہ لے لیا۔

تیسرا درجہ یہ ہے کہ ایک آدمی مقامات کے راستے پر چلا، اس نے رکاوٹوں کو عبور کیا اور اس راہ کے بلند درجوں پر فائز ہوا، لیکن اس نے کبھی تو اللہ تعالیٰ کے فرمان سنریھم آیاتنا (ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں، سورہ فصلت:53) کے پاس رک کر کائنات کو اس نشانی کی روشنی میں دیکھنے لگا جو اسے دکھائی گئی تھی تو اس کی نظر سے وہ کچھ اوجھل ہو گیا جو اللہ تعالیٰ نے اسے دکھایا تھا اور کبھی اپنے آپ کو اس آیت کی روشنی میں دیکھتا ہے جو اس کے لئے اس سے نفس کے بارے میں روایت کی گئی ہے، تب وہ اسی مشاہدہ میں گم ہو کر رہ جاتا ہے اور یہ لاڈ پیار کا منظر ہے اور اسی کے باعث شطحیات اور (بظاہر) حد سے تجاوز، اونچے درجات میں پہنچنے کا اظہار، سلطنت کا خمار، قول وفعل اور قوت وطاقت کا ظہور سامنے آتا ہے۔

اور چوتھا درجہ ہے کہ ایک انسان اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچانے والے راستے پر اپنے قول وفعل، حال واخلاق میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو سینے سے لگائے اور بندگی کا پرچم لئے چلا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ذلت کی پیشانی کو بچھا رکھا تھا اور وہ ہر چیز کی پیشانی پر درج ذیل آیت کا مشاہدہ کر رہا تھا:

کل شیء ھالک إلا وجھہ (سورہ قصص:88)

ہر چیز فانی ہے سوا اس کی ذات کے۔

اس کے علاوہ وہ شخص ہر چیز کی پیشانی پر درج ذیل آیت کو پڑھ رہا تھا:

ألا له الخلق و الأمر كله (سورہ اعراف:54)

سن لو اسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا۔

پھر اپنی حد کے پاس رک جاتا ہے اور ادب کی زمین پر اپنے رخسار کو بچھا لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف اپنے سفر کے دوران قدرت کی نشانیوں پر مشتمل کھائیوں کو دیکھتا ہے تو ان میں الجھنے کی بجائے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف اور زیادہ متوجہ ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔

پہلے درجے والا حجابات میں الجھا ہوا ہے، دوسرے درجے والا محبّ ہے، تیسرے درجے والا جدوجہد میں مشغول ہے، جبکہ چوتھے درجے والا کامل درویش ہے، ان چاروں درجات کے درمیان بہت سے درجات ہیں جو درویش کے حال میں غور کرنے سے معلوم ہوتے ہیں۔

علماء اور فقہاء کے درجات

علماء اور فقہاء کے درمیان میں بھی درج ذیل چار درجے ہیں:

پہلا درجہ اس انسان کا ہے جس نے دکھاوے، جھگڑے، اپنی برتری ظاہر کرنے، مال و دولت جمع کرنے اور بہت زیادہ باتیں بنانے کے لئے علم حاصل کیا۔

دوسرا درجہ اس انسان کا ہے جس نے نہ تو مناظرہ کے لئے علم حاصل کیا اور نہ ہی کسی منصب کیلئے بلکہ فقط اس لئے علم حاصل کیا کہ اس کا شمار علماء میں ہو اور اس کے کنبہ اور خاندان میں اس کی تعریف کی جائے، اس نادان نے فقط اس قدر سوچا اور صرف ظاہر کو ہی اختیار کیا۔

تیسرا درجہ اس شخص کا ہے جس نے مشکل مسائل حل کیے اور منقولات و معقولات کی دقیق باتیں کھول کر بیان کیں اور اس سے شریعت کی تائید کی غرض سے اپنے تمام احوال میں مناظرہ کے دریاؤں میں غوطہ زنی کی مگر جب اس سے کم درجہ کا عالم اس سے اختلاف کرے تو اس پر علم کا خمار طاری ہو جاتا ہے، جب یہ شخص شریعت کی حمایت کرتے ہوئے کسی دلیل کا سامنا کرتا ہے تو اپنی عزت نفس کے تحفظ میں، اعتدال کا شکار ہو جاتا ہے اور اپنے مخالف کے رد میں دلیلیں لاتے ہوئے اس کے ساتھ بدسلوکی کرتا ہے اور کسی وقت کو اسے کافر بھی قرار دے دیتا ہے اور اسے برا بھلا کہتے ہوئے اس پر کسی درندے کی طرح حملہ آور ہو جاتا ہے، اپنے اور اپنے مخالف کے لئے شریعت کی مقرر کردہ حدود کو پس پشت پھینک دیتا ہے۔

چوتھا درجہ اس شخص کا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا تو اس نے اپنے آپ کو غفلت شعار لوگوں کو جھنجوڑنے، جہالت میں ڈوبے ہوئے کی رہنمائی کرنے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے بھاگے ہوئے کو واپس لانے اور مفید علمی اور اخلاقی باتیں پھیلانے، شرعی طور پر ممنوعہ امور کے منع کرنے اور شریعت کے پسندیدہ امور پسند کرنے اور پھیلانے کے لئے کسی نفسانی غرض سے الگ تھلگ ہو کر اپنے آپ کو وقف کر دیا، اس شخص کا خیال ہے کہ جس بات کو شریعت نے اچھا قرار دیا وہ اچھی ہے اور جس بات کو شریعت نے برا قرار دیا ہے وہ بری ہے، یہ شخص حکمت و دانائی والے شخص کی طرح نیکی کا حکم یوں دیتا ہے کہ اس کی بات میں سختی ہے اور نہ ترشی اور برائی سے منع کرنے میں بھی اس کا رویہ شفقت والا ہے ظلم اور عداوت والا نہیں۔

پہلے درجے والا تو برا ہے، دوسرے درجے والا محروم ہے، تیسرے درجے والا دھوکے میں مبتلا ہے، جبکہ چوتھے درجے والا عارف ہے۔ اوران چاروں درجات میں سے ہر درجے میں بہت سے درجات ہیں اور غلطی سے محفوظ وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ بچائے اور ساری صورت حال آپ کے سامنے ہے۔

شریعت و طریقت ایک چیز ہیں

حضرات گرامی! صوفیہ کرام کی منزل بھی وہی ہے جو فقہاء کی منزل ہے اور فقہاء کی منزل بھی وہی ہے جو صوفیہ کرام کی منزل ہے اور منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے فقہاء کو راستے کی جن رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑا صوفیہ کو بھی وہی رکاوٹیں درپیش تھیں، طریقت شریعت ہے اور شریعت طریقت ہے اور ان دونوں کے درمیان فقط لفظی فرق ہے، جبکہ دونوں کا جوہر، مقصد اور نتیجہ ایک ہے، جو صوفی بھی کسی فقیہ کے حال (کیفیات) کا انکار کرے وہ یقیناً آزمائش کا شکار ہے، ہاں اگر کوئی فقیہ اپنی زبان سے حکم دیتا ہو شریعت کی ترجمانی نہ کرتا ہو یا کوئی صوفی شریعت کے مطابق نہیں اپنی مرضی سے طریقت کی راہ پر گامزن ہو تو ان دونوں کو (اصلاح کے لئے) برا کہنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن کامل صوفی اور معرفت رکھنے والے فقیہ کو برا بھلا نہیں کہا جاسکتا۔

(اگر کوئی فقیہ کسی صوفی سے پوچھے) کیا تو اپنے شاگردوں سے کہتا ہے: نماز نہ پڑھو، اللہ تعالیٰ کی حدوں کے پاس مت رکو، تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کوئی بھی صوفی ان سوالوں کے جواب میں حاشاللہ کے سوا کچھ کہے گا؟ (ہرگز نہیں) اور اگر کوئی صوفی کسی فقیہ سے پوچھے: کیا تم اپنے شاگردوں سے کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کریں؟

مجاہدات کے ذریعے نفس کے ساتھ جنگ نہ کرو، اللہ تعالیٰ کی عبادت صحیح اخلاص کے ساتھ نہ کرو؟ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر کہتا ہوں: کیا کوئی فقیہ حاشاللہ کے علاوہ کوئی جواب دے گا؟ اگر جواب نفی میں ہے تو اس وقت جوہر، مقصد اور نتیجہ دونوں کا ایک ہے اور تبدیلی فقط لفظ کی ہے اور صوفیہ میں سے جسے لفظ نے جوہر اور نتیجے سے محروم رکھا وہ جاہل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کسی جاہل کو ولی نہیں بنایا اور فقہاء میں سے جسے لفظوں کے گورکھ دھندے نے مذکورہ بالا پھل کے حاصل کرنے سے روک دیا وہ فقیہ محروم ہے، یا اللہ! میں بے ثمر علم سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

اے میرے بھائی! حجابات میں الجھے ہوئے مسکین صوفیوں سے کہو: کیا تم نہیں چاہتے کہ کوئی عالم تمہارے شہروں میں بے دینوں، بدعتیوں اور گمراہوں کے پھیلائے ہوئے شکوک وشبہات کا مضبوط دلائل کے ساتھ رد کرے؟

اے میرے بھائی! فقہاء میں سے حجابات میں الجھے ہوئے لوگوں سے پوچھو: کیا تم نہیں چاہتے کہ کوئی صوفی تمہارے شہروں میں بے دینوں، بدعتیوں اور گمراہوں کے پھیلائے ہوئے شکوک وشبہات کا زبردست کرامتوں کے ساتھ رد کرے؟ کیا تم چاہتے ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی فیض رک جائے؟ کیا تمہاری خواہش ہے کہ نبوی معجزے کی سلطنت ختم ہو جائے؟

یوم لایخزی اللہ النبی و الذین آمنوا معه، نورهم یسعی بین أیدیهم (سورہ تحریم:8)

جس دن اللہ رسوانہ کرے گا نبی اور ان کے ساتھ کے ایمان والوں کو ان کا نور

دوڑتا ہوگا ان کے آگے اور ان کے داہنے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی فیض اور آپ کے معجزے کی بقاء پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے:

نحن أولياؤكم في الحياة الدنيا و في الآخرة

(سورہ فصلت:31)

ہم تمہارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

یہ دونوں آیتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت اور شریعت کی بقاء پر دلالت کرتی ہیں اور تم ایک دوسرے کی مخالفت کر کے اپنی تباہی کے کنویں کھود رہے ہو۔

اے خاص وعام لوگو! اے شریعت وطریقت کے پیروکارو تم سب ایک ہی گروہ کے افراد ہو۔

إن الدين عند الله الإسلام (سورہ آل عمران:19)

اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔

تم لوگ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں شامل نہ ہو:

يريدون أن يطفئوا نور الله بأفواههم (سورہ توبہ:32)

چاہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھادیں اپنے منہ کے ساتھ۔

تمہیں چاہیے کہ تم میں سے درویش منش عالم جاہل آدمی کو نصیحت کرے اور تم میں سے کامل درویش ناقصوں کی رہنمائی کرے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل کرے:

و تعاونوا على البر و التقوى (سورہ مائدہ:2)

اور تم ایک دوسرے کی نیکی اور تقویٰ پر مدد کرو۔

اور یہ تعاون زبردستی، دھوکے سے، ظلم، تکبر اور احساس برتری کے ساتھ نہ ہو، تم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جو فرمان آگے پہنچایا ہے اسے کھرے لہجے میں آگے پہنچانے میں کوئی حرج نہیں لیکن اس سے پہلے مخاطب کو اچھے طریقے سے سمجھادو، کیونکہ اچھا طریقہ ایک کھینچنے والا مقناطیس ہے۔

اے صوفی اور اے فقیہ! تم کیا چاہتے ہو؟ اے شریعت اور طریقت سے آراستہ ہونے والے! تو لوگوں کو گالی دینا اور ان پر چڑھ دوڑنا چاہتا ہے؟ تو ان پر برتری جتلانا اور ان کے معاملے میں غلو کرنا چاہتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی قسم یہ نہ تو تیرے نبی کی سنت ہے اور نہ ہی تیرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے، آپ جب کسی برے اخلاق سے منع فرماتے تو کسی شخص کا نام نہ لیتے بلکہ فقط خصلت بیان فرماتے اور آپ فرماتے: لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ ایسے ایسے کام کرتے ہیں؟ یا آپ فرماتے: مردوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ ایسے کام کرتے ہیں؟

اے ام عبیرہ کے رہنے والو اگر میں تمہیں کہوں کہ تم ایسے ہو ایسے ہو اور تمہیں سخت گالیاں دوں اور تمہاری طرف قباحتوں کو منسوب کروں، پھر میں اپنی اس مجلس سے فضاء کی طرف پرواز کر جاؤں اور لوٹ آؤں تو بتاؤ کہ میرے حال اور فضاء میں اڑنے کی وجہ سے تم پر ہیبت بھی طاری ہو جائے تو کیا تمہارے دلوں میں گالی گلوچ کی کڑواہٹ باقی نہیں رہے گی؟ کیوں نہیں اللہ کی قسم! وہ تو باقی رہے گی اور یہ انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔

شاید ابو شجاع نامی فقیہ اپنی دل میں یہ کہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو

اپنے مواعظ میں کبھی گالی گلوچ کے ساتھ سختی نہیں فرمائی اور نہ واضح طور پر کسی کا نام ذکر فرمایا اور نہ ہوا میں اڑے اور نہ معجزے کی قوت سے طبیعتوں پر تسلط حاصل کیا، شاید عمر فاروق نامی فقیہ کہہ رہے ہوں: اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک

(سورہ آل عمران:159)

اور اگر آپ تند مزاج اور سخت مزاج ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے۔

اگر مسجد شط کی ٹوٹی پھوٹی چٹائیوں پر بیٹھ کر پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے کوئی شخص وعظ کرتے ہوئے تمہیں یوں مخاطب ہو:

اے میرے دوستو اور میرے بھائیو! شراب پینے والا ملعون ہے، بہت جھوٹ بولنے والا ملعون ہے، ظلم کرنے والا ملعون ہے، وہ اس حال میں یہ باتیں کہے جبکہ اس کی مجلس میں ان اوصاف سے موصوف کوئی شخص موجود ہو، کیا ایسا شخص اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے واعظ سے دور بھاگے گا یا اللہ تعالیٰ کی رحمت کی (طرف واعظ کی) محتاجی اور انکساری کی حالت گنہگار کو توبہ کی طرف لے جائے گی اگرچہ اس کا نفس اس کے ساتھ کیسا ہی حیلہ بہانہ کرے، ان دونوں میں کونسی حالت اصلاح کے زیادہ قریب ہے، خدا کی قسم کسی شخص کا اپنی قوت وطاقت اور اپنی نفس سے الگ ہو کر وعظ کرنا سخت لہجے میں وعظ کرنے سے زیادہ دلوں میں اثر کرنے والا اور اصلاح سے زیادہ قریب ہے، اس لئے کہ سخت لہجے میں وعظ سے گنہگار کے دل میں کچھ نہ کچھ خلش باقی رہ جاتی ہے جبکہ عجز وانکسار کے ساتھ نصیحت دل

میں کوئی خلش باقی نہیں رہنے دیتی، ایسی نصیحت دل میں داخل ہو کر اسے پاک صاف کر دیتی ہے اور اس میں جگہ بنا لیتی ہے، انکساری کے ساتھ سرکشی کبھی جمع نہیں ہوتی، جب تم لوگوں کو وعظ کرو تو صراحت سے بچو، بلکہ اشارے سے کام لو کیونکہ اس طرز عمل میں سلف کی خوشبو اور بوئے نبوت کی مہک ہے، اسی اسلوب کے ذریعے اللہ تعالیٰ دلوں کی اصلاح فرماتا ہے اور اس انکساری کے ہوتے ہوئے تمہارے دیگر احوال کی کوئی ضرورت نہیں۔

اس شخص کو ہم کیا کہیں جسے لوگوں پر اپنی برتری اور اس کے لئے لوگوں کی گردنیں جھکنا اچھا لگتا ہو، اے مسکین انسان! اپنی نفسانیت سے نکل، تیرے لئے گردنیں تو جھک گئیں دل نہیں جھکے، تو جونہی اپنے حال اور دل کی واردات سے محروم ہوگا دل تجھ سے پھر جائیں گے اور تجھے قدم روند ڈالیں گے اور تو سیاہ رو ہو کر رہ جائے گا۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی بشریت نے اپنے اس شرعی حق کو طلب کیا جس کے بارے میں کوئی جھگڑا نہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی مبارک روح کو ربوبیت کی غیرت کے ساتھ اٹھا کر مقام صدق پر فائز فرمادیا اور جب آپ کی روح اس مقام پر فائز ہوگئی تو اپنی مبارک جسم کی طرف مشتاق ہوئی تب:

فقطع دابر القوم الذین ظلموا (سورہ انعام 45)

تو جڑ کاٹ دی گئی ظالموں کی۔

انصاف کی تلوار نے دونوں طرف اپنا اثر دکھایا، امام عالی جناب کی شہادت آپکے لئے بلندی کا سبب بنی جبکہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی ظاہری کامیابی ان کے لئے ذلت اور رسوائی کی علامت بن گئی، امام عالی مقام کی بشریت میں جو کچھ ہوا یہ اللہ تعالیٰ کی

غیرت کے سبب ہوا، گویا کہ غیرت الٰہیہ نے سیدنا حسین کو یوں مخاطب کیا: آپ نے گردنوں کو میری طرف جھکانا چاہا اور میں نے آپ کو مکمل طور پر اپنی طرف لانا چاہا اور جب میں نے آپ کو اپنی طرف لانا چاہا تو آپ کی لوگوں کو میری طرف لانے کی کوشش کمزور پڑ گئی اور میرا ارادہ غالب آگیا، تب میرے ارادے نے میرے فضل و کرم سے محروم لوگوں کے ہاتھوں آپ کو اپنے پاس بلالیا اور آپ کو بتلا دیا کہ میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور میرے ارادے سے پہلے میرے لئے جس چیز کا ارادہ کیا جاتا ہے میں اسے عملی جامہ نہیں پہناتا، آپ کے لئے لوگوں کو میری طرف لانے کی کوشش کا ثواب ہے، آپ نے لوگوں کو اپنی طرف لانے کی کوشش نہیں کی اور اگر آپ لوگوں کو اپنی طرف کھینچتے تو میں آپ کو اپنی طرف نہ کھینچتا اور جو شخص لوگوں کو اپنی طرف بلاتا ہے وہ دو میں سے ایک خطرے میں مبتلا ہوجاتا ہے، وہ یا تو قہر کا نشانہ بنتا ہے یا اسے ڈھیل دی جاتی ہے، اگر میں اس پر قہر نازل کروں تو ان لوگوں کے ہاتھوں نازل کرتا ہوں جنہیں میں نے اپنا قرب عطا فرمایا ہے، تو ان لوگوں کے ہاتھ ایسے شخص کو اپنی رحمت سے دور کردیتا ہوں اور اگر میں اس کو ڈھیل دیتا ہوں تو اسے نستدرجھم من حیث لایعلمون (جلد ہم انہیں آہستہ آہستہ عذاب کی طرف لے جائیں گے جہاں سے انہیں خبر نہ ہوگی، سورہ اعراف: 182) کے لشکروں کے ساتھ ڈھیل دیتا ہوں تب وہ گمراہی میں پڑا رہتا ہے۔

حضرات گرامی! اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے ارادے سے قبل بلانے کی کوشش نے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو ایک ولی اللہ کے صاحبزادے، نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، محبوب خدا، اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کے سینے خلاف جرأت دے دی، آپ نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی

طرف بلانا چاہا تھا، ان کی نورانی روح اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف پرواز کرگئی، اس شخص کا کیا حال ہوگا جو لوگوں کو بذات خود اپنی طرف بلاتا ہے، اس کا جسم تو قتل ہوگا اور اس کی روح دھتکاری جائے گی اور اس کی نیت ہی اس پر گواہی دے گی۔

تمہیں اللہ تعالیٰ کا بلند مرتبہ و مقام یاد دلا کے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ باادب رہو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق حجابات بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف کھلنے والے دروازے بھی، اگر تم اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ ادب کا راز جان لو تو تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت کے دروازے کھول دئے جائیں گے اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ ادب کا راز نہ جان سکے تو تم حجابات میں الجھ کر رہ جاؤ گے، اس لئے تو خالص محبت اور معرفت کا ذوق رکھنے والے لوگوں نے دلوں کو جوڑنے کا اہتمام فرمایا ہے، انہوں نے راستوں میں اپنے رخسار قدموں تلے بچھائے ہیں تب ان کی روحیں مقبولیت کے مقامات تک ان معنوی پروں کے ساتھ پہنچی ہیں، انہوں نے مخلوق کے ذریعے خالق کو پہچانا اور اللہ تعالیٰ کو اولاد سے پاک مانا، حدیث قدسی ہے:

أنا عند المنكسرة قلوبهم لأجلي

میں ان دلوں میں ہوں جو میری خاطر انکساری سے آراستہ ہوئے۔

یہ حدیث تمہیں بتارہی ہے کہ کیسے مخلوق کے ذریعے خالق کو پہچانا جائے اس لئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تفکروا فی خلق اللہ و لاتفکروا فی اللہ

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں غور فکر کرو لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور فکر نہ کرو۔

جس فکر کا حکم دیا گیا ہے وہ ہے صانع کی مصنوعات میں اس کا ادب ملحوظ رکھنا۔

نبوت کا جہان

حضرات گرامی! نبوت کا جہان ایسا عظیم جہان ہے جو تمام جہانوں کو گھیرے ہوئے ہے اور انبیائے کرام زمین پر حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے خلفاء ہیں اور یہی حضرات آسمانی، ہمتوں، عرشی دلوں، ربانی رازوں، غیروں سے بالکل الگ تھلگ اور مخلوق کو حق تعالیٰ کی طرف لے جانے والے ہیں، ان کے ابتدائی اور صدیقین کے انتہائی مراتب کے درمیان تین لاکھ اڑسٹھ ہزار درجوں کا فرق ہے، انبیاء کے درجے تک صدیقین کو بھی رسائی حاصل نہیں، سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی انبیاء کے درمیان بہت سے مراتب اور درجات ہیں، فقط آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ محبوبیت میں اتنے مراتب ہیں جو حدود شمار سے باہر اور ہر لمحہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ بلند کیا جاتا ہے اور آپ کو درجہ عطا کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے مزید ایسے قرب سے نوازا جاتا ہے جو رازوں کے لئے بھی سربستہ راز ہے اور اس کیفیت تک بھی نہ تو سوچیں پہنچی ہیں اور نہ اوہام کی رسائی ہے اور ایسا نعمت کو مکمل کرنے اور محبت کے اعزاز کو پورا کرنے کے لئے کیا جاتا ہے، صدیقین کے ابتدائی اور مقرب اولیاء کے بلند ترین مراتب کے درمیان ایک ہزار ایک سو باون درجوں کا فرق ہے، اولیائے کرام کے لئے صدیقین کے مرتبہ ومقام کی طرف راستہ کھولا گیا ہے لیکن وہ کبھی بھی صدیقین کے اعلیٰ ترین درجات پر نہیں پہنچتے، مراتب کی جامع قطبیت کے اٹھاسی ہزار سولہ درجے ہیں اور ہر درجہ کسی ایک جہان سے تعلق رکھتا ہے، زمانے کے تمام اولیاء کے مرتبے جامع قطبیت کے سامنے ایسے ہیں جیسے زمین پر کھڑے ہوں جبکہ اس کا رتبہ آسمانوں سے بلند ہوا جاتا ہے۔ اولیائے کرام کے ابتدائی مرتبوں اور ان صلحائے امت کے مرتبوں میں

جنہیں ابھی اولیائے کرام میں شمار نہیں کیا گیا زمین وآسمان کا فرق ہے، صلحاء اور امت محمدیہ کے عام لوگوں میں دو مرتبے کا فرق ہے اور وہ ہیں توبہ اور نیک عمل۔

سچے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب ہیں، اس لئے کہ آپ کی رسالت کی مدت تیئس سال ہے اور اس عرصے میں سے چھ ماہ آپ پر خواب کے ذریعے ہی وحی نازل ہوتی رہی، اگر آپ ان چھ ماہ کے علاوہ باقی زمانہ رسالت ونبوت کے عرصے کو چھ چھ مہینے میں تقسیم کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ کی خوابوں کا عرصہ آپ کی نبوت کے زمانے کا حصہ ہے، آپ کی نبوت کا بلند مرتبہ ومقام آپ کے سوتے جاگتے میں محفوظ ہے اور صالح مسلمان کا خواب بھی ملائکہ کے ذریعے وحی ہے اور فرشتے اسی پر نازل ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اسے خوب یاد کر کے اور اسے راضی کرنے والے اعمال کرتا ہے، تب اس پر فرشتوں کا نازل ہونا امن اور خوشخبری کی علامت ہوگی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکة ألا تخافوا و لا تحزنوا، و أبشروا بالجنة۔

(سورہ حم السجدہ:30)

بیشک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش ہو اس جنت پر۔

ہم نے جو کچھ کہا مذکورہ بالا آیت مبارکہ اس پر عادل گواہ ہے، حضرات ذی وقار! حفظ مراتب کا خیال رکھو ورنہ (خدائی لشکر کے نادیدہ) گھوڑے تمہیں روند ڈالیں گے، کوئی

ولی صدیقین اور صحابہ میں سے کسی کے بلند ترین درجے کو نہیں پہنچ سکتا، اس لئے کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ نظر نے بلندیاں عطا کی ہیں اور انہیں اپنی بارگاہ میں محبوبیت کے اس مقام پر فائز کیا ہے کہ انہوں نے آپ سے اور آپ نے ان سے محبت فرمائی، ارشاد ربانی ہے:

رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ (سورہ مائدہ:119)

اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی۔

اگر آپ لوگ بھی اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس کی محبت اور صحابہ وصدیقین کی پیروی سے حاصل کر سکتے ہو:

أولئک الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ (سورہ انعام:90)

یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی تو تم انہی کی راہ چلو۔

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنے صحابہ کے بارے میں فرمایا:

أصحابی کالنجوم بأیھم اقتدیتم اھتدیتم۔

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس کی پیروی کرو گے ھدایت پاؤ گے۔

اللہ تعالی

اے میرے بھائی! اہل حال تجھ سے کہتے ہیں، تیرا رب تجھے پیدا کرتا ہے پھر فنا کرتا ہے، تجھے دکھاتا ہے اور پھر اندھا کر کے تجھے محبوبیت کے مقام پر تعلیم کے لئے یوں فائز فرماتا ہے کہ تو کچھ نہیں ہوتا اور تجھے گفتگو کے لئے مقام انس عطا فرماتا ہے اور پھر تجھے ارشاد فرماتا ہے: میں نے تجھے جو کچھ دیا ہے اسے مضبوطی سے یوں تھامو کہ تم الٰی

عطیات کا شکریہ ادا کرنے والے اور اپنی بشری قوت اور آدمیت کی طاقت سے، جو کچھ تمہیں دے دیا اسے لے لو اور شکر گزاروں میں سے بن جاؤ، یہ اس کا فضل ہے تمہاری کمائی نہیں اور اس کی عطا ہے تمہاری محنت نہیں، اس کا ارادہ ہے تمہاری حرص نہیں، اس کا الہام ہے تمہارا علم نہیں؟ اس کا کرم ہے تمہارا استحقاق نہیں صورتوں کے اعتبار سے تمام خاکی برابر ہیں لیکن اس پر فضیلت کے جو آثار ظاہر ہوئے اس کے باعث سب جدا جدا ہیں، اسے جو فضیلت ملی وہ تقدیر کے مطابق تھی۔

جب صبح طلوع ہوگی اور اس کی روشنی خاکی پتلے پر پڑے گی اور اسے مسجود کر دے گی اور اس کی روشنی انسان کے خاکی پتلے سے آگے بڑھے گی اور ہر چیز پر چھا جائے گی اور اس روشنی کا ظاہری غلبہ قرار پذیر ہوگا اور صورتوں پر معانی اور اشارات جلوہ گر ہوں گے، جب صور پھونکا جائے گا اور نامہ اعمال سامنے رکھا جائے گا اور چھپی ہوئی چیزیں نظروں کے سامنے ظاہر ہوں گی اور سب کے مشاہدے میں ہوں گی، اس وقت قبروں سے مردوں کو اٹھایا جائے گا اور دلوں کے راز کھل جائیں گے اور جس دھوکہ میں لوگ مبتلا رہے وہ جاتا رہے گا، متقیوں کو بے پناہ خوشی حاصل ہوگی اور اللہ تعالیٰ کو پیارا بندہ خوشیوں کی انتہا کو چھو لے گا، ان تمام رازوں کے پیچھے ایسی حقیقت ہے جسے دیکھنے سے مخلوق کی اکثریت قاصر ہے، اس حقیقت کو وہی سمجھ سکتا ہے جس کی اپنی ذات سے وہ حقیقت ظاہر ہوتی ہو اور اس حقیقت کے دلائل خود اس پر منکشف ہوئے ہوں۔ اور اسکے آثار خود اس کے وجود سے اس پر ظاہر ہوئے ہوں، (ارشاد ربانی ہے)

ذلک من آیات اللہ و من یھد اللہ فھو المھتد

(سورہ کہف:17)

یہ اللہ کی نشانیوں سے ہے جسے اللہ راہ دے تو وہی راہ پر ہے۔

اے دوست! خدا کی قسم اللہ تعالیٰ سے قرب کے مقام پر نہ وصال ہے نہ جدائی ہے، نہ حلول ہے نہ انتقال ہے، نہ حرکت ہے نہ زوال ہے، نہ چھونے کی گنجائش ہے اور نہ یہ پڑوس ہے، نہ کوئی آمنا سامنا ہے اور نہ مقابلہ ہے، نہ برابری ہے نہ مماثلت، نہ جنس کی وحدت ہے نہ شکل ایک جیسی، جسم تصور اور اثر پذیری سے بالاتر ہے، نہ تغیر ہے نہ تبدیلی ہے، یہ تو سب تیرے حادث ہونے کی صفات ہیں، کیونکہ یہ اسی کی پیدا کردہ اور ایجاد کی ہوئی ہیں، پھر وہ ان صفات کے ذریعے یا ان میں یا ان سے دور ہو کر یا ان میں کیسے ظاہر ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے ذریعے اسی کے حکم سے ہی یہ ساری چیزیں ظاہر ہوتی ہیں، وہ ان کے ذریعے ظاہر نہیں ہوا اور ہاں وہ تو اشکال، معانی اور صورتوں سے بالاتر ہے، نہ وہ ان میں چھپا اور نہ ان سے ظاہر ہوا، نہ کسی کی سوچ اس تک پہنچی اور نہ ہی کسی نے نظر کے ذریعے اس کا ادراک کیا، گفتگو کی صلاحیت حقیقت حال کو اجاگر کرنے سے قاصر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق لفظوں کے پیرائے میں جو کچھ اشارے میں بیان کیا گیا ہے وہ تو محض انسان کو سمجھانے کے لئے بیان ہوا ہے، اللہ تعالیٰ کی جس صفت کو تم اپنی صفات میں سے کسی صفت پر قیاس کئے بغیر نہیں سمجھ سکتے اسے تمہارے ذہن میں موجود اور تمہاری سوچ کی دسترس میں آنے والی صفت کے مطابق بیان کر دیا گیا، یہ مطلب نہیں کہ اس صفت کو جیسا تم سمجھ رہے ہو وہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں اس طرح پائی جاتی ہے، وہ تو صفات پر دلالت کرنے والے ظاہری معانی ومفاہیم سے پاک ہے، اللہ تعالیٰ کی

صفات ظاہر الفاظ کی اس دلالت سے پاک ہیں جو مخلوق کی صفات پر قیاس کرنے سے حاصل ہوتی ہیں اور ان صفات کے الفاظ اپنی دلالت میں اس قیاس سے مکمل طور پر جدا بھی نہیں ہو سکتے، اللہ تعالیٰ کی صفات ذکر کرنے اور اس کی تعریف کا مقصد تو یہی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جن صفات اور تعریفات کا مستحق ہے انہیں ثابت کیا جائے اور یہ صفات اور تعریفات انسانی علم کے دائرے، فہم کے حصار اور عقل کی دسترس سے بہت دور ہے (ارشاد ربانی ہے:

و لا یحیطون به علما (سورہ طہٰ:110)

اور ان کا علم اسے نہیں گھیر سکتا۔

(اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مناجاۃ کرتے ہوئے فرمایا:)

لا أحصي ثناء علیک کما أثنیت علی نفسک.

اے اللہ! میں اس طرح تیری تعریف بیان نہیں کر سکتا جس طرح تو نے خود اپنی تعریف بیان فرمائی ہے۔ (صحیح مسلم)

لوگو! کیا کہا جائے؟ کیا بیان کیا جائے؟ اللہ تعالیٰ کی قسم زبانیں گنگ، عقلیں ششدر، اذہان حیران و پریشان اور دل سوختہ جان ہیں اور اب سوائے حیرانی اور پریشانی کے کچھ بھی باقی نہیں رہا، یا اللہ! مجھے تیرے بارے میں جو حیرت ہے اسے اور بڑھا دے۔

اے دوست! تمہیں توحید کے ظاہر پر عمل کی وجہ سے نرمی اور مصالحت کے پیش نظر چھوڑ دیا گیا ہے اور یہ نرمی اور مصالحت اس لئے ہے کہ کہیں تم کسی حیل وحجت اور تردد کے بغیر توحید و رسالت کی پکار کو قبول کر لو، تمہاری طرف سے اسلام کی دعوت کو قبول کرنے

اوراطاعت پر ہی قناعت اختیار کی گئی ہے تاکہ تم اسلام قبول کرنے کے بعد الٹے پاؤں لوٹ کر مرتد نہ ہو جاؤ، اسی لئے تمہارا نام مسلم رکھا گیا ہے اور تم سے توحید کی حقیقت کا مطالبہ نہیں کیا گیا، کیونکہ یہ بات ہر آدمی کی دسترس میں نہیں اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لا یکلف اللہ نفسا إلا وسعها (سورہ بقرہ:286)

اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔

اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں اٹھواتا اور تمہیں جس گواہی کا پابند کیا گیا ہے اسلام سے تمہارا وہی حصہ ہے، ایسا حصہ جس کے ذریعے تم منکرین کے گروہ سے نکل گئے ہو، اگرچہ کامل ایمان والوں کے گروہ میں ابھی تک داخل نہیں ہو سکے ہو، معرفت اور کشف والوں کے درجے تک پہنچنا تو دور کی بات ہے:

قالت الأعراب آمنا، قل لم تومنوا ولکن قولوا أسلمنا (سورہ حجرات:14)

گنوار بولے ہم ایمان لائے تم فرماؤ تم ایمان تو نہ لائے ہاں یوں کہو ہم مطیع ہوئے۔

تمہارا علم انبیاء اور صدیقین کے سامنے اسی طرح قلیل ہے جیسے انبیاء اور صدیقین کا علم اللہ تبارک وتعالیٰ کے علم کے سامنے ہے، تمہارا علم تو شاید انبیاء اور صدیقین کے علم کا جز ہے لیکن ان کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کا جز نہیں اور ہاں کبھی اس خوش فہمی میں نہ پڑنا کہ کسی شخص کو تمام تر حقائق کے ساتھ توحید کا علم حاصل ہو گیا نہ ہر شخص کے لئے توحید کا فہم کشف میں سے اس کے حصہ کے مطابق ہے، محدود انسان غیر محدود توحید کا احاطہ نہیں کر

سکتا اور حادث وقدیم کا ادراک نہیں کرسکتا، جس کو توحید کا جتنا فہم اور ادراک حاصل ہے وہ کشف کی بدولت ہے، اگر لوگ توحید کی حقیقت کو پالیتے، ترقی کی مطلوبہ منزل تک پہنچ جاتے اور اس کے بعد توحید کی حقیقت پر ثابت قدم رہ جاتے تو مطلوبہ ترقی کے عروج تک پہنچتے اور اس کے بعد نہ ترقی ہوتی اور نہ ہی معرفت میں کمال حاصل کرنے کے بعد کچھ اضافہ ہوتا اور اگر ایسا ہی ہوتا تو کائنات کے سب سے بڑھ کر کامل علم، سب سے بڑے صاحب کشف، سب سے اونچے مرتبے اور سب سے بلند حال والے (آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہ حکم نہ دیا جاتا:

وقل رب زدنی علما (سورہ طٰہٰ:114)

اور عرض کرو: اے میرے رب! مجھے علم زیادہ دے۔

سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

کل یوم لا أزاد فیه علما یقربنی إلی خالقی فلا بارک اللہ فی صبح ذلک الیوم۔

جس دن میں بھی مجھے ایسا علم حاصل نہ ہو جو مجھے میرے خالق کے قریب کر دے اللہ تعالیٰ اس دن میں برکت نہ ڈالے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم معرفت کی مقررہ انتہاء تک پہنچے، نہیں بلکہ مسلسل ترقی کی منازل طے کر رہے ہیں اور اپنی تمام تر عزت وعظمت کے باوجود اللہ تعالیٰ سے مزید اضافے کا سوال کر رہے ہیں (تو اوروں کا کیا حال ہوگا؟) اگر یہاں کوئی منزل ہوتی تو (اللہ تعالیٰ کے لئے) انتہا ہوتی اور اگر اس کی انتہا ہوتی تو اس کا احاطہ ممکن ہوتا اور اگر ایسا ممکن

ہوتا تو اس کی ذات کے لئے اجزاء ماننا پڑیں گے اور اگر اس کے لئے اجزاء مان لئے تو اس کو فنا لازم ہوگا اور اگر اس کا غیر اس کا احاطہ کر لے تو پھر وہ اس سے زیادہ وسعت والا شمار ہو گا اور حادث قدیم ذات سے زیادہ وسعت والا تو ہو ہی نہیں سکتا (توحید کی حقیقت کے متعلق) یہ تمام باتیں الفاظ کا گورکھ دھندا، کلامی اندازے اور مناظراتی عبارت ہیں، اور جن خوش نصیبوں کے پاس حقائق کی کچھ خبر ہوتی ہے ان کے پاس موجود مشاہداتی اور قطعی دلائل انہیں لفظی بحثوں سے بے نیاز کر دیتے ہیں اور وہ اپنی حقیقت حال سے قطعی طور پر جان لیتے ہیں کہ عجز و انکساری ان کی پونجی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کو سمجھنے سے قاصر رہنا ہی ان کی انتہاء ہے اور جس کا ہاتھ پانی میں ہے وہ پانی کی گرمی اور سردی کو بخوبی جانتا ہے، جب بھی اللہ تعالیٰ (کی توحید کی حقیقت) کے بارے میں کوئی زبان کچھ کہتی ہے یا کوئی یہاں کچھ واضح کرتا ہے یا کوئی دل کچھ محسوس کرتا تو اس زبان و بیان اور دل کی انتہا محدود اور انکی منزل دسترس میں ہے، یہاں تک یہ تینوں امور اپنے اصحاب کو عجز و کوتاہ دستی کے اعتراف تک پہنچا دیں گے، اللہ تعالیٰ کی توحید کی حقیقت سے آگاہ لوگوں کے سردار فرماتے ہیں:

اے اللہ! میں اس طرح تیری حمد و ثنا نہیں کر سکتا جیسے تو نے خود اپنی ثناء بیان فرمائی ہے۔

اور کسی علم وعرفان والے کا قول ہے:

العجز عن درك الإدراك إدراك

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے ادراک سے عجز کا اظہار ہی ادراک ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے دو باتیں سمجھ آتی ہیں ایک تو یہ کہ آپ نے مشاہدہ کے بعد اللہ تعالیٰ کی کما حقہ ثناء سے عجز کا اظہار فرمایا، دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے وجود کا اثبات ہو رہا ہے جو مشاہدہ کرنے والے کے (مکمل) ادراک سے منزہ ہے، اس لئے کہ ''علیک'' میں کاف جو کہ خطاب کے لئے ہے اس کا معنی یہ ہے میں نے تیرے وجود کو تو جان لیا لیکن میں تیری ذات کا ادراک اور تیری صفات کا احاطہ نہیں کر سکا، میرے وجود کے لئے تیرا وجود لازمی ہے، کیونکہ میں تیرا معلوم ہوں اور تو نے ہی مجھے پیدا فرمایا ہے، اس لئے مجھ پر تیری ذات کا اعتراف لازم ہے اور میرے لئے تیری ذات کا انکار ممکن نہیں، تیری تجلی کا مجھ میں جلوہ گر ہونا مجھے تیری طرف کھینچتا ہے، کیونکہ میں تیری طرف محتاج ہوں اور یہ بات میرے اندر عجز و قصور کی دلیل ہے اور جب میں نے اپنی متناہی اور نقص والی صفات کے ساتھ تیرے کمال کی صفات کو جاننا چاہا تو میں تیری شان کا صحیح اندازہ نہ کر سکا، تب مجھے تیری عظمت وجلالت کے پردوں کے پیچھے سے تیرے جلال کے انوار نے پکار کر کہا: اے متناہی وحادث اپنے مقام کی طرف لوٹ جا، تو نے بہت بڑے کام کا ارادہ کیا ہے، تب مجھے تعجب ہوا کہ میں تجھے کیسے تلاش کروں حالانکہ تو ہر دم میرے ساتھ ہے اور میں تیرے جمال جہاں آراء کا مشاہدہ کیسے کروں حالانکہ تو ہر دم میرے پاس ہے اور اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ میں تجھے کیسے پہچانوں؟ تو کسی پہچانی ہوئی چیز کا ہم جنس نہیں، کسی جانے پہچانے کا ہم شکل نہیں، اس کے علاوہ نہ تو تو متناہی ہے کہ تیرا احاطہ کیا جا سکے اور نہ ہی مجسم ہے کہ تیرا تصور کیا جا سکے اور نہ ہی شکل وصورت والا ہے کہ تجھے دیکھا جا سکے، اب تجھے کیسے پہچانا جائے، تو نہ تو غائب ہے کہ تجھے تلاش کیا

جائے اور نہ ہی ہمارے سامنے یوں عیاں ہے کہ تیرا پورا ادراک کرلیا جائے اور نہ ہی اس
صورت میں کہ تجھے پالیا جائے اور نہ ہی اس قدر مستور کہ تیرا انکار کردیا جائے اور تجھے محال
سمجھا جائے اور نہ ہی کوئی یا کچھ ایسا ہے جس پر تجھے قیاس کر کے مثال کے ذریعے سمجھ لیا
جائے۔

فیا غائبا حاضرا فی الفواد

فدیتک من غائب حاضر

اے نگاہوں سے اوجھل اور دل میں جلوہ گر میں آپ کے غائب اور حاضر ہونے
پر قربان۔

اے اللہ! تجھ سے زیادہ قریب کوئی نہیں کیونکہ اشیاء کے وجود کو تیری ضرورت
ہے اور تجھ سے زیادہ اور کوئی نہیں کیونکہ تیری اور اشیاء کی دنیا میں کوئی مناسبت نہیں۔

فقلت لأصحابی هی الشمس ضوؤها

قریب و لکن فی تناولها بعید

میں نے اپنے دوستوں سے کہا وہ آفتاب ماہتاب (جیسا) ہے جس کی روشنی تو
قریب ہے لیکن وہ خود دسترس سے بہت دور ہے۔

اشیاء کی حقیقتیں

مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو میری کہی ہوئی باتوں کا سوچے سمجھے بغیر انکار کر دیتا
ہے اور انہیں سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا، اس کی عقل ہمیشہ خسارے میں ہے، کیا اس کے
مشاہدے میں چھپا ہوا ظاہر اور نظروں کے سامنے عیاں باطن (اللہ تعالیٰ کی ذات) نہیں

جب سورج کی کرنیں زمین کا چپہ چپہ روشن کر دیتی ہیں تو صورتیں اور رنگ نگاہوں کے
سامنے عیاں ہو جاتے ہیں اور اس روشنی کے باعث چھپی ہوئی چیزیں بڑی وضاحت کے
ساتھ ظاہر ہو جاتی ہیں تو یہ اشیاء اپنے ظہور کی شدت کے باعث دیکھنے والوں کی
نگاہوں سے اوجھل ہو جاتی ہیں۔

اشیاء کی حقیقت سے بے خبر لوگوں نے گمان کیا کہ طرح طرح کے رنگ اور
متنوع اشکال خود بخود ظاہر ہوئی ہیں اور انہیں وجود بخشنے والا کوئی نہیں، صورت حال اس
وقت بدل گئی جب رات کی تاریکیوں نے رنگوں اور شکلوں کو اپنی آغوش میں لے لیا اور ان
پر اپنے دبیز پردے پھیلا دیئے اور یہ تاریکیاں رنگوں اور شکلوں پر براجمان ہو گئیں تو اشیاء
کی حقیقتوں سے بے خبر لوگوں کو اس وقت خیال ہوا کہ روشنی اور تاریکی میں فرق کرنا بہت
ضروری ہے اور اس وقت انہیں خیال ہوا اگر یہ روشنیاں اور شکلیں خود بخود ظاہر ہوئی ہوتیں
تو پھر یوں نہ گم ہوتیں نہ بکھرتیں اور انہیں یہ بات بہت اچھی طرح سمجھ آتی کہ ان رنگوں اور
شکلوں کو ظاہر کرنے والا کوئی اور ہے اور وہ ذات اپنے ظہور کی شدت اور اپنے نور کی تب و
تاب کے باعث نظروں سے اوجھل ہو گئی، وہ ذات اپنے ظہور کی شدت کے باعث اپنے
ظہور میں ہی مستور ہو گئی اور بہت زیادہ قرب ہی دوری میں تبدیل ہو گیا، وہ ذات کیسے
ظاہر نہ ہوتی جبکہ کائنات کے سارے رنگ اور ساری شکلیں اسی کی قدرت سے ظاہر ہوئی
ہیں اور وہ ادراک سے دور ہونے کے باوجود قریب ہے اور وہ کیسے قریب نہ ہوگا حالانکہ ہم
نے (اسکی توفیق اور اس کی دی ہوئی طاقت سے جن) اشیاء کو پہچانا اس سے پہلے ان اشیاء
کے ادراک کی قوت دینے والے کو پہچانا اور یہ عقل مند یہ بات بخوبی جانتا ہے کہ سورج کی

روشنی خود بھی نمایاں ہوتی ہے اور دوسری چیزوں کو بھی نمایاں کرتی ہے اور غیر ذی شعور پر یہ بات بھی واضح ہے کہ کائنات کے سارے رنگ اور تمام اشکال اسی (وحدہ لاشریک) کی تجلی سے ظاہر ہوتے ہیں اور اسی کے نور سے چمک دمک سے آراستہ ہوتے ہیں اور رنگ و روشنی سے آراستہ کائنات کی ساری چیزیں اپنی ذات کی اعتبار سے تاریک ہیں، اس لئے کہ سخت اور کثیف اجسام اپنی طبیعت اور جبلت کے اعتبار سے تاریک ہوتے ہیں اور ان پر چھائی ہوئی تابندگی کسی دوسرے سے مستعار لی ہوتی ہے، شاید یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل فرمان کو سمجھنے میں معاون ہو:

إن الله خلق الخلق فی ظلمة ثم رش علیهم من نوره

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اس حال میں پیدا فرمایا کہ وہ تاریکی میں تھی پھر ان پر اپنا نور چھڑکا۔

اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ ظاہر ہونے والی اشیاء نہیں بلکہ ظاہر کرنے والی ذات با ظہور حقیقی ہے، اس لئے اللہ والوں کے لئے پہلی پہچان ظاہر کرنے والے کی ہوتی ہے پھر ظاہر ہونیوالی اشیاء کی، اس لئے بعض اوقات اشیاء کو ظاہر کرنے والی ذات کی طرف دھیان کے باعث ظاہر ہونے والی چیزیں کسی کی نظر سے اوجھل ہو جاتی ہیں تو وہ شخص جہلاء کی روش سے ہٹ کر کہہ اٹھتا ہے: "موجود حقیقی تو تو ہی ہے۔" شاید یہ بات تمہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ بات سمجھنے میں مدد دے جو انہوں نے سورج چاند اور ستاروں کو دیکھتے وقت کہی تھی:

"ھذا ربی " (سورہ انعام:76)

اسے میرا رب ٹھہراتے ہو۔

"ھذا ربی " (سورہ انعام:77)

اسے میرا رب بتاتے ہو۔

"ھذا ربی " (سورہ انعام:78)

اسے میرا رب کہتے ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام مخلوق سے اس کے خالق تک پہنچ گئے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ما رأیت شیئا رأیت الله قبله

میں نے جب بھی کوئی چیز دیکھی اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔

اور شاید کبھی تو اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان میں پنہاں راز کو سمجھ سکو:

سنریهم آیاتنا فی الآفاق و فی أنفسهم حتى یتبین لهم أنه الحق أو لم یکف بربک أنه علی کل شیء شهید

(سورہ فصلت:53)

ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود ان کے آپے میں یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ بیشک وہ حق ہے کیا تمہارے رب کا ہر چیز پر گواہ ہونا کافی نہیں۔

مگر کج فہم اور نادان اس کے برعکس سمجھتا ہے، وہ تو رنگوں اور شکلوں کے علاوہ کچھ دیکھتا ہی نہیں، انہی رنگوں اور اشکال میں کھو جاتا ہے اور انہیں پیدا اور ظاہر کرنے والے کی طرف متوجہ نہیں ہوتا، یہ شخص تو ذلت سے سر جھکانے، چہرے کے بل چلنے اور ایڑیوں کے

بل پلٹنے والا ہے، کیونکہ وہ پہلے شخص کے برعکس حقیقت کا چہرہ نہیں دیکھتا بلکہ اس سے نظریں چراتا ہے اور شاید یہ گفتگو آپ کو بھی اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی سمجھنے میں مدد دے:

أفمن يمشي مكبا على وجهه أهدى أمن يمشي على صراط مستقيم (سورہ ملک:22)

تو کیا وہ اپنے منہ کے بل اوندھے چلے زیادہ راہ پر ہے یا وہ جو سیدھا چلے سیدھی راہ پر۔

اگر کوئی نادان، جاہل اور غفلت شعار انسان رنگوں اور صورتوں میں الجھنے کی بجائے غور وفکر اور استدلال کے راستے پر چلے، نیز خود ظاہر ہونیوالی اشیاء اور کسی قدرت والے کے ذریعے ظاہر ہونے والی اشیاء میں فرق کرے تو اس کے لئے سامنے سے پردے اٹھ جائیں گے اور تاریکیوں میں روشنی کا ظہور ہوگا اور اس کیلئے تمام اجسام اور اشکال کی حقیقت واضح ہو جائے گی اور اس کے سامنے قطعی دلیل اور حقیقی برھان آجائے گی کہ سب اجسام اور اشکال تاریک ہیں، انہیں اور ان کے غیر کو ہرگز نہ دیکھا جا سکتا اگر ان کے علاوہ نور کا وجود نہ ہوتا، تب یہ صورتیں اور رنگ نظروں کے سامنے ظاہر نہ ہو پاتے اور نہ ہی ان میں فرق ہو پاتا اور نہ ہی ان کے پیمانوں اور شکلوں میں امتیاز کیا جا سکتا، حالانکہ وہ نور ان اجسام واشکال میں حلول کیے ہوئے نہیں اور ان سے دور بھی نہیں بلکہ وہ نور تو ان اجسام و اشکال پر چمک رہا ہے اور انہیں نمایاں کر رہا ہے، اگر کوئی شخص اس راستے پر چلے تو وہ ان لوگوں میں سے ہوگا جن کا محدود ارادہ محدود جہانوں اور محدود خطوں تک ہوگا، کیونکہ اس نے ابھی تک اپنے لئے نور کو پہچانا ہی نہیں اور شاید یہ گفتگو تمہیں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سمجھنے

میں مدد دے:

سنريهم في الآفاق و في أنفسهم حتى يتبين لهم أنه الحق (سورہ فصلت:53)

ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود ان کے آپے میں یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ بیشک وہ حق ہے۔

یہ لوگ جو مخلوقات میں غور وفکر کر کے خالق تک پہنچتے ہیں دوسرے درجے پر ہیں۔

اور جن لوگوں نے نور حق کو اشیاء کے ذریعے نہیں بلکہ اشیاء کو اس نور کے ذریعے دیکھا وہ پہلے درجہ پر فائز ہیں کیونکہ یہ لوگ اوپر سے نیچے کو آتے ہیں جبکہ اشیاء کی مدد سے حق کو پہچاننے والے دوسرے درجے پر ہیں کیونکہ یہ نیچے سے اوپر کو گئے ہیں، پہلے گروہ کے لوگ انہی پر نظریں جمائے ہوئے ہیں، پھر ان شکلوں اور رنگوں کو دیکھتے ہیں جو نور کی بدولت ظاہر ہوتی ہیں، یہ لوگ اس قابل ٹھہرے ہیں کہ یہ اہل استدلال سے تعلیم اور راز حقیقت حاصل کرنے میں آگے بڑھ جاتے اور پھر ان اہل استدلال کو وہ باتیں بتلائیں جو ان سے مخفی ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکرا رسولا کے اسم سے یاد فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی آیات بینات پڑھتے ہیں اور انہیں موجودات کے بارے میں تنبیہ کرتے ہیں کہ (اللہ تعالیٰ کے علاوہ) ہر موجود اپنی ذات کے اعتبار سے فانی ہے، جیسے کہ اجسام اپنی ذات کے اعتبار سے تاریک ہیں اور ان کا ظہور تو فقط

نور کے چمکنے سے ہے، اسی طرح حدوث کا عالم بھی تاریک تھا، اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو تاریکی میں پیدا فرمایا اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس وجود میں نور پیدا کر کے (اپنی قدرت کے ساتھ) تجلی فرمائی اور اگر اس کے وجود کا نور جہان میں جلوہ فرما نہ ہوتا تو دنیا میں کوئی چیز ظاہر نہ ہوتی، کائنات میں اللہ تعالیٰ کے نور کے ذریعے اشیاء کا ظہور چھینٹے کی طرح ہے یوں نہیں جیسے کسی چیز کو تھام رکھا ہو یا چھپا رکھا ہو (یعنی یہ نور مظاہر کے ساتھ بھی ہے اور الگ بھی ان میں حلول کئے ہوئے نہیں) اللہ تعالیٰ نے ان اجسام اور اشکال پر اپنا کچھ نور چھڑک دیا، جس تک اس نور کا کچھ حصہ پہنچا وہ نور زندگی کی تمام رعنائیوں سے آشنا ہو گیا اور جو شخص اپنی طبیعت کی تاریکیوں اور اپنے جسم کے سائے میں ہی رہ گیا تو وہ ایسے شخص کی طرح ہے جو درج ذیل قرآنی آیت میں مذکور سائے کی طرف گیا ہے:

انطلقوا إلى ظل ذی ثلاث شعب، لا ظليل و لا يغنی من اللهب (سورہ مرسلات:30-31)

چلو اس دھوئیں کے سائے کی طرف جس کی تین شاخیں نہ سایہ دے نہ لپٹ سے بچائے۔

جسم کے تین شعبے ہیں لمبائی، چوڑائی اور گہرائی، ہم اس کی طرف لوٹائے جاتے اور اس میں قید ہونے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں کیونکہ یہ انسان کی دنیا ہے، اس لئے کہ مشاھدے میں آنیوالی ظاہری کائنات اور سلطنت دنیا ہے اور نظروں سے اوجھل ہونے والا غیب اور ملکوت کا جہان آخرت ہے جس کی طرف انسان کو موت کے بعد ہر حال میں جانا ہے اور کسی بھی انسان کے لئے انتہائی نمایاں جسم اس کا اپنا جسم ہوتا ہے کیونکہ وہ قریب

ترین جسم ہے اور قریب ترین ہی "اَدنی" کہلاتا ہے، اسی لئے دنیا کو بھی دنیا (قریب ترین) کہا جاتا ہے کیونکہ یہ دوری سے قریب ہے اور انسان کے انتہائی دور احوال میں سے آخرت ہے کیونکہ وہ دور ہے اور آخرت موت سے پہلے معلوم نہ ہو سکنے کے باعث دور ہو گئی، یہ تبھی معلوم ہوگی جب حضرت انسان سے کہا جائے گا:

فکشفنا عنک غطاء ك فبصرك اليوم حديد

تو ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھایا آج تیری نگاہ تیز ہے۔ (سورہ ق:33)

اور انسان اپنے رب کی بارگاہ میں یوں عرض گذار ہوگا:

ربنا انصرنا و سمعنا فارجعنا نعمل صالحا انا موقنون (سورہ سجدہ:12)

اے ہمارے رب! اب ہم نے دیکھا اور سنا ہمیں پھر بھیج کہ نیک کام کریں ہم کو یقین آگیا۔

تب انسان سے کہا جائیگا:

لقد کنت فی غفلة من هذا فکشفنا عنک غطاء ك

(سورہ ق:23)

بیشک تو اس سے غفلت میں تھا تو ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھایا۔

اے (غافل انسان) تیرے ظاہری احوال کیا ہیں؟ تیرا اپنی حقیقی دنیا کے مشاھدے میں محو ہونا ہے اور تیرا اپنے تمام تر اعضاء کے ساتھ فطرتی اور جسمانی لذتوں میں مشغول ہونا تیرے ظاہر ترین احوال پر دلالت کرتا ہے اور تجھے یہی امر ربوبیت کی

بارگاہ کی طرف بڑھنے اور اس بارگاہ میں حاضری سے روکتا ہے، اس لئے کہ دنیا مومن کے لئے جیل اور کافر کے لئے جنت ہے(1) مومن کو یقین ہے کہ (دنیا میں نہیں بلکہ) اللہ تعالی کی بارگاہ میں ہی باقی رہنے والی نعمتیں اور عزت والا مقام اور وہ عمدہ ترین جگہ ہے جس سے وہ ابھی تک محروم ہے جبکہ کافر کے لئے یہی دنیا جنت ہے اور اسکی عقل نے (آخرت کا) انکار کر دیا ہے یعنی اس نے اپنی عقل کو لاھوت اکبر کے مقدس جمال کا نظارہ کرنے سے محروم کر دیا اور انسان اس مقدس جمال کا تب تک نظارہ نہیں کر سکتا جب تک تاریک اجسام کے ساتھ اسکا تعلق باقی رہے اور جیل میں بند انسان کے لئے جیل میں عیش و نشاط کا کیا سامان ہوگا؟ یا اس کے لئے وہاں مسرتوں کے کون سے باب کھلتے ہیں؟ اور اسے کتنے تصرف کا اختیار حاصل ہے جبکہ دل جسموں کے ساتھ شدت سے وابستہ ہیں، دنیا واقعی مومن کے لئے جیل ہے اور جب وہ اس جیل کے متعلقات سے جان چھڑا کر اس کے آفتوں اور ہلاکتوں سے نجات پالیتا ہے اور تاریکیوں سے روشنی کی طرف گامزن ہونے والا وہی ہے جسے:

من أتى الله بقلب سليم (سورہ شعراء:89)

وہ جو اللہ کے حضور حاضر ہوا سلامت دل لے کر۔

و ما كل جسم غير سجن لأهله

و آخر آفات النفوس وفاتها

(1) یہ حصہ حدیث نبوی سے اقتباس ہے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الدنیا سجن المؤمن و جنة الکافر (صحیح مسلم)

و لو علم الإنسان ما الموت أيقنت

نفوس الورى أن الممات حياتها

ہر جسم اپنے مالک کے لئے فقط جیل ہے اور تمام جانداروں کے لئے آخری آفت ان اجسام کا موت سے ہمکنار ہونا ہے، اگر انسان موت کی حقیقت کو جان جاتا تو کائنات کے انسانوں کو یقین ہو جاتا کہ ان کی موت میں ہی ان کی زندگی ہے۔

یہ جسم اپنے مالکوں کے لئے کس قدر تاریکیوں کا باعث اور (جمال الہی کی روشنیوں کو کس قدر او جھل کرنے والا ہے؟! جسم کی فکر میں الجھنے والا شخص لمبائی چوڑائی اور گہرائی کی ناپی ہوئی دیواروں میں محصور ہے اور یہ تینوں تاریکی اور غفلت میں ڈالنے والے، ناسوتی زمین کو او جھل کرنے والے ہیں۔

صورتوں کا دھوکہ

نصاری تثلیث کا عقیدہ (1) رکھنے کے باعث گمراہ ہو گئے، کیونکہ وہ اس جسم کی دنیا سے آگے نہیں بڑھے اور نہ ہی انہیں دوسرے لوگوں کے ساتھ نور کے چھڑکاؤ سے کوئی حصہ ملا، بلاشبہ یہ لوگ ظاہری صورتوں اور اثر میں الجھ گئے، جو کچھ ظاہر ہوا اسے دیکھ کر چھپے ہوئے نور سے بے خبر رہ گئے، جیسے کہ یہ کوتاہ نظر لوگ رنگوں اور شکلوں میں الجھ کر انہیں ابھارنے اور نکھارنے والی ذات سے محروم ہو گئے۔ (اللہ تعالی کا فرمان ہے:)

(1) عیسائیوں کے نزدیک اللہ تعالی، حضرت عیسی علیہ السلام اور حضرت جبریل امین تینوں خدا ہیں، اور وہ ان تینوں کو اپنی زبان میں باپ بیٹا اور روح القدس کہتے ہیں اور تینوں کو ایک مانتے ہیں، نعوذ باللہ من ذالک۔

كلا إنهم عن ربهم يومئذ لمحجوبون ثم إنهم لصالوا الجحيم ثم يقال هذا الذي كنتم به تكذبون۔ (سورہ مطففین:15-16)

ہاں بیشک وہ اس دن اپنے رب کے دیدار سے محروم ہیں پھر بیشک انہیں جہنم میں داخل ہونا پھر کہا جائے گا یہ ہے وہ جسے تم جھٹلاتے تھے۔

دنیا کے حوالے سے عیسائیوں کی تنگ نظری آخرت سے بے خبری کا سبب بن گئی:

و من كان فى هذه أعمى فهو فى الآخرة أعمى و أضل سبيلا (سورہ اسراء:72)

اور جو اس زندگی میں اندھا ہے وہ آخرت میں اندھا ہے اور بھی زیادہ گمراہ۔

دنیا میں دنیا کو درست زاویے سے نہ دیکھنے والا شخص آخرت میں زیادہ گمراہ اور بھٹکا ہوا اس لئے ہوگا کہ دنیا میں تو اس کے لئے ہدایت کی توقع کی جا سکتی تھی لیکن آخرت میں اس بات کی گنجائش ہی نہ ہوگی، ایسا شخص آخرت میں اپنی قسمت حاصل کرے گا اور اپنے نام کی حقیقت سے آگاہ ہو جائے گا، ان میں سے کوئی بدنصیب ہے تو کوئی خوش نصیب، مذکورہ بالا شخص کے حصے میں خوش نصیبی نہیں بدنصیبی ہے کیونکہ اس کے سامنے سعادتوں کے دروازے بند ہو گئے اور اب اس کے احوال میں نہ کمی کی گنجائش ہے نہ زیادتی کی، اس نکتہ نظر سے ایسا شخص زیادہ گمراہ اور بھٹکا ہوا قرار پائے گا اور وہ اپنی صفات کے باعث انتہائی تنگ مکان اور بری خواب گاہ کا مستحق ٹھہرے گا، حسرت اور ندامت کی آگ اس کے من میں بھڑکے گی کیونکہ اس نے دنیا میں اپنی روح کو علم، اللہ تعالیٰ کی معرفت اور مشاہدے کی لذت سے محروم رکھا اور تاریک مجسم شکلوں پر تکیہ کئے رہا، جب وہ حسرت

کے شعلوں میں بھڑکنے کے وقت مجسم صورتوں سے راحت کا طلبگار ہوگا تو یہ صورتیں نہ تو اسے سایہ فراہم کر سکیں گی اور نہ ہی بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلوں سے بچا سکیں گی بلکہ یہی تو اس انسان کو (دنیا میں) علم کی وسعت اور معرفت کے مختلف شعبوں کے فضائل سے روکتی رہی ہیں، آگ کے انہی شعلوں سے اللہ تعالیٰ نے ڈراتے ہوئے فرمایا ہے:

فأنذرتكم نارا تلظى لايصلاها إلا الأشقى الذى كذب و تولى (سورہ لیل:14-16)

تو میں تمہیں ڈراتا ہوں اس آگ سے جو بھڑک رہی ہے نہ جائے گا اس میں مگر بڑا بدبخت جس نے جھٹلایا۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان کو جھٹلانا حجاب ہی کے باعث ہوتا ہے اور پشت پھیرنا غفلت کے باعث ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے والے لوگ اگر اپنے من میں گونجتی ہوئی حق کی آواز سن لیتے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان لانے کی دعوت دے رہی ہے جو بھی ان خوش نصیبوں کی طرح ایمان لے آئے جن کا قول قرآن کریم میں یوں مذکور ہے:

ربنا إننا سمعنا مناديا ينادى للإيمان أن آمنوا بربكم فآمنا (سورہ آل عمران:193)

اے ہمارے رب! ہم نے ایک منادی کو سنا کہ ایمان کے لئے ندا فرماتا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لائے۔

یہ ندا ہر ایسے موحد مسلمان کے دل میں رہتی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے، اگر کفار بھی اس ندا کی حقیقت کو سمجھتے تو اسے سن لیتے

لیکن وہ بدنصیب اس آواز سے بے خبر رہے اور انہوں نے اس کا انکار بھی کیا، جب قیامت کے دن پردہ اٹھا دیا جائے گا اور کفار کو حسرت اور ندامت کی آگ سے جلایا جائے گا تو وہ لوگ درج ذیل آیت کے عظمت والے پہلے حصے کی حقیقت کو جان لیں گے (اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:)

لنريه من آياتنا إنه هوالسميع البصير (سورہ اسراء:1)

ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بیشک سنتا ہے دیکھتا ہے۔

اور جب کفار کو اچھی طرح یہ اندازہ ہو جائے گا کہ جسمانی اعضاء کے بغیر دیکھنا اور سننا کیا ہے تو اس وقت وہ کیا کہیں گے؟ قرآن کریم میں ہے:

و قالوا لو كنا نسمع أو نعقل ما كنا من أصحاب السعير فاعترفوا بذنبهم فسحقا لأصحاب السعير (سورہ ملک:11)

اور کہیں گے اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو دوزخ والوں میں نہ ہوتے اب اپنے گناہ کا اقرار کیا تو پھٹکار ہو دوزخیوں کو۔

کفار کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی نداء کو سن نہ سکنے اور نشانیوں کو دیکھ نہ سکنے کا عذر قبول نہ کیا جائے گا اور اگر انہوں نے یہ عذر پیش کیا تو ان کا یہ عذر گناہ سے بدتر شمار کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ ان کا یہ عذر کیسے قبول فرمائے حالانکہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کی روش کے انجام سے آگاہ فرما چکا اور اللہ تعالیٰ کفار کی طرف ایسے رسولوں کو بھیج چکا تھا جو انہیں تاریکیوں سے روشنیوں کی طرف لاتے رہے۔

تمام انبیاء کو ان کے مرتبوں سے اتار کر جہلاء اور کفار کو تبلیغ کرنے کی ذمہ داری

سونپی گئی اور یہ امت اپنے نبی مختار کے ساتھ سرفراز ہوئی، وہ عظیم نبی جنہوں نے صالحین کا راستہ دکھایا اور شریروں کے راستے سے بچایا اور سربستہ رازوں سے پردہ اٹھایا (ارشاد ربانی ہے):

قد أنزل الله إليكم ذكرا رسولا يتلو عليكم آيات الله مبينات ليخرج الذين آمنوا و عملوا الصالحات من الظلمات إلى النور (سورہ طلاق:11)

بیشک اللہ نے تمہارے لئے عزت اتاری ہے وہ رسول کہ تم پر اللہ کی روشن آیتیں پڑھتا ہے تاکہ انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اندھیریوں سے اجالے کی طرف لے جائے۔

یہاں تاریکیوں سے مراد گمراہ آباء و اجداد اور دینی تعلیمات کے برعکس دین میں نئی نئی باتیں نکالنے والے استاذوں کی باتوں پر کان دھرنے کے سبب ہے، جب لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اسلام قبول کرنے کی دعوت کو جھٹلاتے ہوئے کہا:

إنا وجدنا آبائنا على أمة وإنا على آثارهم مقتدون

(سورہ زخرف:23)

ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم ان کی لکیر کے پیچھے ہیں۔

تب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: اے محمد!

قل أولو جئتكم بأهدى فما وجدتم عليه آبائكم

(سورہ زخرف:24)

نبی نے فرمایا اور کیا جب بھی میں تمہارے پاس وہ لاؤں جو سیدھی راہ ہو اس سے

جس پر تمہارے باپ دادا تھے۔

کفار کے آباء و اجداد کن راہوں پر تھے؟

کفار نے آباء و اجداد کو کن راہوں پر پایا؟ ان کے آباء و اجداد ایسے کثیف اجسام اور سراپا تاریکی بتوں کو پوجتے تھے جو زندگی کی حرارت سے بالکل خالی تھے، یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کرتے تھے، یہ نا ہنجار ان معجزات کے پاس ہی رک گئے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں ظاہر کرائے تھے اور آپ کو ہی رب سمجھ بیٹھے، عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ناسوتی (دنیاوی) اس جسم کے علاوہ کچھ نہ جانا جسے اس لئے مسخر کیا گیا تھا کہ وہ اس ربانی الہام اور وحی الٰہی کو ظاہر کرے جو روح القدس اس جسم تک پہنچاتا تھا نیز آپ کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ کی قدرت ظاہر ہو اور معمول سے ہٹ کر روحانی اور عقل کو دنگ کر دینے والے ایسے عجیب و غریب امور جن کا ادراک طبعی اسباب، انفعالیات اور فقط اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے ہو سکتا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ شان اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی عطا ہوئی اور اللہ تعالیٰ کا حکم پورا ہونے والا ہے:

و تمت كلمة ربك صدقا و عدلا (سورہ انعام:15)

اور پوری ہے تیرے رب کی بات سچ اور انصاف میں۔

جو کچھ ہوا وہ اللہ تعالیٰ کے فرمائے ہوئے کلمے (1) سے ہی ہوا، اس کلمے کے ساتھ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مدد کی گئی اور روح القدس کے ساتھ آپ کی تائید کی گئی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا:

---

(1) اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کو پیدا فرمانا چاہتا ہے تو اسے فرماتا ہے "کن" (ہو جا) تو وہ معرض وجود میں آ جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمایا ہوا ایک کلمہ کوئی بھی ممکن چیز ظاہر فرما سکتا ہے۔ (مترجم)

و إذ أيدتك بروح القدس (سورہ مائدہ:110)

جب میں نے پاک روح سے تیری مدد کی۔

حضرت مسیح علیہ السلام اور آپ کے تمام معجزات اللہ تعالیٰ کا وہ کلمہ تھے حضرت مریم کی طرف ڈالا گیا، حضرت مسیح علیہ السلام اس لئے آپ اللہ تعالیٰ کا کلمہ تھے اور کلمہ کے ذریعے ہی معرض وجود میں آئے کسی چیز میں قوت اس کے ناسوت (دنیاوی وجود) کے باعث نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور روح کے سبب سے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی تمام اشیاء کو روحانی قوت سے نوازتا ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں ہی فرمایا ہے:

فتنفخ فيها فتكون طيرا بإذني (سورہ مائدہ:110)

پھر اس میں پھونک مارتا تو وہ میرے حکم سے اڑنے لگتی۔

کیونکہ روح اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والی، اسی کی قدرت سے باقی رہنے والی اور اسی کیلئے ہے (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے):

فإذا سويته و نفخت فيه من روحي (سورہ حجر:29)

تو جب میں اسے ٹھیک کر لوں اور اس میں اپنی طرف کی خاص معزز روح پھونک دوں۔

یوں پہلی بار بلا واسطہ کسی میں روح پھونکی گئی اور اس عمل نے انسانیت کی بنیاد ڈالی اور حضرت آدم علیہ السلام پہلے مکمل انسان تھے اور انسانیت ایک ایسی قوت تھی جو اللہ تعالیٰ کے وجود کی تجلی سے ابھری اور اس کی بارگاہ سے یوں ظاہر ہوئی کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی

ربوبیت اور عظمت کے ایسے آثار تھے جن کی وجہ سے انسان نے بہت زیادہ معلومات کو جان لیا اور انہی آثار کے باعث انسان نے نئی نئی ایجادات دریافت کیں، حضرت آدم علیہ السلام کے وجود میں جو قوت ڈالی گئی تھی وہ آپ کی اولاد میں بھی نسل در نسل جاری ہے اور ہمیشہ کے لئے جاری ہے اور اس قوت کی بدولت ہر زمانے میں مصنوعات، ایجادات، علوم، تصنیفات اور جزئیات وکلیات ظاہر ہوئے، یہ سب کچھ اس روح پھونکنے کا اثر ہے جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو ایسے قوت عطا کی کہ وہ زمین وآسمان اور تمام اشیا (کے نفع ونقصان) پر مطلع ہو گئے اور یہ قوت آپ کی ساری اولاد میں رکھی گئی ہے جو نسل در نسل چل رہی ہے، انبیاء نے اس قوت سے بھرپور حصہ لیا اور ان کے ہاتھوں علوم حکمت اور عجیب وغریب امور ظاہر ہوئے جو صرف روح پھونکنے کے سبب حاصل ہونے والی قوت کے باعث تھے، طبعی اسباب اور کسی فعل کے باعث نہ تھے، یہ سب ایسے فوائد ہیں جو ہر شخص کے ہاتھوں اتنے ہی ظاہر ہوتے ہیں جتنے ادھر سے چھینٹے اور روح پھونکنے سے حاصل ہوئے اور یہ ازلی تقسیم ہے جس میں ہر شخص کو نور کے چھڑکاؤ میں سے اسی قدر حصہ ملا جتنی اس میں اس نور کو قبول کرنے کی استعداد تھی (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:)

ومن لم يجعل الله له نورا فما له من نور (سورہ نور:40)

اور جسے اللہ نور نہ دے اس کے لئے کہیں نور نہیں۔

اور جب لوگوں کو نور عطا کیا گیا ہے وہ بھی اپنا پورا حصہ اس وقت تک وصول نہیں کر سکتے جب تک کمال سے انتہائی قرب کے مقام تک نہیں پہنچ جاتے اور یہ ان کے لحاظ سے ان کے لائق مرتبہ ومقام ہے اور کمال سے قرب کا یہ مقام صرف جنت میں حاصل

ہوگا جب وہ کسی بھی چیز کو طلب کریں گے تو وہ ان کے سامنے موجود ہوگی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان نبیوں میں سے ایک ہیں جنہیں ان کے مرتبہ ومقام اور ان کے زمانے کے اعتبار سے ایک بھرپور حصہ ملا تو آپ کا ہر فعل اپنی مرضی سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا تھا کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے امر کا مظہر تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کے وجود میں روح القدس کے ذریعے روح پھونکی تھی اس لئے ذاتی طور پر نہیں روح القدس کے ذریعے آپ کی تائید کی گئی، اگر (عیسائی) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ظاہری قدرت کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی باطنی حکمت کو بھی دیکھتے تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی مدد کا نور چمک اٹھتا اور ان کے لئے تائید ربانی کی ہوا کا ایک خوشگوار جھونکا ان کو سرشار کر جاتا اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اسی طرح اپنا حصہ لے لیتے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے حاصل کیا تھا (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:)

ولكن كره الله انبعاثهم فتبطهم (سورہ توبہ:46)

خدا ہی کو ان کا اٹھانا ناپسند ہوا تو ان میں کاہلی بھر دی انہوں نے۔

عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات تک محدود رہے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی اس لئے اندھے بہرے اور گونگے رہ گئے (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:)

و من يضلل الله فما له من هاد (سورہ زمر:23)

اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔

ولاتأس على القوم الفاسقين (سورہ مائدہ:26)

توتم ان بے حکموں کا افسوس نہ کھاؤ۔

یہودیوں میں سے کچھ لوگوں نے توحید کا راستہ اختیار کیا اور انہوں نے اپنے خیال میں حضرت عزیر علیہ السلام کی عبادت نہیں کی حالانکہ وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی گواہی سوچ سمجھ کر نہیں بلکہ باپ دادا کی تقلید اور سنی سنائی باتوں کی بنیاد پر روایتی انداز میں گواہی دیتے ہیں اور یہ لوگ اندھی تقلید کی تاریکیوں میں الجھے ہوئے ہیں، علاوہ ازیں یہ روایتی یہودی لوگوں کی باتوں پر تکیہ کئے ہوئے ہیں، اگر یہ لوگ حق کا مشاہدہ کرنے کی کوشش کرتے تو اہل حق کو پہچان لیتے، اس لئے کہ لوگ حق کی بنیاد پر پہچانے جاتے ہیں حق لوگوں کی بنیاد پر نہیں پہچانا جاتا اور اگر یہ لوگ نبوت ورسالت اور ایمان کی حقیقت جان لیتے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت کی حقیقت جاننے کے بعد پہچان گئے ہوتے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار نہ کرتے اور آپ کو اسی طرح پہچان لیتے جیسے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہچانا تھا کیونکہ انہوں نے حق کو پہچانا اور پھر اہل حق کو پہچانا لیکن یہ لوگ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں سنی سنائی باتوں، آپ کے ہاتھوں قدرت اور عجیب نشانیوں کے ظہور اور آپ کی طرف سے دیئے گئے چیلنج میں الجھ رہے تو یہ لوگ جسم صورتوں کی تاریکیوں میں کھو گئے اور یہ سمجھتے رہے کہ یہ سب کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ذاتی طاقت اور قدرت سے ہوا ہے اور یہ نادان اس بات کو سمجھنے سے قاصر رہے کہ (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قدرت وطاقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی) اور جس رب نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں سے قدرت اور طاقت ظاہر فرمائی تھی اسی رب نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اپنی طاقت اور قدرت کا اظہار فرمایا

تھا اور یہ نادان (اپنے غلط طرز فکر کے باعث) اس بات کو سمجھنے سے بھی محروم رہ گئے کہ سچا معبود ایک ہے اور انبیائے کرام بھی باہم ایک ہیں اور ان کا پیغام بھی ایک ہے، ان سب کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ظہور ہوا (ان کی ذاتی قدرت کا نہیں) اور اس امر نے ان حضرات کی شخصیت کو نمایاں کر دیا اور جس شخص کے ہاتھوں چیلنج کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ظہور ہوا وہی اپنے وقت کا تاجدار اور اپنی امت کا نبی بنا اور سب پر اسی کی اتباع لازم ہوگی (کسی پہلے نبی کی نہیں) انبیائے کرام کے درمیان فقط جسمانی اور صدری فرق ہے حقیقت اور مقصد کے اعتبار سے سب ایک ہیں اور ان میں کوئی بڑا فرق نہیں (اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:)

شرع لكم من الدين ماوصى به نوحا والذى أوحينا إليك و ما وصينا به إبراهيم و موسى و عيسى أن أقيموا الدين و لاتتفرقوا فيه كبر على المشركين ما تدعو إليهم الله يجتبى إليه من يشاء و يهدى إليه من ينيب.

(سورہ شوریٰ:13)

تمہارے لئے دین کی وہ راہ ڈالی جس کا حکم اس نے نوح کو دیا اور جو ہم نے تمہاری طرف وحی کی اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا کہ دین ٹھیک رکھو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو مشرکوں پر بہت ہی گراں ہے وہ جس کی طرف تم انہیں بلاتے ہو اور اللہ اپنے قرب کے لئے چن لیتا ہے جسے چاہے اور اپنی طرف راہ دیتا ہے اسے جو رجوع لائے۔

زبردست غلبے اور قدرت والا خدا ایک ہے، اس نے مختلف اجسام اور صورتوں کے ہاتھوں اپنی قدرت کا اظہار فرمایا، وہ اپنی ذات میں یکتا ہے، نہ کسی خاص جگہ میں محصور، نہ قابل تقسیم، نہ کسی چیز میں حلول کئے ہوئے اور نہ کسی سے ملا ہوا ہے، لیکن وہ اپنی قدرت اور اپنے افعال کے ساتھ اپنے بندوں کے سامنے جلوہ فرما ہے اور اس نے اپنی بارگاہ تک پہنچنے کے لئے بہت سے راستے بنائے ہیں اور ہر راستے کے لئے رہنما بھی مقرر فرمائے اور ہر رہنما کے لئے ایک خاص نشانی بنائی اور ہر راستے کے لئے ایک خاص دروازہ اور ایک خاص پردہ بنایا، (اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے)

وما كان لبشر أن يكلمه الله إلا وحيا أو من وراء حجاب (سورہ شوریٰ:51)

اور کسی آدمی کو نہیں پہونچتا کہ اللہ اس سے کلام فرمائے مگر وحی کے طور پر یا یوں کہ وہ بشر پردہ عظمت کے ادھر ہو۔

اور اللہ تعالیٰ کی طرف جانے والے راستوں میں کچھ مقررہ حدود اور نشانات ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر عبور کرنا ممکن نہیں اور جسے ان حدود اور نشانات کو عبور کرنے کی اجازت عطا کی گئی اس کے لئے دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور اسے بارگاہ الٰہی میں داخل کر دیا جاتا ہے اور اس بارگاہ میں حاضری شرح صدر کے بغیر ممکن نہیں، شرح صدر کے بارے سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ نور ہے جسے اللہ تعالیٰ دل میں ڈال دیتا ہے۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! اس نور کی علامت کیا

ہے؟ تو آپ نے فرمایا: دھوکہ والی دنیا سے دور ہونا، دائمی گھر کی طرف متوجہ ہونا اور موت سے پہلے موت کی تیاری کرنا۔

اور اس نورانی شرح صدر کے بعد دلوں کے دروازے کھل جاتے ہیں اور رحمت اللہ تعالیٰ کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جسے اللہ تعالیٰ جس بندے کے دل پر کھولنا چاہتا ہے کھول دیتا ہے (اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:)

وما يفتح الله للناس من رحمة فلا ممسك لها

(سورہ فاطر:2)

اللہ جو رحمت لوگوں کے لئے کھولے اس کا کوئی روکنے والا نہیں۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی رحمت ہیں (ارشاد ربانی ہے:)

وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين (سورہ انبیاء:107)

اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

علاوہ ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اہل تقویٰ کی حاضری کے لئے ایک اہم دروازہ ہیں، جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر پر اللہ تعالیٰ کی قدرت ظاہر ہوئی آپ کے لئے وحی کے دروازے کھل گئے، آپ دونوں جہانوں کے لئے رحمت اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں متقیوں کی حاضری کے لئے ایک دروازہ (وسیلہ) ہیں اور جو خوش نصیب اس دروازے سے گزر کر سربستہ رازوں کی دنیا میں پہنچ گیا تو وہ ملکوت کے علم کو منکشف کرنے والا اور پاکیزگی کے میدان میں سیر کرنے والا بنے گا (ارشاد ربانی ہے:)

أولئك هم الوارثون الذين يرثون الفردوس وهم فيها

خالدون (سورہ مؤمنون:10-11)

یہی لوگ وارث ہیں فردوس کی میراث پائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

فردوس کی وراثت

کائنات کے روشن چراغ اور دو عالم کی روشنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جنت الفردوس کی وراثت کی طرف بلایا ہے اور آپ نے فصیح زبان میں ایسی عجیب وغریب باتیں، خوبصورت استعارے، موقع کے مطابق مثالیں اور اشارے، گہرے راز اور واضح باتیں، مکمل احکام، وسیع تدبیریں، جامع آداب، پاکیزہ اخلاق بیان فرمائے جو آپ کے سوا کسی نبی یا رسول نے بیان نہیں کیے۔

چشم بصیرت رکھنے والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی اور باطنی صورت کا جمال ملاحظہ کرے گا اور اس روحانی اور باطنی صورت کے انوار کو جسمانی اور ناسوتی موجودات پر وقار، ہیبت، سکون، تبسم اور لطف کے ساتھ پھیلتا ہوا دیکھے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام پاکیزہ صفات کا مشاہدہ کرنے والا ان تمام صفات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی قدرت سے نہیں بلکہ اس ذات کی قدرت سے قائم سمجھے جس نے ان صفات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں ظاہر فرمایا ہے تاکہ ان صفات کا مشاہدہ کرنے والا مظہر میں کھو جائے اور ظاہر کرنے والے تک نہ پہنچ سکے اور یہ جان لے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ظاہر و باطن اور اپنی تمام حرکات میں (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) منتظم مقرر کیے گئے ہیں اور آپ اس ذات کی قدرت کا محور ہیں جس نے آپ کو اپنے لئے آپ کی ذات کا منتظم مقرر کیا ہے، قارئین کرام! کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کیسے ارشاد

فرماتا ہے؟ ارشاد ربانی ہے:

و ما رمیت إذ رمیت و لکن اللہ رمی (سورہ انفال:17)

اور اے محبوب! وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔

دیکھیں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ ہی کے فعل سے بری قرار دیا ہے تاکہ آپ کے مسخر کیے ہوئے ناسوتی جسم کے لئے (عقل سے بالا) کوئی چیز محال نہ بھی جائے یا آپ کے اس مبارک جسم کو جسے اللہ تعالیٰ نے صورت دی اور جو اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے کی طرف حقیقۃً کوئی فعل منسوب نہ کیا جا سکے یا اس جسم میں تصرف کو منتظم اور مدبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف منسوب نہ کیا جا سکے بلکہ حقیقی رب کی طرف ہی منسوب کیا جائے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باطنی اور جمالی صفات کا مشاہدہ کرنے والا اس زاویہ سے ان صفات کا مشاہدہ کرے گا اور ظاہر ہونے والے کی حقیقت کو جان لے گا اور ہر چیز کو اس کی جگہ پر رکھے گا تو اس کے لئے کھلی کتاب جیسا حق کسی شک وشبہ کے بغیر واضح ہو جائے گا اور وہ حق و باطل میں فرق کو پہچان لے گا اور یہ شخص انسانوں کی ہدایت سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے سرفراز ہو جائے گا اور وہ تقدیر کے راز پر مطلع ہونے والوں میں شامل ہو جائے گا اور ایسی سنی سنائی باتوں پر کان دھرنے سے محفوظ ہو جائے گا جن کی بنیاد دھوکہ پر اٹھائی گئی ہے (ارشاد ربانی ہے:)

قل أولو جئتکم بأهدى مما وجدتم علیه آباء کم

(سورہ زخرف:24)

نبی نے فرمایا کیا جب بھی میں تمہارے پاس وہ لاؤں جو سیدھی راہ ہو اس سے

جس پر تمہارے باپ دادا تھے۔

یعنی اللہ تعالیٰ فرمار ہا ہے: کفار کے آباء واجداد نے آثار کے ظاہر کو اپنا لیا اور نظر آنے والی اشیاء کے باعث نادیدہ جس کی خبر دی گئی کو چھوڑ دیا؟ انہیں حکمت اور اچھے وعظ کے حق کی طرف موڑنا چاہیے تاکہ یہ لوگ اہل حق کو جانیں اور یہ بات بھی سمجھ لیں کہ سنی سنائی باتوں پر کان دھرنے والا اگر ہدایت کے علاوہ کسی چیز سے مانوس ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی ہدایت وہ ہے جو تمہارے لئے اشیاء کی حقیقتیں کھول کر رکھ دے اور وہ ہدایت عقل کی قلموں سے دلوں کی تختیوں پر لکھی جاتی ہے (اہل ایمان کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:)

أولئک کتب فی قلوبهم الإیمان و أیدهم بروح منه

(سورہ مجادلہ:22)

اور یہی ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی۔

جسے روح القدس کے ذریعے مدد فراہم کی جاتی ہے وہی ان لوگوں کو جانتا ہے جنہیں جبریل امین کے ذریعے مدد فراہم کی گئی اور وہ جان لیتا ہے کہ جبریل امین کے ذریعے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مدد کی گئی اور جبریل امین کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل کیا گیا اور جو شخص یہ بات اچھی طرح جان لے وہ بھی ان لوگوں میں سے ہو جائے گا جن کی تائید کی گئی ہے اور وہ ہماری کتابوں پر ایمان لاتے ہیں اور ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے:

والذین یؤمنون بما أنزل إلیک وما أنزل من قبلک و

بالآخرة هم یوقنون أولئک علی هدی من ربهم و أولئک هم المفلحون (سورہ بقرہ:54)

اور وہ کہ ایمان لائیں اس پر جو اے محبوب! تمہاری طرف اترا اور جو تم سے پہلے اترا اور آخرت پر یقین رکھیں وہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں وہی مراد کو پہنچنے والے۔

اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی ہدایت ہی ہدایت ہے اور اس کے بعد خواہشات کی پیروی کے علاوہ کچھ نہیں (ارشاد ربانی ہے:)

و لئن اتبعت أهواء هم من بعد ما جاء ك من العلم إنک إذا لمن الظالمین (سورہ بقرہ:145)

اور (اے سننے والے کسے باشد) اگر تو ان کی خواہشوں پر چلا بعد اس کے کہ تجھے علم مل چکا تو اس وقت تو ضرور ستم گار ہوگا۔

اور اس آیت میں علم سے مراد علم لدنی اور کشف الٰہی ہے، جن لوگوں نے اپنے نفوس کو کشف کے مرتبہ سے اتار کر ان خواہش پرستوں کے راستے پر ڈال دیا جو اپنی بے نور طبیعتوں کی گندگی سے آلودہ کی تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں اور جو شخص جس گروہ کی تعداد بڑھائے گا وہ انہی میں سے ہوگا اور اس کا حشر بھی انہی کے ساتھ ہوگا اور جس شخص نے کسی گروہ کے ساتھ موافقت کی وہ بھی اسی گروہ میں شمار ہوگا، حق کے بعد گمراہی کے علاوہ کیا ہے؟ اور روشنی کے بعد تاریکی کے علاوہ کیا ہے؟ (ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:)

فأعرض عمن تولى عن ذكرنا و لم يرد إلا الحيوة الدنيا ذلك مبلغهم من العلم (سورہ نجم:29-30)

توتم اس سے منہ پھیر لو جو ہماری یاد سے پھرا اور اس نے نہ چاہی مگر دنیا کی زندگی یہاں تک ان کے علم کی پہنچ ہے۔

دنیا آخرت سے غافل کرتی ہے

آپ کو معلوم ہو چکا کہ دنیا آخرت کی زندگی سے غافل کرنے والی ہے اور آخرت کی زندگی سے پہلوتہی کرنے والا دنیاوی زندگی سے ہاتھ دھونے کے بعد اپنی غفلت پر نادم ہوگا اور جب دوزخ کی آگ میں جلایا جائے گا تب اسے اللہ تعالیٰ کا فرمان یاد آئے گا اور اسے اس وقت اس فرمان کو یاد کرنا کچھ فائدہ نہ دے گا، ارشاد ربانی ہے:

يقول يا ليتنى قدمت لحياتى فيومئذ لايعذب عذابه أحد و لايوثق وثاقه أحد (سورہ فجر:24-25)

کہے گا ہائے کسی طرح جیتے جی میں نے نیکی آگے بھیجی ہوتی تو اس دن اس کا سا عذاب کوئی نہیں کرتا۔

اس دن دنیا میں مشغول ہو کر آخرت کو بھولنے والا اچھی طرح جان لے گا کہ حقیقت میں زندگی آخرت ہی کی ہے، اگر وہ دنیا میں ہی اس بات کو جان لیتا تو آخرت میں اس کے لئے اچھا ٹھکانہ ہوتا کیونکہ آخرت تو جاننے (اور اس کیلئے تیاری کرنے) والوں کے لئے ہی ہے، اسی لئے قرآن کریم میں "لو كانوا يعلمون" (1) (اگر وہ

(1) پوری آیت یوں ہے: و إن الدار الآخرة لهى الحيوان لو كانوا يعلمون (سورہ عنکبوت:64) اور بیشک آخرت کا گھر ضرور وہی سچی زندگی ہے کیا اچھا تھا اگر جانتے۔

جانتے) کی شرط لگائی گئی ہے، تو اس تناظر میں پوری بات یوں ہے: اگر دنیا میں الجھ کر آخرت سے غافل ہونے والے آخرت کو جانتے (اور اس کے لئے تیاری کرتے) تو آخرت ان کے حق میں زندگی گذارنے کا گھر ہوتی لیکن ان لوگوں کی جہالت نے ان کو آخرت سے غافل رکھا اور تاریکیوں کی طرف دھکیل دیا، نیز لمبائی، چوڑائی اور گہرائی والے جسم میں قید رکھا، اب یہ لوگ تاریکیوں والی جیل کی طرف ہی دھکیلے جائیں گے اور انہیں اس میں عذاب دیا جائے گا۔

اجسام کو دوبارہ زندہ کیا جانا ایک لازمی امر ہے اور صاحب شریعت نے بھی اس بات کا ذکر فرمایا ہے اجسام کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور ان میں روحیں لوٹائی جائیں گی اور جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اخروی زندگی پر ایمان لانے کی توفیق دی اور ان کے سینے کو کھول دیا وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ انسان کو جزاء وسزا کے لئے دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور وہ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں خبردار فرمایا ہے کہ جس چیز کا آغاز ممکن ہے اس کا اعادہ ناممکن نہیں، یہ بات مشاھدے سے ثابت ہے کہ کسی چیز کو دوبارہ بنانا اسے پہلی مرتبہ ایجاد کرنے سے کہیں زیادہ آسان ہے (ارشاد خداوندی ہے:)

قل يحييها الذى أنشأها أول مرة (سورہ یسین:79)

تم فرماؤ انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں بنایا۔

اور سنو! اللہ تعالی، اس کے فرشتوں، اس کے رسولوں اور آخرت کے دن کی پہچان سے فقط وہ شخص غافل رہتا ہے جس پر اس کی خواہشات اور شیطان نے غلبہ پا لیا ہو ہے اور اس کے لئے دوزخ میں ہمیشہ رہنا لکھا گیا ہو (ارشاد ربانی ہے)

و من يكفر بالله و ملائكته و كتبه و رسله و اليوم الآخر فقد ضل ضلالا بعيدا (سورہ نساء:136)

اور جو نہ مانے اللہ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کو تو وہ ضرور دور کی گمراہی میں پڑا۔

(ایک دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے:)

أولئک الذين لعنهم الله فأصمهم و أعمى أبصارهم

(سورہ محمد:24)

یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت کی اور انہیں حق سے بہرہ کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔

قرآن کریم میں غور و فکر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

أفلا يتدبرون القرآن أم على قلوب أقفالها (سورہ محمد:24)

تو کیا وہ قرآن کو سوچتے نہیں یا بعض دلوں پر ان کے قفل لگے ہیں۔

قرآن میں غور و فکر نہ کرنے والے بہرے اور اندھے ہو گئے، یہ لوگ کچھ نہیں جانتے اور قرآن میں وہ شخص کیسے غور و فکر کرے گا جو اس کی حقیقت کو ہی نہیں جانتا اور نہ ہی اسے نزول قرآن کی کچھ خبر ہے، نہ اسے قرآن نازل کرنے والے کا کچھ پتہ ہے، نہ اسے اس ذات کے بارے میں کچھ آگہی ہے جن پر قرآن نازل کیا گیا، قرآن کریم ایک وسیع سمندر ہے اور اس کے ساحلوں پر عود اور عنبر اور دیگر اصناف کی خوشبوئیں بکھری پڑی

ہیں، اس کے علاوہ انواع و اقسام کے جواہرات قرآنی سمندر کے وسط میں موجود جزائر میں بکھرے پڑے ہیں، قرآن کریم کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے، ایک حد ہے اور ایک کھڑکی ہے، قرآن کریم کو مذکورہ بالا چار ارکان کے بغیر سمجھنا انتہائی مشکل ہوگا، قرآن کا ظاہر تو نزول قرآن سے ہی عیاں ہے (ارشاد ربانی ہے:)

نزل به الروح الأمين (سورہ شعراء:193)

اسے روح الامین لے کر اترا۔

اور قرآن کا باطن اس کی تاویل ہے، جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو دعا دیتے ہوئے اپنی مبارک زبان سے یہ الفاظ ادا فرماتے تھے:

اللهم فقهه فى الدين و علمه التأويل (صحیح بخاری)

اے اللہ! عبداللہ بن عباس کو دین کی سمجھ عطا فرما اور اسے قرآن کی تاویل (یعنی تفسیر) سکھا۔

قرآن کریم کی حد وہ ہے جس کے پاس جا کر رکا جاتا ہے اور یہ حد ہی تشبیہ اور تعطیل کے درمیان فرق کرتی ہے اور کھڑکی وہ ہے جس کے ذریعے کشف اور الہام والے [illegible] روحانی روشنی کے ذریعے ان حقائق کو دریافت کر لیتے ہیں جو قرآن کریم میں پنہاں رکھے گئے ہیں اور کوئی شخص قرآن کے معانی کا مشاہدہ اور اس میں اطلاع کے مقامات پر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور رہنمائی کے بغیر حاصل نہیں کر سکتا، اس لئے کہ قرآن بندوں اور ان کے رب کے درمیان واسطہ ہے اور ہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حکم اور حکمت کے

معلم ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم مفاہیم پر مطلع ہوتے ہیں اور ان معانی اور مفاہیم کو آگے دوسرے طلبہ تک پہنچاتے ہیں، ارشاد گرامی ہے:

كما أرسلنا فيكم رسولا منكم يتلو عليكم آياتنا و يزكيكم و يعلمكم الكتاب و الحكمة و يعلمكم ما لم تكونوا تعلمون (سورہ بقرہ:151)

جیسا کہ ہم نے تم میں بھیجا ایک رسول تم میں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصلی حیثیت کے ساتھ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے طرف سے مخلوق کی طرف وسیلہ ہونے کی حیثیت سے ہادی ہیں (اسی حوالے سے قرآن کریم میں ارشاد باری ہے)

إنك لتهدى إلى صراط مستقيم (سورہ شوریٰ:53)

بیشک تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو۔

اور اللہ تعالیٰ ہی حقیقی ہادی ہے، ارشاد خداوندی ہے:

إنك لا تهدى من أحببت و لكن الله يهدى من يشاء إلى صراط مستقيم (سورہ قصص:56)

بیشک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کردو ہاں اللہ ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے۔

اور اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم رہنمائی کے اعتبار سے معلم ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ حقیقی حیثیت میں معلم ہے (ارشاد ربانی ہے:)

و يعلمكم الكتاب و الحكمة و يعلمكم ما لم تكونوا تعلمون (سورہ بقرہ:151)

اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے اور تمہیں تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔

(نیز فرمان الٰہی ہے:)

علّم الإنسان ما لم يعلم (سورہ علق:5)

آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا۔

(ایک دوسری جگہ فرمان خداوندی مذکور ہے:)

و علّمناه من لدنا علما (سورہ کہف:65)

اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا۔

(ایک اور جگہ پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:)

خلق الإنسان علّمه البيان (سورہ رحمٰن:3)

انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا ما کان وما یکون کا بیان انہیں سکھایا۔

تخلیق اور تعلیم میں فرق ہے اور یہ اس بات پر واضح دلالت ہے کہ علم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور مخلوق نہیں، اللہ تعالیٰ نے علم کو عقل کے قلم سے دلوں کی تختیوں پر رقم فرمایا، ارشاد ربانی ہے:

بل هو آيات بينات فى صدور الذين أوتوا العلم (سورہ عنکبوت:49)

بلکہ وہ روشن آیتیں ہیں ان کے سینوں میں جن کو علم دیا گیا۔

اس تناظر میں کہا جا سکتا ہے کہ عقل نے اللہ تعالیٰ کے ازلی علم سے فیض پایا ہے اور یہ ازلی علم قرآن کی صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جبریل امین کے سکھانے سے حاصل ہوا اور جبریل امین کا سکھانا اللہ تعالیٰ کا سکھانا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سکھانا جبریل امین کا سکھانا ہے، اس پہلو سے اگر رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کا سکھانا اگر جبریل ہی کا سکھانا ہے تو (یہ بات سمجھ لو کہ) اللہ تعالیٰ فرشتوں کو براہ راست سکھاتا ہے اور فرشتے اللہ تعالیٰ اور رسولوں کے درمیان وسیلہ بنتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے رسول ہمارے اور فرشتوں کے درمیان واسطہ بنتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی درحقیقت سب کا معلم ہے، سب کا ہادی ہے، سب کے لئے (اپنی نشانیاں) کھول کر بیان کرنے والا ہے، اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو کھول کھول کر بیان کرنے والے ہیں لیکن آپ کا مقام اس معاملے میں بھی وہی ہے جو ہدایت کے معاملے میں ہے (1) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شریعت کے ساتھ ظاہر کی ایک حکومت عطا کی گئی، جبکہ دلوں کو ہدایت کی طرف پھیرنے کے اعتبار سے باطنی (اور حقیقی) حکومت اللہ تعالیٰ کی ہے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بحیثیت وسیلہ مقام کو واضح کرنے والا ارشاد ربانی ہے:)

لتبین للناس ما نزل إلیهم (سورہ نحل:44)

---

(1) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت واسطہ بیان کرنے والے اور ہدایت دینے والے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ حقیقی طور پر بیان کرنے والا اور ہدایت دینے والا ہے۔

کہ تم لوگوں سے بیان کر دو جو ان کی طرف اترا۔

(اور بیان کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کی حقیقی حیثیت کو بیان کرنے والا فرمان خداوندی ہے:)

یرید اللہ لیبین لکم و یھدیکم سنن الذین من قبلکم

(سورہ نساء:26)

اللہ چاہتا ہے کہ اپنے احکام تمہارے لئے بیان کردے اور تمہیں اگلوں کی روشیں بتادے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی حال میں بھی ظاہری احکام کو ثابت کرنے کے لئے اگر کچھ منسوب کیا گیا ہے تو باطنی طور پر وہ امر توحید کے اثبات کے لئے ہوگا تاکہ کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر کیے گئے امر کے پاس ظاہر ہونے والے امر اور اسے ظاہر کرنے والی اللہ تعالیٰ کی ذات سے منقطع ہو کر ہی رک نہ جائے، بلکہ اپنے دل میں اس بات کا یقین رکھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں جو کمالات ظاہر ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہی ظاہر ہوئے ہیں تاکہ یہ بات ذہن نشین رہے کہ کمالات کی ابتداء اور انتہاء اللہ تعالیٰ سے اللہ تعالیٰ تک ہے (ارشاد گرامی ہے:)

و انک لتلقی القرآن من لدن حکیم علیم (سورہ نمل:6)

اور بیشک تم قرآن سکھائے جاتے ہو حکمت والے علم والے کی طرف۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کو قبول کرنے والے ہیں اسے نازل کرنے والے نہیں اور نہ ہی آپ کو قرآن نازل کرنے کا اختیار ہے (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:)

وماكنت ترجو أن يلقى إليك الكتاب إلا رحمة من ربك (سورہ قصص:86)

اور تم امید نہ رکھتے تھے کہ کتاب تم پر بھیجی جائے گی ہاں تمہارے رب نے رحمت فرمائی۔

کتاب کیا ہے اور کتابت کیا ہے؟ کتاب تو یہی ہے کہ وہ کتابت کی جگہ رہی ہے، لیکن ایسا تو نہیں کہ کتابت کتاب کی صفت بن گئی ہو اور یہ صفت ہمیشہ اس میں موجود رہی ہو لیکن کتابت تو کاتب کی صفت ہے جو لکھتے وقت کاتب میں ہی ظاہر ہوئی، کتاب میں ظاہر نہیں ہوتی، اس لئے کتابت کاتب کی صفت ہے مکتوب کی صفت نہیں، اسی طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دل مبارک ایک کتاب ہے جس میں اللہ تعالی نے قرآن کو لکھا جیسے کہ لکھنے والا کسی تختی میں لکھتا ہے، اگرچہ مشاہدے کے مطابق کتابت علم کے واسطے سے تختی پر لکھی جاتی ہے جبکہ قرآن پاک جبریل امین کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی تختی پر رقم ہوا، ایسے میں جبریل امین قلم کی مانند تھے اور جو کچھ لکھا گیا وہ ازلی اور قدیم ہے لیکن لکھنے والا اور جس پر لکھا گیا دونوں لوح وقلم کی طرح مخلوق ہیں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دل اور جبریل امین دونوں مخلوق ہیں اور اللہ تعالی نے جبریل امین کے ذریعے جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی تختی پر لکھا وہ قدیم ہے۔

ایمان دلوں میں ہے

اگرچہ قرآن ازلی اور قدیم ہے اور وہ اللہ تعالی کا علم ہے لیکن اس کا بندوں کے دلوں میں حلول اور انتقال کے طور پر نہیں حفظ اور علم کے طور پر تحریر کیا جانا بعید نہیں، کیونکہ

حقیقی طور پر حفاظت کرنے والا تو اللہ تبارک وتعالی ہی ہے (فرمان الہی ہے:)

إنا نحن نزلنا الذكر و إنا له لحافظون (سورہ حافظون:9)

بیشک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ: "جب اللہ تعالی نے قلم کو پیدا فرمایا تو اسے حکم دیا: "لکھو" قلم عرض گذار ہوا: "کیا لکھوں؟" اللہ تعالی نے فرمایا: میرا علم میری مخلوق میں لکھو" یوں معلوم ہوا کہ اللہ تعالی کا علم مخلوق (کے دلوں) میں لکھا ہوا ہے جبکہ ایمان بھی لکھا ہوا ہے (ارشاد ربانی ہے:)

كتب في قلوبهم الإيمان (سورہ مجادلہ:22)

(یہ ہیں جن کے) دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا۔

(ایک اور جگہ فرمایا گیا:)

بل هو آيات بينات في صدور الذين أوتوا العلم

(سورہ عنکبوت:49)

بلکہ وہ روشن آیتیں ہیں ان کے سینوں میں جن کو علم دیا گیا۔

اس کتابت کی کیفیت کے بارے میں مت پوچھو اور دلوں میں اس کتابت کے نقش ہونے کی کیفیت بھی مت پوچھ کیونکہ یہ سوال ملکوت کے دروازوں میں سے ایک بڑے دروازے کو کھولنے کا باعث بنے گا، اس لئے کہ کتابت تختی، روشنائی اور قلم کے علاوہ انگلیوں، قدرت، ارادہ، علم اور کاتب کا بھی تقاضا اور یہ سب باتیں مکاشفہ کے علوم میں سے ہیں اور ان باتوں کو جان لینا اولیاء کا آخری اور انبیاء کا پہلا درجہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم کا پہلا بھید اسوقت کھولا گیا جب آپ نے پہلی مرتبہ جبریل امین کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا اور جبریل امین نے آپ کو سینے سے لگا کر بھینچا اور پھر یوں عرض گذار ہوئے: "پڑھیے!" تو میں تو پڑھنے والا نہیں ہوں (1) اور یہ حدیث معروف ہے اور آپ کو وحی کے ذریعے پہلا جو کشف عطا کیا گیا وہ کتاب، قلم، تعلیم اور انسانی تخلیق سے متعلق تھا اور یہ کشف علم اور اسرار کا خزانہ ہے اور یہ کشف بعد کے تمام معلوم کی بنیاد ہے، جبریل امین نے آپ سے عرض کیا: "پڑھیے!" آپ نے فرمایا: کیا پڑھوں؟ جبریل عرض گذار ہوئے:

اقرأ باسم ربک الذی خلق خلق الإنسان من علق اقرء و ربک الأکرم الذی علم بالقلم علم الإنسان ما لم یعلم

(سورہ علق: 1-5)

پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا پڑھو اور تمارا رب ہی سب سے بڑا کریم جس نے قلم سے لکھنا سکھایا آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا۔

اگر آپ اہل بصیرت میں سے ہیں تو آپ کو ہمارے کلام کے متفرق اجزاء میں ایسے اشارات ضرور مل جاتے جو اس وحی کی وضاحت کرتے اور اس کے بارے میں تنبیہ کرتے اور اس وحی کی معرفت صراحت کی متحمل نہیں، کیونکہ اس کے اسرار کی گہرائیوں میں اترنا خطرناک ہے اور رازوں کا دروازہ کھولنا دشوار ہے اور لوگوں کی عقلیں غیر مانوس

(1) یہ حدیث مبارکہ کا ترجمہ ہے جسے امام بخاری نے یوں روایت کیا ہے: أول ما كوشف بسر العلم حين رأى جبريل في صورته أول مرة وغطه وقال: اقرأ، فقال: ما أنا بقارى.

اسرار کو سمجھنے سے قاصر ہیں اور اس وحی کا سمندر بہت گہرا ہے جس میں اکثر لوگ ڈوب جاتے ہیں، ہاں جسے اللہ تعالیٰ رکھے اسے کوئی سمندر ڈبو نہیں سکتا، ارشاد ربانی ہے:

و ھو یتولی الصالحین (سورہ اعراف: 196)

اور وہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے۔

اور ہدایت جیسا کہ تمہیں معلوم ہے اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ سے ہی ہدایت طلب کرو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إن علینا للھدی و إن لنا للآخرة و الأولی

(سورہ لیل: 12-13)

بیشک ہدایت فرمانا ہمارے ذمہ ہے اور بیشک آخرت اور دنیا دونوں کے ہم مالک ہیں۔

نور سے محروم لوگ

اگر تم اجسام کی تاریکیوں میں الجھے ہوئے، رسم و رواج اور باپ دادا اور ان استاذوں کی اندھی تقلید میں الجھے ہوئے ہو جنہیں یقین کے نور سے کوئی کرن میسر نہیں ہوئی تب تمہیں لکڑی کی تختی، کالک کے قلم، گوشت اور پٹھوں سے مرکب ہاتھ اور جسم و صورت سے مرکب کاتب کے علاوہ کچھ بھائی نہ دے گا اور تم ان چیزوں میں سے کسی چیز کے سمجھنے کی خواہش نہ کرنا جو ہم نے ابھی ذکر کی ہیں کیونکہ تم میں ان چیزوں کے سمجھنے کی اہلیت ہی نہیں کیونکہ تم روشنی سے محروم ان لوگوں کی راہ پر چل نکلے ہو جن پر اجسام کی تاریکی غالب ہے ان لوگوں نے اجسام اور اجسام سے متعلقہ امور کے علاوہ کچھ نہیں جانا اور تم بھی تین

صفتوں لمبائی چوڑائی اور گہرائی والے جسم کے سائے میں داخل ہو گئے ہو، یہ تین تاریک حصے ہیں، کیونکہ تم نے تمام معلومات کو حس کے تابع کر دیا ہے اور تم نے مشاہدے اور ناپ تول میں نہ آنے والی چیز کا انکار کر دیا حالانکہ روشنی کی وہ دنیا اتنی عظیم ہے کہ اس میں اجسام ایسے ہیں جیسے کسی شخص کا سایہ اور وہ عزت والا جہان ایسا ہے جہاں سے احکام اور تقدیریں اترتی ہیں۔

اے صورتوں کے ظاہر پر فریفتہ ہونے والے! تو اللہ تعالیٰ کے متعلق دھوکے میں ہے، تم نے اللہ تعالیٰ کے متعلق تجسیم اور تشبیہ کا جو عقیدہ اپنا رکھا ہے یہ تمہیں اس کے عذاب سے نجات نہ دلا سکے گا، اس لئے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی عظیم سلطنت کو معطل اور اس کی قدرت کو عاجز سمجھ رکھا ہے، تو اس کی حکمت سے نابلد رہا، تو نے اس کی نشانیوں میں غور و فکر نہیں کیا بلکہ انکا مذاق اڑایا اور تو غیب پر ایمان نہیں لایا بلکہ جو تمہاری سمجھ میں نہیں آیا تم نے اسے مذاق کا نشانہ بنایا اور تم نے اشیاء کی حقیقتوں کو اپنے ناقص علم اور فاسد تخیل کے پیمانے پر تولا ہے (ارشاد ربانی ہے:)

بل كذبوا بما لم يحيطوا بعلمه و لما يأتهم تأويله كذالك كذب الذين من قبلهم (سورہ یونس:39)

بلکہ اسے جھٹلایا جس کے علم پر قابو نہ پایا اور ابھی انہوں نے اس کا انجام نہیں دیکھا ایسے ہی ان سے اگلوں نے جھٹلایا تھا۔

تم اجسام کو سب کچھ سمجھنے کے باعث ان اجسام کو بغیر کسی سابقہ مثال کے پیدا کرنے والی ذات سے ناواقف رہ گئے بالکل اسی طرح جیسے فقط اجسام کو دیکھنے والے

اجسام کے علاوہ کسی وجود کے قائل نہ تھے حالانکہ اسی وجود کی قدرت سے اجسام، رنگ اور صورتیں ظاہر ہوئیں۔

فقط اجسام کو سب کچھ سمجھنے والوں نے کسی اضافی چیز کا انکار اس لئے کیا کہ انہیں نور کی کچھ سمجھ نہ تھی اور نہ ہی انہیں یہ بات سمجھ آئی کہ قدرت کا نور اپنے ظہور کی شدت کے باعث اجسام میں چھپ کر نظروں سے اوجھل ہو گیا کیونکہ وہ آنکھوں کے سامنے بہت زیادہ روشن ہو گیا تھا، مگر اے مسکین انسان! کیا یہ نادان لوگ نور، اس نور کے خالق اور اس جسم کے درمیان فرق نہیں کریں گے جس جسم میں نور کا ظہور ہوا اس وقت بھی فرق نہیں کریں گے جب نور اس جسم سے الگ ہو جائے گا؟ جب یہ جسم تاریک اور بے نور رہ جائیں گے، اس وقت نور سے نظریں پھیرنے والے اس نور کو جھٹلا نہ سکیں گے اور ان کے پاس انکار کی قطعاً گنجائش نہ ہوگی، تو بھی انہی لوگوں جیسا ہے، تو روح کے بارے میں یہی کہتا ہے کہ جسم ہی روح ہے یا یہ کہتا ہے کہ روح جسم کے ساتھ ایک ایسی اضافی چیز ہے جس کے ساتھ جسم کا نظام قائم ہے، میرا خیال ہے کہ تو اس بات کا انکار نہیں کر سکتا کہ روح جسم کے علاوہ ایک الگ چیز ہے اور وہی جسم کے نظام کو چلا رہی ہے اور جسم سے الگ چیز جسم نہیں ہو سکتی، اگر تم کہو کہ روح بذات خود ایک جسم ہے جسے جسم کے اندر رکھا گیا ہے ایسی صورت میں تم اجسام میں تداخل اور حلول کے قائل قرار پاؤ گے اور تم نے جسم اور روح کے درمیان تفریق کا فائدہ ضائع کر دیا اور اس طرح تم نے صحیح خبر کو جھٹلا دیا (جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) اللہ تعالیٰ نے ارواح کو اجسام سے دو ہزار سال قبل پیدا فرمایا، اب اگر ارواح بھی اجسام ہیں تو اس حدیث کا کیا مطلب ہوا؟ تمہارے قول کے مطابق تو یہ حدیث معاذ

اللہ ایک محال چیز کو ثابت کر رہی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان میں تمہاری رائے کے مطابق نعوذ باللہ تناقض آرہا ہے، اسکا مطلب تو یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اجسام کو ان کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل پیدا فرمایا اور کسی چیز کا اپنی پیدائش سے پہلے پیدا ہونا سمجھ میں نہیں آتا، اس لئے کہ اگر اجسام ہی ارواح ہیں تو پھر حدیث کا معنی ہوگا اجسام کا اجسام سے پہلے پیدا ہونا اور یہ تو کسی چیز کا اپنے وجود سے پہلے پیدا ہونا ہے، روح کو جسم قرار دینا ایسی بات کہنے والے کی کج فہمی پر دلالت کرتی ہے۔

ساری گفتگو کا مقصد یہ ہے کہ روح اور جسم دو الگ چیزیں ہیں، روح شریعت کی گواہی کے مطابق جسم نہیں اور اگر جسم دو یا دو سے زیادہ جوھروں کا مجموعہ ہے اور یہ جوھر جسم کا غیر ہیں تو یہ روح بھی پھر جوھر نہیں کہلائے گی اور اگر روح نہ جسم ہو اور نہ جوھر ہو تو اس کا عرض ہونا بھی محال ہوگا اور اجسام و جواھر کے بغیر اعراض کا وجود ہی نہیں ہو سکتا، اس صورت میں جسم، جوھر اور عرض کا قانون باطل ہو جائے گا اور جسم کا مرکب، چھونے، قرب و بعد اور اتصال وانفصال کے قابل ہونا بھی غلط قرار پائے گا اور اگر یوں کہا جائے کہ روح موت سے پہلے جسم کے نظام کو چلاتی ہے اور اس کے ساتھ متصل رہتی ہے جبکہ موت کے بعد جسم روح کے احکام کو قبول نہیں کرتا اور روح جسم سے الگ ہو جاتی ہے، جب ہم نے روح کے جسم اور جوھر کی بھی نفی کر دی اور عرض ہونے کی بھی نفی کر دی تو پھر عقلاً یہ بات لازم آئے گی کہ روح سے اجسام، جواھر اور اعراض کی ساری صفات کی نفی کر دی جائے اور یہ صفات جسے اوپر نیچے، آگے پیچھے، دائیں بائیں، اندر ہونا، کسی کی طرف ہونا، کسی چیز پر ہونا، کسی چیز کے پاس ہونا، حرکت، سکون، ظاہر ہونا، پوشیدہ ہونا، پیمائش اور مقدار،

کیفیت اور مکان سے متصف ہونا، ان اوصاف کے علاوہ جس قدر مزید اوصاف اجسام اور جواھر کے لئے ثابت کئے جا سکتے ہیں ان کی بھی روح سے نفی لازم آئے گی اور اگر ان اوصاف میں سے کچھ اوصاف کو روح کی طرف منسوب کیا جائے گا تو اسے سمجھنے کے لئے تاویل کا سہارا لینا پڑے گا، ایسی صورت میں اجسام کے حوالے سے دھوکے میں مبتلا شخص کو ایک ایسی ذات کا وجود تسلیم کرنا پڑے گا جس کا وجود حقیقی ہے اور وہ اپنے وجود میں ان تمام صفات سے الگ ہیں جن کا مشاہدہ اجسام، جواھر اور اعراض میں کیا جاتا ہے اور تمہارے لئے جسم کے ساتھ ایک اضافی چیز کا انکار کیونکر ممکن ہے؟ اگر تم نے بینائی موجود ہونے کے باوجود اپنے آپ کو اندھا کر لیا ہے، ہٹ دھرمی اور انکار کو اپنا وطیرہ بنا لیا ہے اور اپنی ضد اور تکبر پر ڈٹا ہوا ہے تو تجھے سمجھانا بیکار اور یقیناً تو دوزخیوں میں سے ہے، تجھے اپنی ضد، ہٹ دھرمی اور انکار کا نتیجہ اس وقت دکھائی دے گا جب جسم سے روح کی روشنی چلی جائے گی اور موت کے طاری ہوتے ہی روح جسم کے نظام کو چلانا چھوڑ دے گی، میں تمہیں وہ باتیں صاف طور پر سمجھا چکا ہوں جنہیں ماننے کے لئے تو قطعاً آمادہ نہیں ہوتا بلکہ غفلت شعار اور جاہل لوگوں پہ تکیہ کر کے سرکشی میں بڑھا ہوا ہے اور جب تو وہ کچھ دیکھے گا جسے تیرا ذہن ابھی قبول نہیں کر رہا تو اس وقت تو کہے گا:

لقد جاء ت رسل ربنا بالحق (سورہ اعراف:43)

بیشک ہمارے رب کے رسول حق لائے۔

اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے اور تم جیسوں کے بارے میں پہلے ہی خبر دے رکھی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هل ينظرون إلا تأويله يوم يأتي تأويله يقول الذين
نسوه من قبل قد جاء ت رسل ربنا بالحق فهل لنا من شفعاء
فيشفعوا لنا أو نرد فنعمل غير الذی كنا نعمل (سورہ اعراف:53)

کا ہے کی راہ دیکھتے ہیں مگر اس کی کہ اس کتاب کا کہا ہوا انجام سامنے آئے جس دن اس کا بتایا انجام واقع ہوگا بول اٹھیں گے وہ جو اسے پہلے سے بھلائے بیٹھے تھے کہ بیشک ہمارے رب کے رسول حق لائے تھے تو ہیں کوئی ہمارے سفارشی جو ہماری شفاعت کریں یا ہم واپس بھیجے جائیں کہ پہلے کاموں کے خلاف کام کریں۔

غفلت سے بیداری کی گھڑی

مجھے تمہارے بارے میں سخت خوف ہے کہ کہیں تو ان لوگوں میں سے نہ ہو جائے جنہوں نے اپنی جانوں کو خود گھاٹے میں مبتلا کیا، تمہیں اپنے خسارے کا اندازہ غفلت کی نیند سے بیداری پر ہوگا اس لئے کہ لوگ غفلت کی نیند سوئے ہوئے ہیں اور موت ہی انہیں اس نیند سے جگائے گی اور انہیں ان کے خوابوں کی تعبیر بتائے گی اور اس وقت تمہیں ان چیزوں کی تاویل بتائی جائے گی جن کے ظاہر پر تم ڈٹے رہے ہو اور تیرے سامنے تیرے اندازوں کے برعکس امور ظاہر ہوں گے اور تیرے تمام تصورات بکھر جائیں گے (ارشاد ربانی ہے:)

وبدا لهم من الله مالم يكونوا يحتسبون (سورہ زمر:47)

اور انہیں اللہ کی طرف سے وہ بات ظاہر ہوئی جو ان کے خیال میں نہ تھی۔

ستبدی لک الأيام ما كنت جاهلا
ويأتيك بالأخبار من لم تزود

عنقریب زمانہ تمہارے لئے وہ چیزیں ظاہر کرے گا جنہیں تو نہیں جانتا تھا اور ایسا شخص تیرے پاس خبریں لائے گا جسے تو نے یہ ذمہ داری نہیں سونپی۔

جب تم پر موت کی بیہوشی اس حقیقت کو عیاں کر دے گی جسے تو جھٹلاتا رہا اور سنی سنائی باتوں پر ڈٹا رہا تب موت تمہارے سامنے اس وقت یہ آیت پڑھے گی:

لقد كنت في غفلة من هذا فكشفنا عنك غطائك
فبصرك اليوم حديد (سورہ ق:22)

بیشک تو اس سے غفلت میں تھا تو ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھایا تو آج تیری نگاہ تیز ہے۔

اور سنو! وہ صور پھونکا جائے گا جو سینگ جیسا ہے اور اس میں تمام مخلوقات کی جانوں کی تعداد میں سوراخ ہیں، اس کی آواز سے تمام جاندار بیہوش ہو جائیں گے، ہر جان کے لئے صور میں ایک سوراخ ہے، صور کی آواز سنتے ہی ہر زندہ شخص موت کی آغوش میں چلا جائے گا، صور پھونکنے والے حضرت اسرافیل ہوں گے، اس وقت تمام ارواح اور تمام فرشتے صفیں باندھے ہوں گے، تب اللہ تعالیٰ کی تجلی فرشتوں اور بادلوں کے جھرمٹ سے ظاہر ہو گی اور اس وقت ان تمام باتوں کی حقیقت تمہارے سامنے ظاہر ہو جائے گی جن میں تو الجھا رہا تھا، کیونکہ تیرے ساتھ ان باتوں کی حقیقت بیان کیے جانے کا وعدہ کیا گیا تھا مگر ان باتوں کی حقیقت تم پر اس وقت تک نہیں کھل سکتی جب تک تو موت کی بیہوشی سے آشنا نہ ہو

جائے ایک مرتبہ تو مخلوق کو موت کی نیند سلانے کے لئے صور پھونکا جائے گا اور دوسری مرتبہ مخلوق کو زندہ کرنے کے لئے صور پھونکا جائے گا تا کہ وہ اٹھ کر دیکھ لیں کہ اللہ تعالی ان کے ساتھ کیا معاملہ فرمانے والا ہے، اس دن میں اللہ تعالی سب کو جمع فرمائے گا، سب لوگوں کے بکھرے اجزاء مجتمع ہو جائیں گے اور اللہ تعالی انہیں وعدے کے مطابق دوسری دفعہ زندگی عطا فرمائے گا۔

جمع کئے جانے کا دن

سب انسان حضرت آدم علیہ السلام کے قد و قامت کے مطابق اٹھائے جائیں گے کیونکہ آپ سب انسانوں کے باپ ہیں، اس لئے سب لوگوں کو آپ کی شکل وصورت پر اٹھایا اور جمع کیا جائے گا اور ان سب کو ان کے ماں اور باپ کے پاس جمع کیا جائے گا (اللہ تعالی کا ارشاد ہے:)

خلقکم من نفس واحدة و خلق منها زوجها (سورہ نساء:1)

تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا۔

حضرت آدم اور سیدتنا حواء انسانی دنیا کے لئے دو اصل ہیں، حضرت آدم علیہ السلام تمام انسانوں کے باپ اور سیدہ حواء سب کی ماں ہیں (ان دونوں کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:)

و بث منهما رجالا کثیرا و نساء (سورہ نساء:1)

اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت پھیلا دیئے۔

اللہ تعالی نے حضرت آدم اور حواء کی اولاد کو بکھیر دیا اور قیامت کے دن انہی

دونوں کی طرف سب کو جمع فرمائے گا، سب لوگ انہی دونوں کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد وہ مٹی ہے جسے اللہ تعالی نے اپنے دست قدرت سے گوندھا، اسے خمیر دیا اور پھر اسے درست کیا اور اس میں روح پھونکی اور پھر صف در صف فرشتوں سے اسے سجدہ کروایا (اللہ تعالی کا فرمان ہے:)

فسجد الملائكة كلهم أجمعون (سورہ ص:73)

تو سب فرشتوں نے سجدہ کیا ایک ایک نے کہ کوئی باقی نہ رہا۔

(سجدے کے وقت) حضرت آدم علیہ السلام فرشتوں کے سامنے تھے کیونکہ اللہ تعالی نے ان میں وہ روح پھونکی تھی جو اس حکم سے ہے اور روح پھونکنا ہی حضرت آدم علیہ السلام کے جسم اور روح کو پیدا کرنا تھا، آپ فقط روح کے باعث عدم سے وجود میں نہیں آئے (بلکہ اللہ تعالی کی طرف سے روح پھونکنے کے سبب سے آپ کو وجود ملا) اللہ تعالی کے علاوہ کوئی بھی قدیم نہیں، نیز اس کی صفات اس کی ذات کا عین نہیں اس لئے ان صفات کو اس کا عین قرار دینے کی بجائے اس سے الگ ذکر کیا گیا، اس کی یہ صفات یوں ہیں کہ نہ تو وہ خود ان صفات کا عین ہے اور نہ ہی وہ صفات اس کا عین ہیں اور اس طرح کی باتوں کے متعلق ایک قول گذر چکا۔

قیامت کے دن تمام مخلوقات کو صفوں میں کھڑا کیا جائے گا، فرشتے صف باندھے ہوں گے، ارواح کو جب جمع کیا جائے گا تو یہ بھی صف میں ہوں گی اور خالص آگ سے پیدا ہونے والے جن ایک الگ صف میں ہوں گے، فرشتوں اور جنوں کے درمیان شیاطین کی صف ہو گی اور عزازیل شیاطین کا پیشوا ہو گا جو کہ حضرت آدم علیہ السلام کا منکر اور ان کا دشمن

ہے اور وہ سب سے بڑا شیطان ہے اور وہ اپنے لشکر میں اسی طرح ہے جیسے حضرت آدم علیہ السلام اپنی اولاد میں، حضرت آدم علیہ السلام تمام بنی نوع انسان کے باپ ہیں اور آدم علیہ السلام کی اولاد میں جو بھی لڑکا یا لڑکی پیدا ہوئے شیطان نے اس کے مقابلے میں مد مقابل ظاہر کیا، اس طرح شیطان کی اصلی اولاد تمام بنی نوع انسان کے برابر ہے جبکہ اس کی اولاد کی اولاد ان فرشتوں کی تعداد کے برابر ہے جو بندوں کی اعمال لکھتے ہیں، ایک فرشتہ دائیں اور ایک بائیں اور ان کے درمیان بہت گہرائی ہے جو تمہارے سامنے قیامت کے دن ظاہر ہو گی، اس شخص کے لئے ہلاکت ہے جو اس دن تک غفلت میں رہا اور جو شخص خبردار ہو گیا وہ مبارکباد کے قابل ہے جبکہ غفلت شعار کو تو موت ہی جگا سکتی ہے اور نفس کا صورتوں اور اجسام میں مشغول رہنے سے اجتناب کرنا ہی بیداری ہے اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو گا وہ اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے پائے گا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ذلک خیر للذین یریدون وجه الله و أولئک هم المفلحون (سورہ روم:38)

یہ بہتر ہے ان کے لئے جو اللہ کی رضا چاہتے ہیں اور انہی کا کام بنا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف ہی متوجہ رہو اپنی اولاد کی طرف ہی متوجہ نہ رہو، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ سے پھیرنے والے اور اس کے غیر میں مشغول کرنے والے امور ہیں، قدیم کو چھوڑ کر حادث کی طرف متوجہ ہونا تہہ در تہہ تاریکیوں کی طرف مشغول ہونا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے پھرا ہوا چہرا اپنے اعراض کے مطابق ٹیڑھا ہو گا اور اگر پلک جھپکنے کی مقدار جھک گیا تو اسکا چہرہ ایسے ہو گا جیسے تھوڑی سی بھینگی آنکھ والا اور اگر زیادہ پھرا تو پھر ایسے ہو گا جیسے بہت

زیادہ بھینگا پن والا اور اگر گردن تھوڑی سے مڑی ہوئی ہے تو اس کا چہرہ لقوہ والے کے چہرے جیسا ہو گا اور اگر مکمل بے رخی اور بے توجہی ہوئی تو یہ شخص پشت پھیرنے والا اور بھاگنے والا شمار ہو گا اور ایسا شخص وہ ہے جسے اس کا نامہ اعمال اس کی پشت کے پیچھے سے دیا جائے گا، یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کو بھلایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں فراموش فرما دیا اور انہیں ان کی جانوں سے غافل کر دیا، جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوا اور اپنے آپ کو فراموش کر دیا اس نے موت کی حقیقت کو سمجھ لیا اور یہ مفہوم سمجھنے کا مطلب ہے نفس کا محسوسات اور صورتوں کی طرف توجہ کو ختم کر دینا اور اسے عالم ملکوت کی طرف متوجہ کرنا ہے۔

اور اس کی نشانی وعدہ پورا کرنا، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے راستے پر چلنا، اسکی ربوبیت کا اعتراف کرنا، مذموم اخلاق چھوڑنا اور اخلاق حمیدہ سے آراستہ ہونا، اگر انسان ان صفات کے ساتھ متصف ہو جائے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا آسان ہو جاتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جاتا ہے اور اسے بھی اپنی طرف سے راضی کر دیتا ہے۔

اضطراری اور اختیاری موت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یا أیتها النفس المطمئنة ارجعی إلی ربک راضیة مرضیة (سورہ فجر:27-28)

اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔

جو شخص دنیا میں ہی اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ گیا وہی اللہ تعالیٰ کی طرف اس شان سے لوٹے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اور اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوگا جبری رجوع نہ ہوگا، اسی طرح موت بھی دو قسم کی ہے ایک طبعی موت ہے یعنی جسم سے جان کو زبردستی نکالنا کیونکہ جان بدن سے مانوس اور اس کے ساتھ محبت سے چپکی ہوئی ہے اس لئے اسے اس کی مرضی کے خلاف زبردستی نکالا جاتا ہے اور لازمی بات ہے کہ اسے جسم سے الگ کرنے کیلئے سخت اوزاروں اور کانٹوں سے کام لیا جائے گا تاکہ جسم سے اس کے پیوند الگ ہو جائیں اور جسم کے ساتھ اس کا تعلق ٹوٹ جائے، یہ طبعی موت ہے۔

اس کے علاوہ ایک ارادی موت بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ نفس جسم کی تسکین سے بے نیاز ہو جائے اور اس کی محبت سے پاک ہو جائے اور اس میں مستغرق رہنے سے باز آجائے اور جسم کو آخرت کے لئے استعمال کرے، یہ ایسی ارادی موت ہے جسے حاصل کرنے والا کبھی نہیں مرتا، کیونکہ موت کا خوف اتنا ہی زیادہ ہوگا جتنی جسم سے محبت ہوگی اور اس کو اتنا ہی عذاب ہوگا جتنا اس کا خواہشات اور لذات کے ساتھ تعلق اور مرغوبات کے حصول کا شوق اور دنیاوی مقاصد کے لئے کوشش کرتا رہا ہوگا، جب تکلیف کا باعث ہی ختم ہوگیا تو سمجھو کہ تکلیف ہی ختم ہوگئی اور اس کا اثر بھی باقی نہ رہے گا اور جب درد ختم ہوگیا تو خوف ختم ہوگیا اور جب خوف مٹ گیا تو سکون اور چین حاصل ہوگیا اور پھر خوشخبری ہی باقی رہ جاتی ہے اور ایسے میں بندہ اپنے رب سے ملاقات کو پسند کرتا ہے، جو بندہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا مشتاق ہوگا اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا چاہے گا اور یہ شخص تو دارالآخرت کا پہلے ہی مشاہدہ کر چکا (ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:)

ألا إن أولياء الله لا خوف عليهم و لا هم يحزنون

(سورہ یونس:62)

سن لو بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم۔

بڑا جہاد

جس شخص نے (جنت میں) اپنا ٹھکانہ پہلے ہی دیکھ لیا وہ شہید ہے اور شہید مرتا نہیں، جو شہادت نفس کی خواہشات کو مارنے کے لئے جہاد کرتے ہوئے حاصل ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس شہادت سے بڑی ہے جو کفار کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے حاصل ہوتی ہے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:)

رجعنا من الجهاد الأصغر إلى الجهاد الأكبر

ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف واپس آئے۔

بڑا جہاد خطرات سے گھرا ہوتا ہے کیونکہ اس میں کم لوگوں کی نیت سلامت رہتی ہے، جہاد اصغر میں تو شہادت کا گمان ہوتا ہے جبکہ جہاد اکبر میں ارادی موت یقینی شہادت ہوتی ہے، ارادی موت ثواب ہی ثواب ہے جبکہ طبعی موت عذاب ہی عذاب ہے اور جو شخص مرنے سے پہلے ارادی موت سے ہمکنار ہو گیا وہ طبعی موت سے پہلے سنبھل گیا اور جو شخص خبردار ہو گیا اس نے آخرت کی دنیا کو صاف صاف دیکھ لیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

الرؤيا الصادقة جزء من ستة و أربعين جزءا من النبوة

سچے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں۔

اور جس کی آنکھیں کھل جاتی ہیں وہ کہتا ہے: اگر پردہ اٹھ جائے تو اب میرے

یقین میں کچھ اضافہ نہ ہوگا، لوگو! اپنے نفوس کو مار کے اور اپنے دلوں کو زندہ کر کے اللہ تعالیٰ سے یقین کی دولت مانگو تا کہ تم بڑی جنت عظیم سلطنت تک پہنچ سکو۔

دعا

اے اللہ! ہمیں ان لوگوں میں سے بنا دے جن کے جسمانی اعضاء پر تیری نگرانی کے تصور (مراقبہ) کی سخت بیڑیاں ہیں اور تو نے ان کی باطنی قوتوں کو مشاہدہ کی نعمت عطا فرمائی ہے، اب اٹھتے بیٹھتے ایک نگہبان کا انس ان کے ساتھ ہے، انہوں نے شرمندگی سے اپنے سر اور چہروں کو سجدوں کے لئے جھکا دیا ہے اور انہوں نے اپنے نرم و نازک رخسار تیرے دروازے پر انتہائی عاجزی سے بچھا دئے پھر تو نے انہیں اپنی رحمت منزل مقصود تک پہنچا دیا، حضرت محمد اور آپکی آل پر صلاۃ وسلام بھیج۔

اے اللہ! ہمیں صحبت کی درازی، خدمت کی ہمیشگی، حرمت کی پاسداری، تیری نگرانی کا تصور، اطاعت کی محبت، مناجات کی چاشنی، مغفرت کی لذت، دل کی سچائی، توکل کی حقیقت، محبت کی پاکیزگی، عہد کی پابندی، وصال کا عقیدہ، لغزش سے بچنا، امیدوں کا بر آنا اور نیک عمل کے ساتھ اچھا خاتمہ نصیب فرما، حضرت محمد پر صلاۃ وسلام بھیج جو خیر البشر ہیں۔

اے اللہ! اے وہ ذات جس نے اپنی محبت کو اپنے عشاق کی رگ رگ میں ڈال دیا، شک کی شدت کو یقین کی خوبی میں بدل دیا، اے اللہ! ہمیں صدیقوں کے گروہ میں شمار فرما اور ہمیں بڑے درجوں والے رسولوں کی راہ پر چلا تا کہ ہمارے باطن تیرے ساتھ انسیت کے ساتھ درست ہو جائیں اور تیری بارگاہ میں حاضری کے تحفوں سے شادکام ہو جائیں، اے اللہ! ہمیں اعلی درجے کا تقوی عطا فرما اور ہمیں بدعتوں اور دردناک گمراہی سے بچا، ہم تیری بارگاہ میں حاضر ہو کر تیری محتاجی، معذرت اور گناہوں سے بچنے کے عہد

کے ساتھ مغفرت کا سوال کرتے ہیں، اے اللہ! تو نے ہمیں سوال کرنے کا حکم فرمایا ہے تو ہمارے دل تیرے در کے فقیر بنے کھڑے ہیں، تیری قدرت کے غلبے کو اسرار کی آنکھوں سے دیکھا ہے، یا اللہ! ہمیں نادیدہ فتنوں پر اصرار سے بچا، تاکہ تو ہمیں بڑی ہمت والے نیک لوگوں کی راہ پر چلائے، اے اللہ! حضرت محمد اور آپ کی پاکیزہ آل پر صلاۃ وسلام بھیج۔

اے اللہ! اے وہ ذات جس نے اپنے ولیوں کو آگے بڑھنے والی عمدہ سواریوں پر سوار کیا اور انہیں گریہ وزاری اور شوق کے پروں کے ذریعے بلندی عطا کی اور انہیں وقار اور حسن اخلاق کے بستر پر بٹھایا اور ان کی کوتاہی شمار کیے جانے والے امور پر (انکی) آنکھوں کے بادلوں کو برسایا اور ان کے دلوں میں معرفت آفتاب یوں چمکائے جیسے حقیقی آفتاب اشراق کے وقت چمکتا ہے اور ان کی آنکھوں سے تاریکیوں کے پردے ہٹادیئے اور انہیں اپنے سامنے دلوں کی خوشی اور عزم کی پختگی اور ہمتوں کی بلندی کے ساتھ بٹھایا، اے اللہ! حضرت محمد جو بنی نوع انسان میں سرداروں کے سردار ہیں ان پر اور ان کی آل پر درود بھیج۔

اے اللہ! ہمارے لئے وہ امور آسان فرما جو ہمیں تجھ سے قریب کریں اور وہ امور ہم سے دور رکھنا جو ہمیں تجھ سے دور کرنے والے ہوں اور ہمیں اپنی بارگاہ سے بے نیازی کے باعث فقر میں مبتلا نہ کرنا، اپنے فضل وکرم سے ہمارے اعمال کو اخلاص عطا فرما دے اور اپنے کرم سے ہمیں ایسا بنادے کہ ہم تجھ پر ہی بھروسہ کریں اور اپنی مدد کے ساتھ ہمیں ایسا بنادے کہ ہم تجھ سے ہی مدد مانگیں۔

اے اللہ تعالیٰ! اپنی بارگاہ میں وجاہت والوں کی وجاہت کے صدقے اور بارگاہ میں مرتبہ ومقام والوں کے مرتبہ ومقام کے صدقے اور اپنی بارگاہ میں حرمت والے لوگوں کے طفیل اور اس ہستی کے طفیل جن کے بارے میں تو نے فرمایا ہے:

ألم نشرح لک صدرك (سورہ انشراح: 1)

کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا۔

اے اللہ! ہمارے سینے کو ہدایت اور ایمان کے ساتھ اس طرح کھول دے جیسے تو نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے کو کھولا تھا اور ہمارے معاملات کو اس طرح آسان فرما جیسے تو نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملات کو آسان فرمایا اور ہمیں اپنی اطاعت کا آسان طریقہ عطا فرما اور ہماری بھول چوک پر گرفت نہ فرمانا اور ہمیں فرصت کے ایام میں ایسے کاموں کی توفیق عطا فرما جو ہمیں تیری بارگاہ کے قریب کریں اور تجھے ہم سے راضی کر دیں، اے اللہ! حضرت محمد، آپ کی آل اور صحابہ پر صلاۃ وسلام بھیج۔

اے اللہ! ہماری زبانوں پر اپنا ذکر جاری فرمادے اور ہمارے دلوں کو اپنے غیر سے بے نیاز کردے اور ہماری روحوں کو اپنے قرب کی ٹھنڈی ہوا سے شاد کام کردے اور ہمارے باطنوں کو اپنی محبت سے مالا مال کردے اور ہمارے دلوں میں اپنے بندوں کے لئے خیر کی نیت ڈال دے اور ہمارے دلوں کو اپنی پہچان کے ساتھ مانوس کردے اور ہمارے سینوں کو اپنے تعظیم سے آباد کردے اور ہمیں پوری طرح اپنی بارگاہ کی طرف متوجہ کرلے اور اپنے ساتھ ہمارے باطنوں کو اچھا رکھنا اور ہمیں ان لوگوں میں سے بنانا جو اچھے عمل کو اپنا لیتے ہیں اور برے عمل سے دور رہتے ہیں اور عافیت کی قدر وقیمت کو

جانتے اور اس پر شکر کرتے ہیں، تجھے دل وجان سے اپنا کفیل مانتے ہیں تا کہ تو ان کا کارساز ہو جائے، اے اللہ! ہمیں اپنی عظمت کا احترام بجالانے کی توفیق عطا فرما اور ہمیں اپنے دیدار کی لذت سے شادکام فرما، تو ہی برکت اور بزرگی والا ہے، اے جلال اور بزرگی والے! اے وہ ذات جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں تو پاک ہے، تیرے سوا کوئی برحق معبود نہیں، تیرا کوئی شریک نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے بندے اور رسول ہیں۔

اے اللہ! ہم تجھے تیری ذات کی یکتائی، تیرے اسماء کی وحدانیت اور تیری صفات کا واسطہ دے کر سوال کرتے ہیں کہ ہمیں اپنے جلال کا کچھ دبدبہ، اپنے جمال کا کچھ حصہ اور اپنے کمال کا کچھ حصہ عطا فرما دے، تا کہ ہمارا وجود تیری معرفت میں وسعت پا لے اور ہمارا مشاہدہ تجھ پر مرکوز ہو جائے اور ہم اپنے اندر موجود دلائل پر مطلع ہو جائیں، یا اللہ! ہمارے وجود کی تاریک رات میں اپنی معرفت کا سورج چمکا دے اور ہماری بصیرت کے افق کو اپنی حکمت کے نور سے روشن کر دے اور ہمارے آسمان کی زینت کو اپنی محبت کے ستاروں کے ساتھ آراستہ کر دے اور ہمارے افعال کو اپنے فعل میں فناء کر دے اور ہماری تقصیروں کو اپنے فضل وکرم کے دریا میں ڈال دے اور ہمارے ارادوں کو اپنے ارادے میں محو کر دے، اے اللہ! ہمیں اس طرح اپنی بندگی نصیب فرمانا کہ ہم ہر مقام پر تیری بندگی پر ثابت قدم رہیں، تیری الوہیت کی طرف متوجہ رہیں، تیری ربوبیت میں مشغول رہیں اور ہمیں تیری الوہیت اور ربوبیت کے حوالے سے نہ کسی کی ملامت کی پرواہ ہو اور نہ ہی تجھ سے کوئی گلہ شکوہ ہو، اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دے کہ ہم تیری رضا پر راضی

رہیں اور ہم پر تقدیر کی لکھی ہوئی جو آزمائش نازل ہو اس کے معاملے میں ہم پر لطف وکرم فرمانا اور ہمیں اپنے آسمان سے نازل ہونے والی رحمت کے لئے زمین بنانا اور ہمیں اپنی محبت میں کلی اور جزوی طور پر فنا کر دے، اے اللہ! ہمارے دلوں میں تیرے لئے جو ارادے ہیں انہیں درست کر دے اور ہمیں اپنے غیر کی طرف متوجہ ہونے سے محفوظ کر دے اور ہمارے آگے پیچھے جو شر ہے اسے دور فرما دے، اے اللہ! ہم تجھے ان چھپے ہوئے رازوں کا واسطہ دے کر سوال کرتے ہیں، اے وہ ذات جس کے علاوہ کوئی برحق معبود نہیں جس کی یاد دل میں آئے، اس ذات پر درود وسلام بھیج جو سرداروں کے سردار ہیں اور ارادوں کی مراد ہیں، تیرے مکرم حبیب اور تیرے معظم نبی حضرت محمد جو امی نبی اور عربی رسول ہیں، ان کی آل اور صحابہ پر بھی صلاۃ وسلام بھیج۔

اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں معطوف الف کے واسطے سے اور اس نقطے کے واسطے سے جو تمام حروف کی بنیاد ہے، بہاء (رونق) کی باء، تالیف کی تاء، ثناء کی ثاء، جلالت کی جیم، حیاء کی حاء، خوف کی خاء، دلالت کی دال، ذکر کی ذال، ربوبیت کی راء، زلفی (قرب) کی زاء، سنا (چمک) کی سین، شکر کے شین، صفا (پاکیزگی) کے صاد، ضمیر کے ضاد، اطاعت کی طاء، ظلمت کی ظاء، عنایت کی عین، غنی کی غین، وقف کی فاء، قدرت کے قاف، کفایۃ کے کاف، لطف کے لام، امر کی میم، نہی کے نون، الوھیت کی ھا، ولایت کی واو، یقین کی یاء، الف لام کے واسطے سے سوال کرتا ہوں، تیرے سوا کوئی برحق معبود نہیں، کوئی تیرا شریک نہیں اور حضرت محمد تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں، تو وہ ذات ہے کہ مخلوق میں تیری حمد پھیلی ہوئی ہے، سخاوت کے ساتھ تیرا ہاتھ پھیلا ہوا

ہے، تیرے حکم کی نافرمانی نہیں کی جاتی، تو مخلوق سے جو چاہے لینے پر قدرت رکھتا ہے، لیکن مخلوق تیرے خزانوں میں سے کچھ بھی تیری مرضی کے بغیر نہیں لے سکتی، اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف تیرے نبی کی وجاہت کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں اور اے اللہ! میں تجھ سے تیرے اچھے اسماء اور تیرے عظیم اسم اعظم کے واسطے سے سوال کرتا ہوں کہ تو اپنے نبی حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی طیب وطاہر اولاد اور صحابہ پر اور تمام انبیاء اور رسولوں اور صالح اولیاء پر اپنی رحمت نازل فرمائے اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہان کا پالنے والا ہے۔

البرھان المؤید کا یہ اردو ترجمہ مفکر اسلام، عالمی مبلغ، پیر طریقت حضرت علامہ سید یوسف بن سید ھاشم رفاعی محدث کویتی حفظہ اللہ تعالی کی خواہش پر کیا گیا، آپ دنیا بھر میں تبلیغی اور روحانی دوروں پر تشریف لے جاتے ہیں اور دنیا بھر میں آپ کے مریدین کا ایک وسیع حلقہ آپ کی رہنمائی میں اللہ تعالی کی یاد اور اس کے ذکر کے ساتھ ساتھ اس کی اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے اپنے دلوں کو آباد کئے ہوئے ہے، علامہ رفاعی 1963ء سے 1974ء تک کویتی پالیمنٹ کے ممبر رہے، اس دوران آپ نے وزارت کا منصب بھی سنبھالا لیکن آپ کا بے داغ کردار آج بھی واضح طور پر یہ اعلان کرتا ہے:

''میرا طریق وزیری نہیں فقیری ہے''

پاکستان میں البرھان المؤید کا یہ ترجمہ چھاپنے کا انتظام آپ کے مریدین نے کیا، اللہ تبارک وتعالی اس کتاب کے ترجمہ اور اس کی اشاعت کو ہمارے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے اور سیدی احمد کبیر رفاعی رضی اللہ عنہ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے اور ان جیسے اولیائے کرام کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ممتاز احمد سدیدی